ارشد القادری کی کتاب زلزلہ کا تحقیقی و تنقیدی جواب

بریلوی فتنہ کا نیا روپ

مؤلفہ

مولانا محمد عارف سنبھلی استاذ ندوۃ العلماء لکھنؤ

زیر نگرانی

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم

ارشد القادری کی کتاب زلزلہ کا تحقیقی و تنقیدی جواب

بریلوی فتنہ کا نیا روپ

مؤلفہ

مولانا محمد عارف سنبھلی اُستاذ ندوۃ العلماء لکھنؤ

زیر نگرانی

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم

اشاعت دوم ——— اکتوبر ۱۹۷۸ء

باہتمام ——— اشرف برادرز لاہور

طباعت ——— عرفان افضل پرنٹنگ پریس، لاہور

کتابت ——— قاری سیف اللہ خالد

قیمت ———

مجلد ایڈیشن ———

ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی ——— لاہور

کتب خانہ دارالاشاعت ——— بندر روڈ ——— کراچی

مکتبہ دارالعلوم ——— کراچی ۱۴

ادارۃ المعارف، دارالعلوم ——— کراچی ۱۴

عنوانات اور مضامین کا اشاریہ

مضامین	صفحہ نمبر
بسم اللہ۔	۹
مصنف کا مکتوب مولانا نعمانی مدظلہ کی خدمت میں۔	۱۰
حضرت مولانا نعمانی مدظلہ کا جواب۔	۱۳
زلزلہ کا تنقیدی جائزہ اور الزامات کا جواب۔	۲۱
ایک نکتہ جس سے زلزلہ کا سارا فریب کھل جاتا ہے۔	۲۲
توحید اور شرک کی حقیقت۔	۲۵
مسلمانوں کے بعض جاہل طبقوں کے مشرکانہ اعتقادات و اعمال۔	۳۶
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی ایک پیشین گوئی۔	۳۶
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہادت۔	۳۸
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہادت۔	۳۹
حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہادت۔	۴۱
حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہادت۔	۴۲
مسلمانوں میں شرک کا فروغ دیکھ کر حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی بےچینی اور تقویۃ الایمان کی تصنیف۔	۴۴
تقویۃ الایمان اور فاروقی انداز۔	۴۴
پہلی بحث علم غیب کے بارے میں۔	۴۸
قرآن مجید اور مسئلہ علم غیب۔	۴۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد رسول اللہ والہ واصحابہ واتباعہ الی یوم الدین.

یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے بریلوی فرقہ کے ایک نئے مصنف ارشد القادری صاحب کی تازہ تصنیف

"زلزلہ"

کا تنقیدی جائزہ اور تحقیقی جواب ہے

ان چند سطروں کے بعد اگلے ہی صفحہ پر میرا ایک خط جو میں نے زلزلہ سے ہی متعلق مخدومی حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدیر الفرقان لکھنؤ کی خدمت میں لکھا تھا اور اس کے ساتھ ممدوح کی طرف سے اس کا جواب محترم ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے اس کو کتاب کا مقدمہ یا پیش لفظ سمجھ لیا جائے، اس سے معلوم ہو جائے گا کہ اس کتاب کے لکھنے کی کیا ضرورت پیش آئی اور ہم ہندوستانی مسلمانوں کے موجودہ حالات، میں یہ کام جو ہم جیسوں کے لئے کبھی بھی خوشگوار نہیں ہو سکتا ہم کو کیوں کرنا پڑا؟

محمد عارف سنبھلی

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جامعۃ الرشاد
اعظم گڑھ

مصنّف کا مکتوب

مولانا نعمانی مدظلہ کی خدمت میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مخدوم و محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حال ہی میں ایک صاحب کے ہاتھ میں "زلزلہ" نام کی ایک کتاب نظر پڑی اس کی ورق گردانی کی تو معلوم ہوا کہ بریلوی جماعت کی طرف سے یہ کوئی نئی کتاب لکھی گئی ہے اور اس کا طرز وہ نہیں ہے جو اب تک ان کی کتابوں کا رہا ہے میں نے ان صاحب سے اس کتاب کو ایک دو دن کے لئے لے لیا اور اس کو پڑھا۔

میرا احساس یہ ہے کہ یہ کتاب بہت سے لوگوں کے لئے گمراہی اور غلط فہمی کا باعث ہو سکتی ہے یہ تقریباً دو سو صفحات کی کتاب ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ بڑی ہی پر فریب اور زہریلی کتاب ہے اس کا مدعا اور حاصل یہ ہے کہ علماء دیوبند رسول پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے لئے، اور حضرات اولیائے کرام کے لئے علم غیب اور عالم میں تصرف کی قدرت کا عقیدہ رکھنے کو تو شرک وکفر بتلاتے ہیں لیکن یہی علم غیب و تصرف وہ اپنی جماعت کے بزرگوں کے لئے مانتے ہیں۔ گویا حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم اور اولیائے کرام کے لئے جس کمال کے ماننے کو وہ شرک کہتے ہیں وہی کمال وہ اپنے بزرگوں

کے لئے تسلیم کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی منوانا چاہتے ہیں ۔

اس کتاب میں یہ بات بڑے معصومانہ اور مظلومانہ انداز میں کہی گئی ہے اور ثبوت میں اکابر علمائے دیوبند کی عبارات پیش کی گئی ہیں ، اس کے مصنف کوئی صاحب ارشد القادری ہیں ۔ اس کتاب کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ اس میں وہ بدزبانی ، اور بدتمیزی بالکل نہیں ہے جو کہ عام طور پر بریلویوں کی کتابوں میں ہوتی ہے ، تکفیری جارحیت بھی نہیں ہے مگر بڑی ہی پر فریب کتاب ہے ۔ میرا اندازہ ہے کہ جو لوگ ان مباحث سے پوری طرح واقف نہیں ہیں (اور عام پڑھے لکھے مسلمانوں کا یہی حال ہے) وہ اس کے فریب کو بالکل نہیں سمجھ سکتے ، بلکہ میرا خیال ہے کہ ہمارے دارالعلوم دیوبند ، اور ، دارالعلوم ندوۃ العلماء جیسے دینی مدارس کے بہت سے فضلاء بھی اس کے نفاق ، اور فریب کو نہیں سمجھ سکیں گے ۔ کیوں کہ ہمارے ان دینی مدارس میں ان باتوں کا ذکر تک نہیں آتا ۔ اس لئے میرے نزدیک اس کتاب کا جواب ضروری ہے ، اور آپ کے سوا اس کے جواب کے لئے کسی پر نظر نہیں جاتی ۔

میں یہ جانتا ہوں کہ آپ اس موضوع سے بالکل بے تعلق ہو چکے ہیں اور اس طرح کی چیزیں اب پڑھتے بھی نہیں ہیں ۔ لیکن میری اصرار کے ساتھ گذارش ہے کہ آپ اس کو ضرور ملاحظہ فرمائیں اور اس کے جواب کے لئے ضرور بالضرور وقت نکالیں اگر آپ ارادہ فرمالیں تو میں کتاب حاصل کر کے بھیجنے کی کوشش کرونگا ۔

اگرچہ میرا ہرگز منصب نہیں ہے مگر میں ادب کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ دیانۃً اس کتاب کا جواب وقت کا دینی فریضہ ہے ۔ علمائے حق اور جماعت اہل حق کی طرف سے عام مسلمانوں کا بدگمانی اور غلط فہمی میں مبتلا ہو جانا خاص دینی نقطۂ نظر سے بڑی خطرناک

بات ہے اس سے شیطان کے لئے راستہ صاف ہو جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کام کی اہمیت آپ کے قلب میں ڈال دے اور آپ اس کے جواب کا عزم فرمالیں۔ جواب آنے پر انشاء اللہ العزیز کتاب حاصل کرکے بھیجنے کی کوشش کروں گا۔

والسلام

دعا کا طالب

محمد عارف سنبھلی

مدرس جامعۃ الرشاد۔ اعظم گڑھ

۳ جون ۱۹۷۳ء

دفتر الفرقان، لکھنؤ

۱۱ر جون ۱۹۷۳ء

حضرت مولانا نعمانی کا جواب

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالےٰ

عزیز مکرم اسلمکم اللہ تعالےٰ وعافاکم ووفقنا وایاکم لما یحب ویرضیٰ۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

تمہارا ملفوف خط ملا، پچھلے دو تین مہینوں میں مختلف مقامات سے کئی ایسے خطوط آئے جن میں اس کتاب "زلزلہ" کا تذکرہ تھا۔ میں نے حسب عادت سرسری جواب دے دیا کہ میں اس کتاب کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، اور اب اس موضوع کی طرف توجہ کرنے سے معذور سمجھا جائے۔ پھر گزشتہ مہینہ میں جب مخدومنا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ حجاز مقدس تشریف لے جا رہے تھے تو ان کو رخصت کرنے کے لئے یہ عاجز بھی بمبئی گیا تھا وہاں سے گجرات، سورت، اور انڈیر وغیرہ بھی جانا ہوا۔ تو وہاں بھی بعض حضرات نے اس کتاب کا تذکرہ کیا۔ پھر انہوں نے کہیں سے اس کا ایک نسخہ بھی لاکر مجھے عنایت فرمایا۔

واپسی میں ٹرین میں اسے کچھ دیکھنے کا موقع بھی مل گیا۔ میں نے اس کو اتنا خطرناک تو نہیں سمجھا جتنا تم نے محسوس کیا ہے۔ لیکن یہ رائے میری بھی ہے کہ اس کے مصنف نے بڑی فن کاری سے کام لیا ہے اور جنگ کے طریقے اور میدان کو بھی بدل دینے کی

بڑی پرفریب کوشش کی ہے۔ میں ان صاحب سے بالکل ناواقف ہوں، معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب اپنے فرقے میں کچھ زیادہ وقت شناس اور ہوشیار آدمی ہیں۔ غالباً انہوں نے اس حقیقت کو محسوس کر لیا ہے کہ عام مسلمانوں میں ملک کے خاص حالات، اور مختلف دینی دلی کوششوں کے نتیجہ میں اب اتنا شعور پیدا ہو چکا ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب والا تکفیری کاروبار اب نہیں چل سکے گا۔ اور بدتمیزی اور بدزبانی آدمی کو خود اپنے ہم عقیدہ لوگوں کی نظروں میں بھی ذلیل کر دیتی ہے۔ میرے نزدیک اس تبدیلی پر تو ہمیں خوش ہونا چاہیئے۔ تم نے اصرار اور پورے استدلال کے ساتھ لکھا ہے کہ میں اس کا جواب لکھوں۔

یہ صحیح ہے کہ ایک زمانہ میں بریلوی خرافات اور اتہامات کا رد میرا خاص موضوع اور مرغوب مشغلہ تھا۔ اور اس زمانہ میں اس کا جذبہ اتنا غالب تھا کہ صرف اسی وجہ سے بریلی کو اپنا مستقر بنایا تھا، اور اب سے چالیس سال پہلے الفرقان وہیں سے جاری ہوا تھا اس زمانہ میں میرا عام اعلان تھا کہ ان کا کوئی مولوی جہاں پہنچ کر فتنہ پردازی کرے مجھے اطلاع دی جانے میں انشاء اللہ العزیز اپنے خرچ سے وہاں پہنچوں گا اور اب اس واقعہ کے اظہار میں بھی کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا کہ اس فرقہ کے چھوٹے بڑوں کی خرافات پڑھنے، ان کو جاننے سمجھنے اور زبان وقلم سے ان کی گمراہیوں اور فریب کاریوں کا پردہ چاک کرنیکا جتنا موقع اللہ تبارک وتعالےٰ نے اس زمانہ میں مجھے دیا اتنا غالباً ہماری جماعت میں کسی کو نہیں ملا۔

بار بار مناظروں کی بھی نوبت آئی اور یہ مناظرے ان کے مشہور مناظرین مولوی حشمت علی مولوی سردار احمد وغیرہ کے علاوہ ان کے استاذ الاساتذہ (مولانا احمد رضا خاں صاحب کے مدرسہ دار العلوم منظر اسلام بریلی کے صدر مدرس وشیخ الحدیث) مولانا رحم الٰہی صاحب وغیرہ

ت بھی ہوئے ۔ اور لاہور کے مناظرہ میں تو ان کے ہندوستان بھر کے اکابر و مشاہیر مولانا حامد رضا خاں صاحب بریلوی اور مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی تک سب ہی موجود تھے لیکن ۱۰-۱۲ سال کے مسلسل تجربہ کے بعد قریب قریب مشاہدہ کے درجہ میں یقین ہو گیا ہے کہ اس بریلوی تکفیری فتنہ کے جو خاص روح رواں اور پلیٹ فارم کے مولوی صاحبان ہیں ان کی ان تکفیری سرگرمیوں کا خاص مقصد اور نصب العین مسلمانوں میں اختلاف و افتراق پیدا کرنا اور بے چارے عوام کو لڑانا اور ٹکرانا ہے اور یہ ان کا خالص معاشی اور کاروباری مشغلہ ہے اور چاہے ہزار دفعہ ثابت کر دیا جائے اور سیدنا حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی آ کے گواہی دے دیں کہ اکابر جماعت دیوبند حضرت شاہ اسمٰعیل شہید، اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے، صاحب ایمان تھے۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی توہین اور انکار ختم نبوت وغیرہ کی جو تہمتیں ان حضرات پر لگائی ہیں وہ غلط اور بے بنیاد ہیں۔ تو تب بھی یہ لوگ نہیں مانیں گے اور اپنا کاروبار اسی طرح جاری رکھیں گے۔ ان کا حال بالکل وہی ہے جو قرآن مجید میں بعض معاندین حق کا بیان کیا گیا ہے[۱]۔

---

[۱] حضرت مولانا نعمانی مدظلہ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک دفعہ میں حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں تھانہ بھون حاضر ہوا۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ۔ آپ نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کی کتابیں زیادہ دیکھی ہیں آپ کا کیا اندازہ ہے انہوں نے میرے اور ہمارے اکابر کے بارے میں جو لکھا ہے کیا انہیں واقعۃً غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے وہی سمجھا

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ۔

اسی طرح یہ بھی اندازہ ہوا کہ غالباً ان کے قلوب اہل اللہ کی تکفیر اور بدگوئی کی پاداش میں مسخ کر دیے گئے ہیں اور خدا تعالیٰ کے خوف اور فکر آخرت سے بالکل خالی ہو گئے ہیں ۔ واللہ اعلم ۔

اس اندازہ اور احساس کے بعد دل اس موضوع اور مشغلہ سے ہٹتا چلا گیا ۔

ادھر اسی زمانہ میں ملک کے حالات میں بہت بڑی تبدیلیوں کے آثار پیدا ہو گئے ۔ اس وقت دل نے یہ فیصلہ کیا کہ اس دور کی سب سے زیادہ ضروری دینی خدمت یہ ہے کہ امت

یا دیدہ دانستہ انہوں نے یہ تہمتیں لگائیں ؟ پھر خود ہی فرمایا ۔ کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جس شخص کے دل میں ذرا بھی ایمان اور خدا کا خوف ہو وہ دیدہ دانستہ ایسی تہمتیں لگائے ؟ میں نے عرض کیا حضرت ! حقیقت کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ۔لیکن میں ان کی کتابیں دیکھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ بے علم نہیں تھے بڑے ذی علم تھے ۔ کم فہم اور غبی بھی نہ تھے بڑے ذہین اور بہت ہوشیار آدمی تھے ۔ اسلئے میرے دل نے تو کبھی یہ بات قبول نہیں کی کہ ان کو غلط فہمی ہوئی ۔ کوئی غبی و بے علم آدمی ہوتا تو اس احتمال کی گنجائش ہوتی ۔ میرا خیال ہے کہ ان کا حال اور مزاج کچھ اس طرح کا تھا جو قرآن مجید میں علمائے بنی اسرائیل کا بیان کیا گیا ہے ۔

حضرت حکیم الامت رحؒ نے فرمایا کہ ۔ مجھے تو یہی شبہ ہوتا ہے کہ ان کو غلط فہمی ہوتی ہوگی ۔ اس عاجز کا خیال ہے کہ اگر حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی کتابیں ملاحظہ فرمائی ہوتیں تو ان کو بھی یہ شبہ غالباً نہ ہوتا ۔

کے عام طبقوں میں دینی شعور اور رسوخ پیدا کرنے کی اور اللہ و رسول کے ساتھ ان کے ایمانی تعلق کو مستحکم و مضبوط کرنے کی جد و جہد کی جائے اور خود اپنی فکر کی جائے۔

بس اس کے بعد سے دل و دماغ کی ساری توجہ اسی طرف ہوگئی۔ تقریباً ۳۰ سال سے یہی حال ہے۔ اس لئے بریلویات کے موضوع سے جو خاص واقفیت اور مناسبت تھی میرا اندازہ ہے کہ وہ بالکل ختم ہو چکی ہے۔ اس موضوع سے متعلق موافق و مخالف جو سینکڑوں یا ہزاروں حوالے کبھی نوک زبان تھے اب حافظہ پر زور ڈالنے سے بھی شاید یاد نہ آسکیں۔

کئی سال پہلے کی بات ہے ایک بڑے مخلص دوست نے بریلوی فتنہ کی طرف پھر سے توجہ کرنے کے لئے مجھے بڑے اصرار سے اور بار بار لکھا اور میرے کسی عذر کو قبول نہیں کیا تو میں نے آخر میں ان کو لکھا تھا کہ۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ اب سے ۳۰، ۳۵ سال پہلے، محمد منظور نام کا جو آدمی یہ کام کرتا تھا اب وہ اس دنیا میں نہیں رہا۔ اس کی جگہ اب اسی نام کا ایک دوسرا آدمی ہے اور وہ بے چارہ اس کام کا بالکل نہیں ہے۔

خیر یہ تو ایک لطیفہ کی بات تھی مگر واقعہ یہی ہے کہ اگر میں طبیعت پر جبر کر کے تمہاری فرمائش کی تعمیل کا ارادہ بھی کروں تو میرے لئے یہ کام اب ویسا آسان نہیں ہے جیسا تم نے سمجھا ہے اور یقیناً مجھے اپنا خاصا وقت اس پر صرف کرنا پڑے گا۔ اور اپنا سرمایہ وقت ہی ہے۔ میری عمر قمری حساب سے ستر کے قریب پہنچ چکی ہے۔ بظاہر وقت کا یہ خداداد سرمایہ تھوڑا سا ہی باقی ہے۔ چاہتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کی توفیق شامل حال رہے تو عمر کا باقی وقت دین کی اس بنیادی خدمت ہی میں صرف ہو جائے جس کی قبولیت کی زیادہ امید ہے اور جس میں نفس کی شرکت کا امکان انشاء اللہ العزیز کم ہے۔

وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔

لیکن مجھے تمہاری اس رائے سے اتفاق ہے کہ اس کتاب کا ایسا جواب جو اس کے مصنف کی فن کارانہ فریب کاری کو اچھی طرح ظاہر کر دے ضروری ہے اور میرا اندازہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کی مدد اور توفیق سے تم خود ہی یہ کام کر سکتے ہو ۔اس موضوع سے تمہاری واقفیت اچھی خاصی ہے بریلویات کا بھی تم نے مطالعہ کیا ہے اور اس موضوع سے تم کو دلچسپی بھی ہے اور تمہارے اندر اس کا شدید داعیہ بھی ہے اس لئے میری رائے ہے کہ تم خود ہی یہ کام کرو ۔ اگر ضرورت محسوس ہوگی تو میں مشورہ دے سکوں گا۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ تمہارے لئے اس کام کو آسان فرما دے اور تمہاری پوری مدد فرمائے ۔ نیت صرف احقاق حق کی اور اللہ تعالےٰ کے مقبول مظلوم بندوں کی طرف سے دفاع کی اور امت کے عوام کو گمراہی سے بچانے کی ہونی چاہیئے۔

انما الاعمال بالنيات وانما لامرء ما نوى ۔ الحديث

والسلام

محمد منظور نعمانی

اس کے آگے اصل کتاب ملاحظہ فرمائی جائے ———— مصنف

چند لفظ اس کتاب کے بارے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی ۔

محترم ناظرین راقم سطور ناچیز محمد عارف کا خط اور اس کے جواب میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ کا مکتوب گرامی پڑھ چکے ۔

حضرت مولانا کے اس مایوس کن جواب کے بعد بھی میں نے یہ کوشش جاری رکھی کہ ممدوح خود ہی "زلزلہ" کا رد لکھ دیں ۔ کئی مہینے اس کوشش میں صرف ہو گئے لیکن میں اس میں کامیاب نہ ہو سکا اور مجھے یہی جواب ملتا رہا کہ تم خود ہی لکھو ۔ بالآخر میں نے خود ہی بنام خدا لکھنا شروع کیا ۔ حضرت مولانا سے مشورہ اور راہنمائی بھی حاصل کرتا رہا ۔ دل و زبان اور قلم سے اللہ تبارک و تعالٰے کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس کی مدد اور توفیق سے "زلزلہ" کے دعووں اور الزامات کا بھرپور تحقیقی جواب ہو گیا ۔

الحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات ۔

میری اس کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے میں نے زلزلہ کے دعووں کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور اس کے مصنف کے الزامات کا پوری تحقیق کے ساتھ جواب دیا ہے ۔ اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وبارک وسلم کے ارشادات کی روشنی میں لکھا گیا ہے اور امت کے مسلّم فقہا اور علما کے اقوال بھی سند میں پیش کئے گئے ہیں ۔

بریلویوں میں جو ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اکابر علمائے امت حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ وغیرہ پر الزامات لگانے اور اس کے ذریعہ مسلمانوں میں وسیع پیمانے پر جھگڑا فساد برپا کرنے کو اپنا کاروبار اور پیشہ بنالیا ہے۔ یا شرک وبدعت میں غلو کی وجہ سے جن کے قلوب مسخ ہوگئے ہیں ان سے تو کوئی توقع نہیں۔ لیکن ان کے علاوہ جو سیدھے سادے لوگ ان کے پرفریب پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر ان کے ہمنوا ہوگئے ہوں ان سے پوری امید ہے کہ انشاءاللہ العزیز یہ کتاب ان کی اصلاح کا ذریعہ بنے گی۔

زلزلہ کے الزامات کے جواب سے فارغ ہونے کے بعد میں نے یہ بھی ضروری سمجھا کہ بریلوی فتنہ کی حقیقت اور اس کی تاریخ اور اس کے علمبردار مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے کردار سے بھی ناظرین کرام کو واقف اور روشناس کرادوں۔

میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ہمارے عوام ہی نہیں بلکہ ہمارے بڑے بڑے دینی مدارس دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء، اور مظاہر العلوم سہارنپور وغیرہ کے اس دور کے اکثر فضلا بھی اس کی حقیقت اور تاریخ سے واقف نہیں ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ طبیب اور معالج جس بیماری سے واقف نہ ہو اس کا صحیح علاج کیسے کرسکتا ہے۔

اس لئے محترم ناظرین کرام اور خاص کر علمائے کرام سے میری گذارش ہے کہ کتاب کے آخر میں بریلوی فتنہ کی تاریخ اور تعارف کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ اس فتنہ کے علاج کا کامیاب ترین طریقہ یہی ہے کہ اسکی حقیقت وتاریخ سے اور اسکے بانی کے کردار سے عام مسلمانوں کو واقف کرایا جائے۔

۲۰ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ ——— ناچیز محمد عارف سنبھلی

زلزلہ کا تنقیدی جائزہ اور الزامات کا جواب

"زلزلہ" کے مصنف (ارشد القادری صاحب) نے اپنی پوری کتاب کا حاصل اور خلاصہ اس کے پہلے ہی صفحہ پر خود ان الفاظ میں لکھ دیا ہے۔

اس کتاب میں دیوبندی لٹریچر کے حوالوں سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ جن امور کو علمائے دیوبند انبیاء اور اولیاء کے حق میں شرک قرار دیتے ہیں انہی امور کو وہ اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں عین ایمان و اسلام سمجھتے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعے سے ان کی توحید پرستی کا سارا بھرم کھل جاتا ہے۔ (صفحہ اول)

اس کے بعد صفحہ ۲، ۳، پر "سبب تالیف" کا عنوان قائم کر کے یہی بات کسی قدر تفصیل سے کہی ہے۔ اس کے آگے صفحہ ۵ سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے یہاں انہوں نے "تصویر کا پہلا رخ" عنوان دے، کر حضرت شاہ اسمٰعیل شہید اور دوسرے اکابر علمائے اہلسنت بندگان جماعت دیوبند حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہ کی ایسی عبارتیں نقل کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی کے سوا کسی کے حق میں "علم غیب" کا عقیدہ رکھنا یعنی سمجھنا اور ماننا کہ وہ "عالم الغیب" ہے۔ یا اللہ تعالٰی کے سوا کسی کو کائنات میں اپنے مستقل اختیار و قدرت سے متصرف ماننا شرک ہے۔ کتاب کے صفحہ ۵ سے ۱۲ تک یہی عبارتیں درج کی گئی ہیں

اس کے آگے صفحہ ۱۳ پر "تصویر کا دوسرا رخ" عنوان دے کر کتاب کے اختتام تک انہی حضرات کے متعلق اور ان کے علاوہ بھی چند اور بزرگوں سے متعلق کشف وکرامات کے قبیل کے کچھ واقعات "ارواح ثلثہ" وغیرہ بعض ان کتابوں سے نقل کئے ہیں جن میں ان بزرگوں کے متعلق حکایات اور ان کے حالات ان کے بعض معتقدین نے لکھے ہیں اور انہی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جماعت دیوبند کے یہ اکابر واصاغر جس علم غیب کو اور کائنات میں تصرف کی جس قدرت کو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیائے کرام کے لئے ثابت کرنے اور ماننے کو شرک کہتے ہیں وہی علم غیب اور تصرف کی وہی قدرت یہ لوگ اپنے ان بزرگوں کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ (معاذ اللہ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ)

ہم نے ان بریلویوں کے مورث اعلیٰ اور امام کل مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی اور ان کے اخلاف کی کتابوں کا بھی اچھا خاصا مطالعہ کیا ہے اور ان لوگوں نے اپنی تحریروں میں جعل و فریب کے جو کرتب دکھائے ہیں ہم ان سے باخبر ہیں لیکن ہمیں اعتراف ہے کہ زلزلہ کے مصنف ارشد القادری صاحب نے اس میدان میں اپنے ان سب بڑوں اور پیش رووں کو مات کر دیا ہے۔ اس کے باوجود ہمارا خیال ہے کہ غور کرنے والوں کے لئے ان کے فریبوں اور مغالطوں کو سمجھ لینا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے ناظرین اگر صرف ایک نکتہ کو ذہن میں رکھ کے زلزلہ کا مطالعہ کریں تو انشاءاللہ العزیز مغالطہ اور فریب کے سارے پردے تار تار نظر آئیں گے۔

وہ نکتہ یہ ہے کہ حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

اور حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ وغیرہم اکابر جماعت دیوبند نے کسی مخلوق کے لئے جس "علم غیب" کے ثابت کرنے کو شرک کہا ہے وہ، وہ "علم غیب" ہے جس کو قرآن پاک میں علم غیب کہا گیا ہے اور جس کو

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ اور

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ۔

وغیرہ آیات میں اللہ تبارک وتعالے کی صفت خاصہ بتلایا گیا ہے۔ اور جس کو مختلف مشرک قومیں اپنے معبودان باطل کے لئے مانتی رہی ہیں اور بہت جاہل اور اسلامی توحید سے ناآشنا مسلمان رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وبارک وسلم کے بارہ میں بلکہ اولیائے کرام کے بارہ میں بھی اسی علم غیب کا عقیدہ[1] رکھتے ہیں۔

اور "زلزلہ" میں "تصویر کا دوسرا رخ" کے زیر عنوان بزرگان جماعت دیوبند سے متعلق اس سلسلہ کی جو حکایات نقل کی گئی ہیں اور جو واقعات لکھے گئے ہیں وہ سب کشف والہام اور فراست ایمانی کے قبیل سے ہیں جو بندوں کی ہی صفات ہیں۔

اسی طرح اکابر جماعت دیوبند حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ وغیرہ نے کائنات میں جس تصرّف کی قدرت کو اللہ تبارک وتعالے کے سوا کسی مخلوق کے واسطے ثابت کرنا شرک کہا ہے اس سے مراد وہ مستقل اختیاری اور کن فیکونی تصرف کی قدرت ہے جو اللہ تبارک وتعالے کی صفت خاصہ ہے اور جس کو مختلف قوموں کے مشرکین

---

[1] مسلمان کہے جانے والے ایسے جاہلوں اور گمراہوں کو ہم نے بچشم خود دیکھا ہے اور ان کی صریح مشرکانہ باتیں سُنی ہیں۔

اپنے دیوتاؤں اور معبودانِ باطل کے لئے مانتے رہے ہیں اور بہت سے تعزیہ پرست اور قبر پرست مسلمان کہلانے والے بھی جس کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور زلزلہ میں تصرف سے متعلق جماعت دیوبند کے بعض بزرگوں کے جو واقعات " ارواحِ ثلٰثہ " وغیرہ کے حوالے سے نقل کئے گئے ہیں وہ سب کرامت یا قبولیت دعا، یا قوتے باطنی سے اثر اندازی کے قبیل سے ہیں جو بندوں ہی کی صفات ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ جو صاحب عقل وشعور اس تنقیح کی روشنی میں زلزلہ کا مطالعہ کرے گا اس کو ارشد صاحب کے ڈالے ہوئے فریب کے سارے پردے چاک چاک نظر آئیں گے۔ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا۔

اس اللہ تبارک وتعالےٰ کی حمد اور اس کا شکر جس کی مدد اور توفیق سے انہی چند، سطروں میں زلزلہ کے سارے الزامات اور دعووں کا پورا جواب ہوگیا۔ لیکن چونکہ "علم غیب اور تصرف فی الکائنات" ان دونوں مسئلوں کا تعلق شرک وتوحید کے بنیادی مسئلے سے ہے۔ اور آج بھی ان مسئلوں کی وضاحت کی ویسی ہی ضرورت ہے جیسی حضرت شاہ شہیدؒ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ وغیرہ بزرگوں کے دور میں اب سے سو برس اور دو سو برس پہلے تھی اس لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس اجمالی جواب پر اکتفا نہ کریں بلکہ تفصیل سے اور دلائل کی روشنی میں بتلائیں کہ علم غیب اور عالم کون ہیں مستقل اختیاری تصرف کے جن عقیدوں کو حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ وغیرہ علمائے حق نے شرک بتلایا ہے وہ فی الحقیقت اسلامی توحید کے خلاف سراسر مشرکانہ عقیدے ہیں۔

اس کے بعد انشاء اللہ العزیز ہم یہ بھی پوری تفصیل اور وضاحت سے بتلائیں

گے کہ "ارواح ثلثہ" وغیرہ کے حوالوں سے بعض بزرگوں کے جو واقعات زلزلہ میں نقل کیے گئے ہیں وہ سب کشف والہام اور کرامات وغیرہ ہی کے قبیل سے ہیں۔

اصل بحث شروع کرنے سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ناظرین کرام توحید و شرک کی حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں اور مسلمانوں کے بعض جاہل طبقوں کو شیطان نے جس طرح مشرکانہ اعتقادات اور اعمال میں صدیوں پہلے سے مبتلا کر رکھا ہے اس کو بھی صحیح طور پر جان لیں اور سمجھ لیں۔

توحید اور شرک کی حقیقت

قرآن مجید میں پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ یہ بات جا بجا بیان فرمائی گئی ہے کہ مشرکین عرب جو قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی دعوت توحید کے اول مخاطب تھے وہ یہ بات مانتے تھے کہ زمین وآسمان اور ساری کائنات کا خالق و مالک اور پروردگار صرف ایک اللہ ہے اور پورے عالم کا نظام بلا شرکت غیرے تنہا اس کے ہاتھ ہے اور وہی تنہا اس نظام کو چلا رہا ہے۔

انہوں نے خدا کے سوا جن وہمی، فرضی یا واقعی ہستیوں کو معبود اور دیوتا مان رکھا تھا وہ ان کو خدا تعالےٰ کی مخلوق، اس کا مملوک اور بندہ ہی مانتے تھے۔ اسی کے ساتھ یہ کہتے تھے کہ وہ اللہ تبارک وتعالےٰ کے پیارے اور چہیتے ہیں انہیں اللہ تبارک وتعالےٰ نے اپنی کچھ صفات اور اپنے کچھ اختیارات دے دیئے ہیں ہم ان کی پوجا اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم پر مہربان رہیں اور ہمارے کام بنا دیں اور ان کے

وسیلے سے ہم خدا کے قریب ہو جائیں ۔ ان کی پوجا کے بغیر ہم خدا تعالےٰ کو راضی اور خوش نہیں کر سکتے اور خدا تعالےٰ تک پہنچ نہیں سکتے ۔

یہی ان مشرکین کا شرک تھا اور اکثر مشرک قوموں کا یہی شرک رہا ہے اور آج بھی ہے ایسے مشرکوں کا ذکر تاریخ میں بھی نہیں ملتا جنہوں نے اپنے معبودوں کو خدا تعالےٰ کے برابر اور خداوندی صفات میں بالکل اس جیسا مانا ہو ۔ مشرکین عرب کے بارہ میں آپ قرآن مجید کی یہ آیتیں پڑھیے ۔ سورۂ مومنوں میں ارشاد ہے ۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

(اے ہمارے پیغمبر) آپ (ان مشرکوں سے) کہیے کہ زمین اور جو مخلوق اس میں ہے وہ سب کس کی ملک ہے اگر تم جانتے ہو تو بتلاؤ ! وہ کہہ دیں گے کہ سب اللہ تعالےٰ ہی کی ملک ہے ۔ آپ فرمائیے کہ پھر تم کیوں (توحید کے بارہ میں) نصیحت قبول نہیں کرتے ۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝

آپ ان سے کہیے کہ بتلاؤ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب کون ہے ؟ وہ سب کہیں گے کہ یہ سب اللہ تعالےٰ ہی کا ہے آپ فرمائیے کہ پھر تم (شرک کے برے انجام سے) کیوں نہیں ڈرتے

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

آپ ان سے کہیے کہ بتلاؤ کس کے ہاتھ اور کس کے قبضے

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۞

(سورہ مومنون رکوع ۵)

میں ہے تمام چیزوں کا اختیار، اور وہ جس کو چاہے پناہ دے سکتا ہے اور اس کی پکڑ سے کسی کو نہیں بچایا جا سکتا ہے۔ اگر تم جانتے ہو (تو بتلاؤ) وہ کہیں گے کہ سب کچھ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہے آپ فرما دیجئے کہ پھر تم کو کیسا خبط ہو رہا ہے۔

اور سورۂ عنکبوت میں فرمایا گیا ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ج

اور اگر تم ان مشرکوں سے پوچھو کہ کس نے زمین و آسمان پیدا کئے اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کر دیا ہے تو وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔

آگے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ

(عنکبوت رکوع ۶)

اور اگر تم ان سے پوچھو کہ (بتاؤ) کون ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اسکے ذریعہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کر دیا؟ تو وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی یہ سب کرتا ہے۔

اور سورۂ یونس میں فرمایا گیا ہے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ؕ

(سورت یونس رکوع ۴)

اے پیغمبر آپ (ان مشرکوں سے) کہیے کہ (بتلاؤ) وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے ؟ یا (بتلاؤ) کون ہے جو تمہارے کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور کون ہے جو جاندار چیز کو بے جان چیز سے نکالتا ہے اور بے جان (چیز) کو جاندار (چیز) سے برآمد کرتا ہے اور وہ کون ہے جو سارے کاموں کی تدبیر کرتا ہے (یعنی سارے عالم کا یہ نظام کون چلا رہا ہے)، تو وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ ان سب کاموں کا کرنے والا اللہ تعالےٰ ہی ہے۔

ان آیتوں سے صراحۃً معلوم ہوا کہ ابوجہل و ابولہب وغیرہ مشرکین تک بھی یہ مانتے تھے کہ اس زمین و آسمان اور سارے جہاں کا خالق و مالک اور سب کا رازق صرف ایک اللہ ہے ۔ چاند، سورج اور بارش اور پیداوار، اور ساری کائنات کا نظام اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے ۔ وہ اپنے باطل معبودوں اور دیوتاؤں کے بارے میں صاف کہتے تھے کہ وہ خدا تعالےٰ کی مخلوق و مملوک اور اس کے زیرِ حکومت ہیں ۔

صحیح مسلم وغیرہ کتبِ حدیث میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مشرکینِ عرب حج میں اس طرح تلبیہ پڑھتے تھے ۔

لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تملكه وما ملك

خداوندا ہم تیرے حضور حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں سوا اس شریک کے جو تیرا ہی ہے تو اس کا مالک ہے اور جن پر اس کی ملکیت اور حکومت ہے تو ان کا بھی مالک ہے۔"

بہرحال قرآن و حدیث کی شہادت سے یہ بات ثابت ہے کہ مشرکین عرب اپنے باطل معبودوں اور دیوتاؤں کو خدا تعالےٰ کے برابر نہیں اس کا مخلوق و مملوک مانتے تھے ان کا شرک یہ تھا کہ وہ ان کے متعلق عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ خدا تعالےٰ کے پیارے چہیتے ہیں اور جیسے دنیا کے بادشاہ اپنے کچھ اختیارات، وفادار وزیروں اور دوسرے معتمد ماتحتوں کے سپرد کر دیتے ہیں اسی طرح اللہ تبارک وتعالےٰ نے اپنی مخلوق میں تصرف کا کچھ اختیار ان کو دے دیا ہے اور کچھ کام ان کے سپرد کر دیئے ہیں جس کی وجہ سے یہ ہماری مشکل کشائی اور حاجت روائی کر سکتے ہیں۔ اسی بنا پر وہ ان سے دعائیں کرتے اور نذریں، منتیں مانتے اور چڑھاوے چڑھاتے تھے۔ بلکہ قرآن مجید ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے اختیار اور تصرف کے دائرہ کو محدود بھی سمجھتے تھے۔

قرآن پاک میں ان کا یہ حال بیان کیا گیا ہے کہ جب وہ دریائی سفر کرتے اور کشتی خطرے میں آجاتی تو وہ اپنے بتوں اور دیوتاؤں کو چھوڑ کر صرف خدا تعالےٰ ہی کو بڑے خلوص سے پکارتے تھے اور اسی سے دعا و التجا کرتے تھے۔ سورہ عنکبوت میں ارشاد ہے

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ (عنکبوت رکوع ۷)	جب یہ مشرکین دریائی سفر میں کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو خطرہ کے وقت خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے۔

وَ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ

(بنی اسرائیل رکوع ۷)

(اے مشرکو) جب تم دریائی سفر میں، (طوفان وغیرہ کی) مصیبت میں گھر جاتے تو تمہارے وہ دیوتا جن کو تم پکارا کرتے ہو غائب اور گم ہو جاتے ہیں، اس وقت تم بس اللہ تبارک وتعالٰے ہی کو یاد کرتے ہو اور اسی سے دعا اور التجا، کرتے ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے اپنی بے نظیر تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ" میں توحید وشرک کی حقیقت کے بارے میں جو تحریر فرمایا ہے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس کا ایک حصہ یہاں نقل کردیں۔ فرماتے ہیں:

واعلم ان للتوحید اربع مراتب احداها حصر وجوب الوجود فیه تعالیٰ فلایکون غیره واجبًا والثانیة حصر خلق العرش والسمٰوٰت والارض سائر الجواهر فیه تعالیٰ - وهاتان المرتبتان لم تبحث الکتب الالٰهیة عنهما ولم یخالف فیهما مشرکوا العرب ولا الیهود ولا النصارٰی بل القرآن العظیم ناص علی انها من المقدمات المسلّمة عندهم والثالثة حصر تدبیر السمٰوٰت والارض وما بینهما

فيه تعالى -

والرابعة انه لا يستحق غيره العبادة وهما

متشابكتان متلازمان لربط طبعي بينهما .

اس کا حاصل یہ ہے کہ .

توحید کے چار درجے ہیں ایک درجہ یہ ہے کہ مانا جائے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ

کے سوا کوئی ہستی واجب الوجود نہیں صرف وہی واجب الوجود ہے اس کے

سوا سب حادث اور اس کی مخلوق -

دوسرا درجہ یہ ہے کہ یہ مانا جائے کہ عرش وآسمان وزمین اور ان کے

اندر کی ساری کائنات کا وہی پیدا کرنے والا اور وجود بخشنے والا ہے کوئی

بھی اس تخلیق وایجاد میں اس کا شریک نہیں -

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے کی طرف سے نازل ہونے والی

کتابوں اور آسمانی صحیفوں (تورات وانجیل اور قرآن عزیز وغیرہ) میں توحید

کے ان دونوں درجوں سے بالکل بحث نہیں کی گئی ہے اور یہود ونصاریٰ

اور مشرکین عرب میں سے کسی کو بھی توحید کے ان دونوں درجوں کے بارہ

میں اختلاف نہیں رہا ہے بلکہ قرآن پاک کی صریح شہادت ہے کہ توحید

کے ان دونوں درجوں کے یہ سب قائل رہے ہیں (یعنی یہ سب اس کو مانتے

رہے ہیں کہ واجب الوجود اور زمین وآسمان اور ساری کائنات کا خالق صرف

اللہ تعالے ہے اس میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے ، آگے شاہ صاحب

فرماتے ہیں -

اور تیسرا درجہ توحید کا یہ ہے کہ اس بات کو مانا جائے کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے یعنی ساری کائنات اس کا پورا نظام اور اس کی تدبیر صرف اللہ تبارک و تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔

اور چوتھا درجہ توحید کا یہ ہے کہ یہ بات مانی جائے کہ ہر قسم کی عبادت، اور پرستش صرف اللہ تبارک و تعالےٰ کا حق ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت و پوجا کے لائق نہیں ہے۔

فرماتے ہیں۔ اور توحید کے یہ دونوں آخری درجے یعنی تیسرا اور چوتھا باہم لازم ملزوم ہیں کیوں کہ ان کے درمیان ایک طبعی اور عقلی رابطہ ہے۔ آدمی عبادت اور پوجا پاٹ اسی کی کرتا ہے جس کے بارہ میں سمجھتا ہے کہ ہمارا معاملہ اور ہمارا بناؤ بگاڑ اس کے قبضے میں ہے، اس کے آگے شاہ صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ۔

توحید کے انہی دونوں درجوں کے بارے میں مختلف مذہبی فرقوں، اور گروہوں میں اختلاف رہا ہے اور ان میں بڑے بڑے اور مشہور فرقے تین ہیں۔

اس کے بعد شاہ صاحب نے تین فرقوں کا ذکر کیا ہے۔

ایکؔ ستارہ پرستوں کا۔ جو آسمان کے ستاروں کو متصرف اور اس کی بنا پر مستحق عبادت مانتے ہیں۔

دوسرے نصاریٰ کا۔ جو سیدنا حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو مافوق البشر بلکہ مافوق الخلق مانتے ہیں اور ان کے معجزات احیاء موتیٰ وغیرہ کو ان کا فعل اور تصرف قرار دیتے ہیں اور ان کو ابن اللہ یا ثالث ثلثہ کہتے ہیں اور

عبادت کا مستحق سمجھتے ہیں ۔

تیسرے مشرکین کا ۔ ان کے بارہ میں فرماتے ہیں ۔

والمشركون وافقوا المسلمين في تدبير الامور العظام وفيما ابرم و جزم ولم يترك لغيره خيرة ولم يوافقوهم في سائر الامور

اور مشرکین اتنی بات کے ماننے میں مسلمانوں سے متفق ہیں کہ دنیا کے بڑے بڑے معاملات اور جن امور کے بارہ میں خود اللہ تعالیٰ نے کوئی قطعی فیصلہ کر دیا ہے اور کسی دوسرے کے لئے اس میں اختیار کی گنجائش نہیں، چھوڑی ہے ان کی تدبیر یعنی ان کا نظام تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے لیکن دنیا کے باقی معاملات کے بارے میں ان کی رائے مسلمانوں سے مختلف ہے ۔

ذهبوا ان الصالحين منهم عبدوا الله و تقربوا اليه فاعطاهم الله الالوهية فاستحقوا العبادة من سائر خلق الله لما ان ملك الملوك بخدمه عبده فيحسن خدمته فيعطيه خلقه الملك و

ان کا مذہب اور عقیدہ یہ ہے کہ ان میں سے کچھ نیک اور بزرگ لوگ تھے انہوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوب عبادت کی اور اس کا خاص تقرب حاصل کر لیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو مقام الوہیت عطا فرما دیا تو وہ اس کے مستحق ہو گئے کہ باقی مخلوق ان کی پوجا کرے جس طرح کوئی شہنشاہ ہو اس کا کوئی غلام اس کی خدمت

يفوض اليه تدبير بلد من بلاده فيستحق السمع والطاعة من اهل ذالك البلد وقالوا لا تقبل عبادة الله الا مضمومة بعبادتهم بل الحق في غاية التعالي فلا تفيد عبادته تقربا منه بل لابد من عبادة هؤلاء ليقربوا الى الله زلفى وقالوا هؤلاء يسمعون و يبصرون ويشفعون لعبادهم ويدبرون امورهم وينصرونهم

(حجۃ اللہ البالغہ)
(باب التوحید)
(صفحہ ۵۹)

اچھی طرح بجالائے تو وہ اس کو حکومت اور فرمانروائی کا خلعت دے دے اور اپنے زیر حکومت شہروں سے کسی شہر کا نظام اس کے حوالے کر دے تو اس کا یہ حق ہوگا کہ اس شہر والے اس کا حکم مانیں۔ اور یہ مشرکین اس کے قائل ہیں کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کی عبادت جب ہی قبول ہوگی جب اس کے ساتھ ان بزرگ دیوتاؤں کی بھی پوجا کی جائے۔ بلکہ اللہ تبارک وتعالےٰ تو بہت ہی بلند اور بالاتر ہے۔ لہذا ہماری عبادت ہم کو اس کے قریب تک نہیں پہنچا سکتی بلکہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے ان بزرگ دیوتاؤں کی پوجا کی جائے تاکہ یہ ہمیں اللہ تعالےٰ کے مقام قرب تک پہنچادیں۔ اور یہ مشرکین اس کے قائل ہیں کہ ان کے یہ معبودانِ باطل اور دیوتا سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور اپنی پوجا کرنے والوں کی خدا تعالےٰ کے ہاں

سفارش کرتے ہیں اور ان کے کام کر دیتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں۔

پھر ایک ہی ورق کے بعد "حقیقت شرک" کے بیان میں شاہ صاحبؒ مشرکین کے ایک طبقہ کا یہ حال بیان فرماتے ہیں۔

ومنهم من اعتقد ان الله هو السيد وهو المدبر لكنه قد يخلع على بعض عباده لباس الشرف والتأله ويجعله متصرفا في بعض الامور الخاصة

(حجۃ اللہ البالغہ باب حقیقۃ الشرک ص۶۱)

اور ان مشرکین میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا اعتقاد یہ ہے کہ اصل سردار، اور مالک مختار تو اللہ ہی ہے اور وہی، کائنات کا سارا نظام چلا رہا ہے لیکن کبھی وہ اپنے بعض خاص بندوں کو شرف والوہیت کا خلعت عطا فرما دیتا ہے اور بعض خاص امور میں اس کو متصرف بنا دیتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام سے توحید اور شرک کی حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے انشاء اللہ العزیز دوسرے علمائے محققین کی اس سلسلہ کی تصریحات ہم آئندہ تفصیلی بحث میں پیش کریں گے۔

بہر حال قرآن وحدیث اور علمائے حق کے کلام سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ، مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کہ زمین و آسمان اور ساری کائنات کا خالق و پروردگار اور مالک و مختار بس خدا تعالےٰ ہی ہے ہمارے معبود اور دیوتا بھی اسی کی مخلوق اور اسی کے بندے ہیں مگر انہوں نے اللہ تبارک وتعالےٰ کی بہت ریاضت وعبادت

کی وہ اللہ تبارک وتعالےٰ کے پیارے اور چہیتے ہو گئے - اللہ تبارک وتعالےٰ نے ان
کو مقام الوہیت عطا فرمادیا اور مخلوق کے ایک محدود دائرہ میں تصرف کا اختیار بخش
دیا اور ان کو ایسا کر دیا کہ وہ ہم کو دیکھتے اور ہماری باتیں سنتے ہیں اور ہمارے احوال
جانتے ہیں اور ہماری مدد کرتے ہیں انکی پوجا اور نذر ونیاز سے خدا تعالےٰ تک پہنچا
جاسکتا ہے ۔ پھر اسی عقیدہ کی بنا پر وہ ان کی نذریں منتیں مانتے اور چڑھاوے
چڑھاتے تھے ۔ اور مشکل کشائی و حاجت روائی کے لئے ان کو پکارتے اور ان سے
التجائیں کرتے تھے یہی ان کا شرک تھا ۔ ناظرین کرام اس کو ذہن میں رکھیں ۔

مسلمانوں کے بعض جاہل طبقوں کے مشرکانہ اعتقادات واعمال

اصل تفصیلی بحث شروع کرنے سے پہلے گزشتہ چند صدیوں کے مجددین ، و
مصلحین امت کے بیانات سے ہم ناظرین کرام کو یہ بھی بتانا مناسب سمجھتے ہیں کہ
مسلمانوں کے بعض جاہل طبقے صدیوں پہلے سے مشرکانہ اعتقادات اور اعمال میں
مبتلا ہو چکے تھے ۔

رسول اللہؐ کی ایک پیشین گوئی

پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و بارک وسلم کا ایک ارشاد سن لیجئے ۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے
مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و بارک وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا

لتتبعن سنن من کان قبلکم بشبرا بشبر وذراعا بذراع حتی لو دخلوا حجر ضب تبعتموھم قیل یا رسول اللہ الیھود والنصٰری قال فمن۔

(مشکوٰۃ المصابیح
باب خیر الناس ص۵۸۳)

یقیناً یہ بھی ہوگا کہ تم (یعنی مسلمان) اپنے سے پہلے کی (گمراہ) امتوں کے طریقوں کی پوری پیروی کروگے بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ (یعنی برائیوں اور گمراہیوں میں بالکل ان کے قدم بقدم چلوگے) یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں گھسے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی پیروی کروگے۔ حضورؐ سے عرض کیا گیا آپ کا مطلب یہود و نصارٰی سے ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا تو اور کون! (یعنی مطلب یہی ہے کہ تم یہود و نصارٰی والی گمراہیاں اختیار کروگے)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وبارک وسلم نے اللہ تعالٰے کی وحی کی بنیاد پر جس طرح دوسری ہزاروں پیشین گوئیاں مستقبل کے بارہ میں فرمائیں اسی طرح آپ نے (یقیناً دلی رنج وغم کے ساتھ) ایک دفعہ یہ پیشین گوئی بھی مسلمانوں کے بارہ میں فرمائی جو اس حدیث شریف میں ہے۔ یعنی یہ کہ آپ کی امت کے کچھ لوگ یہود ونصارٰی وغیرہ اگلی گمراہ امتوں والی گمراہیوں میں بھی مبتلا ہوں گے۔ تقدیر الٰہی میں یہ طے ہوچکا ہے۔

ہمیں یقین ہے اور ہمارا دعوٰی ہے کہ صدیوں پہلے سے مسلمانوں کے کچھ طبقے

جو مشرکانہ اعتقادات اور رسوم و خرافات میں مبتلا ہوئے اور آج تک مبتلا ہیں بلاشبہ وہ رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی اس پیشین گوئی کا ظہور ہے ۔

ہم اس وقت صرف گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری کے اور وہ بھی صرف ہندوستان کے مجددین و مصلحین کی چند شہادتیں پیش کرتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ ان سب حضرات نے اپنے اپنے دور کے مسلمانوں کو شرک میں گرفتار دیکھا اور اس پر اپنے رنج و غم اور غصہ کا اظہار فرمایا اور اصلاح کی کوشش فرمائی ۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی شہادت

سب سے پہلے امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی شہادت سنیئے! دفتر سوم کے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں.

وحیوانات راکہ نذر مشائخ میکنند و بر سر قبرہائے ایشاں رفتہ آں حیوانات ذبح مینمایند در روایات فقہیہ ایں عمل را نیز داخل شرک ساختہ اند و دریں باب مبالغہ نمودہ ایں ذبح را از جنس ذبائح جن انگاشتہ اند ۔

اور یہ لوگ بزرگوں کے لئے جو حیوانات (مرغوں بکروں وغیرہ) کی نذر مانتے ہیں اور پھر ان کی قبروں پر لے جا کر ان کو ذبح کرتے ہیں تو فقہی روایات میں اس فعل کو بھی شرک میں داخل کیا ہے اور فقہا نے اس باب میں پوری شدت سے کام لیا ہے اور ان قربانیوں کو جنوں (دیوتاؤں اور دیویوں) کی قربانی کے قبیل سے ٹھہرایا ہے ۔

آگے اسی مکتوب میں ان جاہل عورتوں کے بارہ میں لکھا ہے جو پیروں اور بیبیوں کی نیت سے اور ان کے نام کے روزے رکھتی ہیں اور ان روزوں کے توسل سے ان پیروں اور بیبیوں سے اپنی حاجتیں طلب کرتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ وہ ہماری حاجتیں پوری کریں گے۔ حضرت مجدد الفؒ ثانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ان کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ۔

کہ ان جاہل عورتوں کا یہ عمل شرک فی العبادت ہے۔	ایں شرک در عبادت است ؎

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ انکے زمانہ کے مسلمانوں میں ایسے جاہل موجود تھے جو بزرگوں کے لئے جانوروں کی نذریں مانتے اور ان کی قبروں پہ جا کر ان کے لئے قربانیاں کرتے تھے جس کو فقہا نے شرک قرار دیا ہے اور ایسی جاہل عورتیں بھی تھیں جو پیروں اور بیبیوں کو حاجت روا سمجھ کر ان کے نام کے روزے رکھتی تھیں جو شرک فی العبادت ہے۔

شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ کی شہادت

اور اسی گیارہویں صدی کے ایک دوسرے بڑے عالم اور مصلح حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے "اشعۃ اللمعات" میں توسل بروحانیت صالحین ومقربین کی وکالت کرتے ہوئے آخر میں تحریر فرمایا ہے۔

ہاں اگر بزرگوں کے مزارات پر جانے والوں کا عقیدہ یہ ہو کہ یہ مزاروں والے بزرگان دین، خود تصرف کرتے ہیں	نعم اگر زائران اعتقاد کنند کہ اہل قبور متصرف ومستبد وقادر اند بے توجہ بحضرت حق والتجا

بجانب وے تعالیٰ چنانکہ عوام
وجاہلان و غافلان اعتقاد
دارند وچنانکہ مے کنند آنچہ حرام
ومنہی عنہ است در دین از تقبیل
قبر وسجدہ مرآنرا ونماز بسوئے
وے وجز آں کہ ازاں نہی وتحذیر
واقع شدہ است ایں اعتقاد
وایں افعال ممنوع وحرام
خواہد بود۔

(اشعۃ اللمعات)

اور اس تصرف میں مستقل ہیں اور اس
کی قدرت رکھتے ہیں بغیر اس کے کہ حق،
تعالیٰ کی طرف توجہ اور اس سے التجا کریں
جیسا کہ عوام اور جاہل اور غافل لوگ اعتقاد
رکھتے ہیں اور وہ خرافاتی کام کرتے ہیں جو
دین میں حرام اور ممنوع ہیں جیسے قبر کو چومنا
اور اس کو سجدہ کرنا اور قبر کی طرف رخ کر
کے نماز پڑھنا اور اس کے علاوہ خرافات
ومنکرات جن سے منع کیا گیا ہے اور جن سے
بچنے کی تاکید فرمائی گئی تو یہ اعتقاد اور خرافاتی
اعمال ممنوع اور حرام ہوں گے۔

یہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جن کی بعض مجمل عبارتوں سے
بریلوی حضرات مختلف مسائل میں سند پکڑتے ہیں انہوں نے اپنی اس عبارت میں یہ شہادت
دی ہے کہ ان کے زمانہ میں مسلمانوں میں ایسے جاہل عوام موجود تھے جو یہ مشرکانہ عقیدہ رکھتے
تھے کہ یہ مزارات والے بزرگان دین خدا تعالیٰ کی طرف توجہ اور خدا تعالیٰ سے دعا و
التجا کے بغیر اپنے مستقل اختیارات اور قدرت سے تصرف کرتے ہیں اور اسی عقیدہ کی بنا
پر ان کی قبروں کو چومتے اور سجدے کرتے اور اسی طرح کے دوسرے خرافاتی اعمال
کرتے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی شہادت

اور بارھویں صدی کے مجدد و مصلح امت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

اگر در تصویر حال مشرکین و اعمال ایشاں توقف داری احوال محترمان اہل زمانہ، خصوصاً آنانکہ باطراف دارالاسلام سکونت دارند ملاحظہ کن کہ ... بہ قبور و آستانہا می روند و انواع شرک بعمل مے آرند الخ

(الفوز الکبیر صلا)

اگر عرب کے مشرکین کے احوال و اعمال کا صحیح تصور تمہارے لئے مشکل ہو اور اس میں کچھ سوچ بچار ہو تو اپنے زمانہ کے پیشہ ور عوام خاص کر وہ جو دارالاسلام کے اطراف میں رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ دینی تعلیم اور صحبت سے محروم ہیں، ان کا حال دیکھ لو۔ وہ قبروں اور آستانوں اور درگاہوں پر جاتے ہیں اور طرح طرح کے شرک کرتے ہیں

اور یہی حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "حجۃ اللہ البالغہ" میں شرک کی، بعض خاص شکلیں بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

وھذا مرض جمھور الیھود و النصاریٰ والمشرکین و بعض الغلاۃ من منافقی دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم یومنا ھذا.

اور شرک کی یہ وہ بیماری ہے کہ جس میں، یہود و نصاریٰ، اور مشرکین بالعموم اور ہمارے اس زمانہ میں مسلمانوں میں سے بعض غالی منافقین مبتلا ہیں۔

(حجۃ اللہ البالغہ،
باب فی حقیقۃ الشرک صلا)

حضرت شاہ عبدالعزیز کی شہادت

اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ و جانشین شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان سنیئے جنہوں نے بارہویں صدی اور پھر تیرھویں صدی کے مسلمانوں کو بھی دیکھا، انہوں نے تفسیر فتح العزیز اور اپنے فتاویٰ میں جا بجا دکھ، درد، اور غصے کے ساتھ مسلمانوں کی اس حالت کا ذکر کیا ہے کہ وہ مشرکانہ اعتقادات اور شرکیہ رسوم وخرافات میں مبتلا ہیں۔ سورۂ مزمل کی تفسیر میں ایک مقام پر پہلے تفصیل سے تحریر فرمایا ہے کہ یہ شان صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے کہ جو اس کو جب اور جہاں سے یاد کرے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہو جاتا ہے اور یہ شان بھی اسی کی ہے کہ وہ اس ذاکر بندہ کی قوت مدرکہ میں آ جائے جس کو شریعت کی خاص زبان میں دنو، تدلی اور قرب نزول کہا جاتا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں۔

این ہر دو صفت خاصہ ذات پاک او تعالیٰ است ہیچ مخلوق را حاصل نیست آرے بعض کفرہ درحق بعضے از معبودان خود بعضے پیر پرستاں از زمرۂ مسلمین درحق پیران خود امراول را ثابت می کنند و در وقت احتیاج بہمیں اعتقاد بانہا استعانت می نمایند۔

(فتح العزیز، پارہ تبارک الذی)

یہ دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا خاصہ ہیں یہ کسی مخلوق کو حاصل نہیں ہیں ہاں بعضے کفار اپنے بعض معبودوں اور دیوتاؤں کے بارہ میں اور مسلمانوں میں سے بعضے پیر پرست اپنے پیروں کے بارہ میں، ان میں سے پہلی چیز ثابت کرتے ہیں اور اپنی حاجتوں کے وقت اسی اعتقاد کی بنا پر ان سے مدد چاہتے اور مدد کیلئے انکو پکارتے ہیں۔

اور یہی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فتاوٰی میں ایک سوال کے جواب میں ہندوستان کے موجودہ ہندوؤں کے شرک کا حال بیان فرماکر آخر میں تحریر فرماتے ہیں

وہمیں است حال فرقہ ہائے بسیار از مسلمین مثل تعزیہ سازان ومجاوران قبور وجلالیاں ومداریاں ۔

(فتاوٰی عزیزی جلد اول ص۱۲۴)

اور موجودہ ہندوؤں کے شرک کا جو حال بیان کیا گیا، یہی حال ہے بہت سے نام کے مسلمانوں کا مثلاً تعزیہ داروں اور قبروں کے مجاوروں اور جلالیوں مداریوں کا ۔

اور اسی فتاوٰی میں ہے ۔

درباب استعانت بارواح طیبہ دریں امت بسیار افراط بوقوع آمدہ آنچہ جہال وعوام اینہا مے کنند و ایشاں را در ہر عمل مستقل دانستہ اند بلاشبہ شرک جلی است ۔

(فتاوٰی عزیزی جلد اول ص۱۲۱)

ارواح طیبہ سے استعانت کے معاملہ میں اس امت میں بہت ہی غلو اور افراط پیدا ہوگیا ہے ۔ اس امت کے جہال و عوام جو کچھ کرتے ہیں اور ہر کام میں بزرگان دین کو مستقل مختار سمجھتے ہیں یہ بلاشبہ شرک جلی ہے ۔

حضرت مجدد الف ثانی ، حضرت شیخ عبدالحق ، حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز، رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم کی ان تصریحات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ گیارہویں صدی بارہویں صدی اور پھر تیرہویں صدی ہجری میں بھی ہندوستان کے مسلمانوں میں ایسے جاہلوں اور گمراہوں کی خاصی تعداد تھی جن کے اعتقادات اور اعمال یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کی طرح مشرکانہ تھے ۔

اور بلاشبہ صادق و مصدوق صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی اس پیشین گوئی

کے مطابق مصاحب کا ہم صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے ابھی ذکر کر چکے ہیں۔
اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ ان حضرات کے زمانوں کے بعد یہ بیماری اور بڑھتی ہی رہی۔

مسلمانوں میں شرک کا فروغ دیکھ کر شاہ شہیدؒ کی بے چینی اور تقویۃ الایمان کی تصنیف

اسی صورت حال نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے پوتے اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے بھتیجے اور قابل فخر شاگرد حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو (جنہیں امر بالمعروف نہی عن المنکر اور باطل کے خلاف جہاد کا جذبہ اپنے اسلاف اور خاص کر اپنے جد امجد اور مورث اعلیٰ سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے وراثت میں ملا تھا) بہت زیادہ بے چین کیا اسی مجاہدانہ جذبہ سے سرشار ہو کر انہوں نے تقویۃ الایمان لکھی اور شیطان اور اس کے چیلوں، چانٹوں نے امت محمدیہ کے جاہل طبقوں میں جو شرک پھیلا دیا تھا اس پر ٹھیک فاروقی انداز میں بھرپور وار کیا اور حق یہ ہے کہ اس کو جہنم رسید کر دیا۔

تقویۃ الایمان اور فاروقی انداز

عقیدۂ توحید کی حفاظت کے بارے میں سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خاص مزاج و انداز کو ان دو واقعوں سے سمجھا جا سکتا ہے۔

اول یہ کہ وادی حدیبیہ کے جس بابرکت درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی (جس بیعت کا اور اس بابرکت درخت کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے) جب سیدنا

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو اپنے زمانۂ خلافت میں یہ معلوم ہوا کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس جاکر نمازیں پڑھتے ہیں تو آپ نے ان کو دھمکایا اور حکم دے کر اس درخت کو کٹوا دیا۔

(رواہ ابن سعد باسناد صحیح فتح الباری جلد ۱۹ پارہ)

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ حجر اسود کے پاس آئے اور شرعی قاعدے کے مطابق آپ نے اس کو بوسہ دیا اور چوما اور سب کو سنا کر اور حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا۔

انی لا اعلم انک حجر لا تنفع و لا تضر و لولا انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبلک ما قبلتک

(صحیح البخاری کتاب الحج باب ما ذکر فی حجر الاسود ص ۲۱۷)

میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ بس تو ایک پتھر ہے نہ کسی کو تو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان (یعنی تجھے چومنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ تیرے اختیار میں کسی کو نفع یا نقصان پہنچانا ہے کچھ بھی تیرے اختیار میں نہیں ہے تجھے چومنا صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے اتباع اور اقتدا میں ہے) اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو ہرگز تجھے نہ چومتا۔

صرف ان دو واقعوں سے سمجھا جاسکتا ہے کہ عقیدۂ توحید کی حفاظت کے بارہ -

میں اور امت کو شرک کے خطرے سے بھی بچانے کے سلسلے میں سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مزاج اور انداز کیا تھا۔

یہی مزاج و انداز حضرت شاہ اسماعیل شہید فی سبیل اللہ کو وراثت میں ملا تھا۔ وہ نسباً بھی فاروقی تھے۔ تقویۃ الایمان کی سطر سطر اسی مزاج و انداز کی آئینہ دار ہے اس کے خاص مخاطب وہی جاہل اور گمراہ عوام ہیں جو اس وقت طرح طرح کے شرکیات میں مبتلا تھے۔ خود تقویۃ الایمان میں جابجا اس کی صراحت اور شہادت موجود ہے[1] اسی لئے حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اس کو اس اردو زبان میں لکھا جو اس وقت بالکل ابتدائی اور طفولیت کی حالت میں تھی اور اس کو ہندی کہا جاتا تھا وہ اس وقت ہندستانی مسلمانوں کی تصنیفی زبان نہیں تھی بلکہ خط و کتابت کی زبان بھی نہیں تھی پڑھے لکھے سارے مسلمان اس وقت فارسی میں لکھتے پڑھتے تھے۔ گویا مسلمانوں کے لئے جو حیثیت آج اس ملک میں اردو کی ہے وہ اس زمانہ میں فارسی کی تھی اسی لئے حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے بھی دوسری جو کتابیں اس زمانہ کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کے لئے لکھیں وہ سب فارسی میں لکھی ہیں۔

منصب امامت، ایضاح الحق الصریح، اور یکروزی، فارسی میں ہیں اور تنویر العینین اور عبقات جو خاص علماء کے لئے ہیں وہ عربی میں ہیں۔ الغرض حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے تقویۃ الایمان "ہندی" کہلانے والی اس وقت کی اردو میں اس لئے

---

[1] اسی کتاب کے صفحہ ۹۵، ۹۶ پر تقویۃ الایمان کے صفحہ ۶، ۷ سے جو عبارت نقل کی گئی ہے ناظرین اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

لکھی کہ اس کے خاص مخاطب وہ جاہل عوام تھے جنہوں نے طرح طرح کے مشرکانہ اعتقادات اور رسوم وخرافات کو اپنا لیا تھا وہ اسی زبان میں کچھ سمجھ سکتے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی اس کتاب تقویۃ الایمان نے اُس وقت کی شرک کی دنیا میں آگ لگا دی اور شرک کے سرعے پھوڑے پھنسیوں کا ایسا آپریشن ہوا کہ قبر پرستوں، تعزیہ پرستوں اور درگاہوں کے مجاوروں میں چیخ و پکار مچ گئی۔ اور یہی سنۃ اللہ ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔

اس تمہید کے بعد ہم اصل تفصیلی بحث شروع کرتے ہیں اور اس بحث کو دو حصوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ "ایک علم غیب" اور دوسرے کائنات میں تصرف کی قدرت۔

ارشد القادری صاحب کے الزامات اور دعووں کا تعلق بنیادی طور پر ان ہی دو عنوانات سے ہے اور ان کی بنیاد زیادہ تر "تقویۃ الایمان" کی عبارتوں پر ہے۔

ہم بھی دونوں بحثوں میں سب سے پہلے "تقویۃ الایمان" ہی کی عبارتوں پر بحث کریں گے۔

پہلی بحث علم غیب کے بارہ میں

قرآن مجید اور مسئلہ علم غیب

جو شخص قرآن مجید کی تعلیم و ہدایت سے بالکل جاہل نہیں ہے کچھ بھی واقف اور باخبر ہے اس کو اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تبارک وتعالٰے کی اس مقدس کتاب میں بیان توحید کے سلسلے میں جس طرح الوہیت زمین و آسمان اور ساری کائنات کی خالقیت عالم کی ربوبیت رزاقیت اور احیاء و اماتت (یعنی مارنے اور زندہ کرنے) کو اللہ تبارک وتعالٰے کی صفت خاصہ بتلایا گیا ہے اور غیر اللہ سے ان کی نفی کی گئی ہے۔ اسی طرح علم غیب کو بھی اللہ تبارک وتعالٰے کی صفت خاصہ بتلایا گیا ہے اور غیر اللہ سے اس کی نفی کی گئی ہے[1]

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

آیت پاک اس پر شاہد ہے۔

اسی طرح ایسے کسی شخص کو اس میں بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ قرآن پاک کی بہت سی آیات

---

[1] اے ہمارے رسولؐ آپ لوگوں کو بتلا دیجئے اور اعلان فرما دیجئے کہ آسمانوں میں اور زمین میں جو بھی مخلوقات و موجودات ہیں (جن و انس اور فرشتے) ان میں کسی کو بھی علم غیب نہیں بس اللہ تبارک وتعالٰے ہی کو ہے۔ (سورہ نمل)

مثلاً . تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَا اِلَیْكَ . اور وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ .

وغیرہ سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰے اپنے نبیوں رسولوں کو وحی وغیرہ کے ذریعہ غیب کی بہت سی باتوں کی خبر اور اطلاع دیتا ہے اور پھر اس میں بھی شبہ نہیں کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بتلانے سے دوسرے عام لوگوں کو بھی ان باتوں کی خبر اور اطلاع ہوجاتی ہے . اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ اللہ تبارک وتعالٰے اپنے دوسرے مقرب بندوں کو بھی جن کو ہم اولیاء اللہ کہتے ہیں جب چاہتا ہے کشف و الہام وغیرہ کے ذریعہ ایسی چیزوں کی اطلاع دے دیتا ہے لیکن قرآن مجید میں اور رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالٰے علیہ وبارک وسلم کے کسی ارشاد میں کہیں اس کو "علم غیب" نہیں کہا گیا . علم غیب جس کا نام ہے وہ ، صرف اللہ تبارک وتعالٰے کی صفت خاصہ ہے .

لہ یہ غیب کی خبروں میں سے ہے اے رسول ہم وحی کے ذریعہ آپ کو اس کی اطلاع دیتے ہیں . (حاصل مطلب) (آل عمران ویوسف)

ٹہ اور اللہ تبارک وتعالٰے یہ نہیں کرے گا کہ اے مومنین تم کو غیب کی اطلاع دے دے (یہ طریقہ اللہ تبارک وتعالٰے کا نہیں ہے) لیکن (اس کا دستور یہ ہے کہ) وہ اس کیلئے اپنے رسولوں کو خاص کرلیتا ہے ان میں سے جس کو چاہتا ہے (جس غیب کی چاہتا ہے اطلاع) دیدیتا ہے (حاصل مطلب) (آل عمران)

قرآن پاک کی زبان اور اصطلاح میں علم غیب

واقعہ یہ ہے کہ قرآن عزیز کی زبان اور دین کی خاص اصطلاح میں علم غیب غیب کا وہی علم ہے جو کسی کے بتلائے بغیر کسی ہستی کو خود اپنے اختیار سے حاصل ہو۔ اور یہ بے شک اللہ تبارک و تعالےٰ ہی کی صفت اور شان ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی حقیقت اور اسی عقیدہ کو حضرت شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ نے بہت ہی سادہ انداز میں سمجھایا ہے۔

علم غیبی کس نمی داند بجز پروردگار
ہر کسے گوید کہ میدانم ازو باور مدار
مصطفیٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرئیل
جبرئیل ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

پس اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم یا فلاں ولی کو "علم غیب" کی یہ صفت دے دی ہے جس کی وجہ سے ان کو اللہ تبارک و تعالےٰ کی وحی اور کشف و الہام کے بغیر خود اپنے ارادے سے غیب کا علم، حاصل ہے یا ہوجاتا ہے اور وہ ان کے اپنے اختیار میں ہے تو بلاشبہ یہ عقیدہ ایسا ہی مشرکانہ ہوگا جیسا کہ یہ کہنا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یا فلاں ولی کو الوہیت کا درجہ دے دیا ہے یا ربوبیت، خالقیت، و لنقیت، کی صفت عطا فرمادی ہے اور وہ اللہ کی عطا سے الٰہ و معبود، اور خالق و رازق اور رب العالمین ہوگئے ہیں (معاذ اللہ)۔ اگر کوئی شخص توحید کے بارہ میں قرآن پاک کی ہدایت و تعلیم سے بالکل ہی جاہل نہیں ہے تو اس کو اس میں شبہ نہیں ہوسکتا کہ یہ عقیدہ قطعاً

مشرکانہ ہے اسی طرح یہ بھی کہ کل غیب کا علم صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہے اگر کسی مخلوق کے بارہ میں کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ اس کو کل غیب کا علم ہے تو اس کے مشرک ہونے میں بھی شبہ نہیں ۔

ہاں یہ عقیدہ بالکل برحق اور قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے کہ "علم غیب" تو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کو ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں اور کل غیب کا علم بھی صرف اسی کو ہے لیکن اس نے اپنے رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم اور دوسرے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو وحی وغیرہ کے ذریعہ غیب کی ہزاروں لاکھوں چیزوں کی خبر دی ہے اور اولیاء اللہ کو بھی کشف والہام کے ذریعہ ایسی بہت سی چیزوں کی خبر ہو جاتی ہے ۔ لیکن نہ یہ علم غیب ہے اور نہ اس کی وجہ سے کسی کو عالم الغیب کہا جا سکتا ہے ۔ اگر بالفرض کسی مصنف نے اس کے لئے علم غیب یا غیب دانی کا لفظ استعمال کیا ہو تو اس کو تسامح سمجھا جائے گا ۔

تقویۃ الایمان میں علم غیب کا مسئلہ

ان تمہیدی سطروں کے بعد اب آپ علم غیب سے متعلق "تقویۃ الایمان" کی عبارت پڑھئے اور دیکھئے کہ جو کچھ اس میں کہا گیا ہے کیا وہ بعینہ وہی نہیں ہے جو اس مسئلہ میں قرآن مجید کی ہدایت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک کی تعلیم ہے ۔ اور جو کچھ کہا گیا ہے قرآنی آیات اور احادیث نبوی کے حوالہ سے کہا گیا ہے ۔

تقویۃ الایمان کی دوسری فصل "اشراک فی العلم" کے بیان میں ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

"اس فصل میں ان آیتوں اور حدیثوں کا ذکر ہے جس سے اشراک فی العلم کی برائی ثابت ہوتی ہے ۔ قَالَ اللہُ تَعَالیٰ وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ

الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۔

ترجمہ! فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ انعام میں کہ اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا ان کو مگر وہی "

ف ۔ یعنی جس طرح اللہ صاحب نے بندوں کے واسطے ظاہر کی چیزیں دریافت کرنے کو کچھ راہیں بتادی ہیں جیسے آنکھ دیکھنے کو، کان سننے کو، ناک، سونگھنے کو، زبان چکھنے کو، ہاتھ ٹٹولنے کو، عقل سمجھنے کو، اور وہ راہیں ان کے اختیار میں دی ہیں کہ اپنی خواہش کے موافق ان سے کام لیتے ہیں جب کچھ دیکھنے کو دل چاہا تو آنکھ کھول دی نہ چاہا تو بند کرلی جس چیز کا مزہ دریافت کرنے کا ارادہ ہوا منہ میں ڈال لیا، نہ ارادہ ہوا نہ ڈالا۔ سو گویا کہ ان چیزوں کے دریافت کرنے کو کنجیاں ان کی دی ہیں۔ جیسے جس کے ہاتھ کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے تو کھولے جب چاہے نہ کھولے۔ اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے کہ جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں۔ سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہیں کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے کسی ولی و نبی کو، جن و فرشتے کو، پیر و شہید کو، امام زادے کو، بھوت و پری کو، اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کریں بلکہ اللہ صاحب اپنے ارادہ سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر کر دیتا ہے۔

ان سطروں میں شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے جو کچھ لکھا ہے ظاہر ہے کہ اس کا حاصل وہی ہے جو ہم ابھی تمہید کی سطروں میں عرض کر چکے ہیں یعنی اپنے ارادہ و اختیار سے غیب کا علم حاصل ہونا یا حاصل کر لینا یہ صرف اللہ تبارک و تعالےٰ کی شان و صفت ہے اللہ تبارک و تعالےٰ نے یہ کسی کو نہیں دی ۔ ہاں اپنے ارادہ سے جس کو جو بتانا چاہتا ہے بتلا دیتا ہے ۔ آگے اس کی کچھ مزید وضاحت کرنے کے بعد حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں ۔

"سو یقین یوں رکھنا چاہیئے کہ غیب کے خزانے کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے اس نے کسی کے ہاتھ میں نہیں دی اور کوئی اس کا خزانچی نہیں مگر اپنے ہی ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا جس کو چاہے بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا "

اس کے آگے فرماتے ہیں ۔

"اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میرے پاس ایسا کچھ علم ہے کہ جب چاہوں اس سے غیب کی بات دریافت کر لوں ، اور آئندہ باتوں کا معلوم کر لینا میرے قابو میں ہے سو وہ بڑا جھوٹا ہے کہ دعوےٰ خدائی کا رکھتا ہے ۔ اور جو کوئی کسی نبی ، ولی کو یا جن و فرشتے کو امام و امام زادے کو پیر و شہید کو یا نجومی و رمال یا جفار کو یا فال دیکھنے والے کو یا برہمن اسٹی کو یا بھوت و پری کو ایسا جانے اور اس کے حق میں یہ عقیدہ رکھے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے اور اس آیت سے منکر ۔

(صـ۲۵)

"تقویۃ الایمان" کی عبارت آپ کے سامنے ہے اس میں شرک کا حکم صرف اس صورت میں لگایا گیا ہے کہ کسی مخلوق کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اپنے ارادہ واختیار سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے بتلائے بغیر علم غیب حاصل کر سکتا ہے اور اس کے ہاتھ میں غیب کی کنجی ہے اسی کے ساتھ اس کا کھلا اقرار ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے ارادہ سے جس کو چاہتا ہے غیب کی باتوں کی خبر اور اطلاع دے دیتا ہے۔

آگے حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "علم غیب" کے بارہ میں قرآن پاک کی ایک دوسری آیت پیش کرتے ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ۔

کہا اللہ صاحب نے یعنی سورۂ نمل میں کہ کہو نہیں جانتے جتنے لوگ ہیں آسمانوں میں اور زمین میں غیب کو مگر اللہ۔ اور نہیں خبر رکھتے کہ کب اٹھائے جاویں گے۔

ف۔ یعنی اللہ صاحب نے پیغمبرؐ کو فرمایا کہ لوگوں سے یوں کہہ دیں کہ غیب کی بات سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا نہ فرشتہ نہ آدمی نہ جن نہ کوئی چیز، یعنی غیب کی بات کو جان لینا کسی کے اختیار میں نہیں "

(تقویۃ الایمان ص۲۵)

تقویۃ الایمان کی ان سطروں سے بھی ظاہر ہے کہ اس کے مصنف حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک سورۂ نمل کی اس آیت پاک

قل لا یعلم من فی السموت و الارض الغیب الا اللہ

میں اسی علم غیب کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص صفت بتلایا گیا ہے اور زمین وآسمان

کی ساری مخلوقات وموجودات (جن وانس اور فرشتوں وغیرہ) سے اسی علم غیب کی نفی کی گئی ہے جس کو قرآن کی زبان اور دین کی خاص اصطلاح میں "علم غیب" کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی وحی اور الہام کے بغیر اپنے ارادہ اور اختیار سے غیب کا علم جو اللہ تعالےٰ ہی کی شان وصفت ہے۔

اشراک فی العلم کے سلسلے میں یعنی "علم غیب" کی بحث میں شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے آخری آیت سورۃ اعراف کی پیش کی ہے۔

قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ و لو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر و ما مسنی السوء ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یؤمنون۔

اس آیت پاک کا ترجمہ اور پھر مطلب بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

" اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء و اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے سو ان کی بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں اور اللہ انکے بتانے میں تاثیر دیتا ہے بہت لوگ اس سے سیدھی راہ پر ہو جاتے ہیں اور اس بات کی ان میں کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے ان کو عالم میں کچھ تصرف کرنے کی قدرت دی ہو کہ جس کو چاہیں مار ڈالیں یا اولاد دیویں یا مشکل کھول دیویں یا مراد پوری کر دیویں یا فتح و شکست دے دیویں یا کسی کو بادشاہ کر دیویں یا کسی کو امیر و وزیر یا کسی سے بادشاہت یا امارت چھین لیویں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیویں یا کسی کا ایمان چھین لیویں کہ ان باتوں میں سب

بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار ۔
اور اسی طرح کچھ اس بات میں بھی ان کی بڑائی نہیں ہے کہ اللہ صاحب نے غیب دانی ان کے اختیار میں دے دی ہو کہ جس کے دل کا احوال جب چاہیں معلوم کر لیں یا جس غائب کا احوال جب چاہیں معلوم کر لیں یا جس آئندہ بات کو جب چاہیں دریافت کر لیں ۔ کہ ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان (یعنی ناواقف)

(ص ۲۹)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے سورۃ الاعراف کی مندرجہ بالا آیت کی روشنی میں تصرف کی خود مختارانہ قدرت کی اور اسی طرح "مستقل خود اختیاری علم غیب" کی غیر اللہ سے نفی کی ہے اور یہ دونوں چیزیں بلاشبہ اللہ تبارک وتعالےٰ کی صفات خاصہ میں سے ہیں ۔ اگر قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی لائی ہوئی توحید پر ایمان ہو تو اس سے اختلاف کی گنجائش نہیں ۔
اس سلسلہ میں تقویۃ الایمان کی ایک عبارت اور بھی پڑھ لی جائے ۔ شروع ہی میں یہ بیان کرتے ہوئے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے کون سی چیزیں اپنے واسطے خاص کر رکھی ہیں جن میں کسی کو شریک نہ کرنا چاہیئے ۔ فرماتے ہیں ۔
سو اول بات یہ ہے کہ ہر جگہ حاضر وناظر رہنا اور ہر چیز کی خبر ہر وقت برابر رکھنا ، دور ہو یا نزدیک ہو ، چھپی ہو یا کھلی ہو ، اندھیرے میں ہو یا اجالے میں ، آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں ، پہاڑوں کی چوٹیوں پر یا سمندر کی تہ میں ، یہ اللہ ہی کی شان ہے اور کسی کی شان نہیں ۔ سو جو کوئی کسی کا نام

اٹھتے بیٹھتے لیا کرے اور دور و نزدیک سے پکارا کرے اور بلا کے مقابلے میں اس کی دہائی دیوے، اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے اور اس کے نام کا ختم پڑھے یا شغل کرے یا اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ میں جب اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اس کی صورت یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ اور جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں جیسے بیماری و تندرستی و کشائش و تنگی، مرنا جینا، غم و خوشی سب کی ہر وقت اسے خبر ہے۔ اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے، اور جو خیال، وہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے۔ سو ان باتوں سے شرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی سب باتیں شرک ہیں اس کو اشراک فی العلم کہتے ہیں یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے۔ خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیاء سے رکھے، خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادہ سے خواہ بھوت و پری سے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی قدرت سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے، غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

(تقویۃ الایمان ص۱۱)

تقویۃ الایمان کی اس عبارت کو غور سے پڑھیے اور اس کے جس فقرہ پر ہم نے خط دے دیا ہے (یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدہ سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے) اس کو خاص طور سے نظر کے سامنے رکھیے اور پھر بتلایئے کہ اس میں جس

عقیدہ کو شرک اور اس کے رکھنے والے کو مشرک بتلایا گیا ہے کیا قرآن پاک پر ایمان لانے والا اور اس کی دعوت توحید کو قبول کرنے والا کوئی آدمی اس سے اختلاف کر سکتا ہے۔ کیا اللہ کا سا علم کسی مخلوق کو ثابت کرنا شرک نہیں، اور کیا اگر کوئی ناخداشناس جاہل یہ کہے کہ کسی نبی یا ولی یا پیر شہید کو یا کسی بھوت یا دیوی دیوتا کو اللہ کا سا علم ہے یعنی اللہ کے بتلائے بغیر وہ خود ہی اپنے ارادہ اور اختیار سے غیب کا علم حاصل کرتا ہے (جو اللہ تعالٰی کی صفت ہے) اور یہ صفت اللہ تعالٰی نے اس کو دے دی ہے تو کیا وہ مشرک نہ ہوگا؟

ہم تفصیل سے بتا چکے ہیں کہ ابوجہل وابولہب وغیرہ مشرکین مکہ اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کے لئے الوہیت اور علم غیب اور کن فیکونی تصرف وغیرہ کی جو خدائی صفات مانتے تھے وہ ان کو خدا کی طرف سے عطا کی ہوئی کہتے تھے اور محدود بھی مانتے تھے۔

زلزلہ کے مصنّف کی کھلی خیانت

ہم نے تقویۃ الایمان کا جو طویل اقتباس صتا سے ابھی اوپر نقل کیا ہے ارشد القادری صاحب نے بھی زلزلہ کے صفحہ ۵ پر اس کا کافی حصہ درج کیا ہے لیکن خیانت یہ کی ہے کہ جس فقرہ پر ہم نے خط دیا ہے (یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدہ سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے) اس کو درمیان سے بالکل حذف کر دیا ہے اور اس کی جگہ نقطے لگا دیئے ہیں، حالانکہ اسی فقرہ سے یہ بات پوری طرح واضح ہوتی ہے کہ شاہ شہیدؒ نے کسی مخلوق کے لئے اللہ کا سا علم ثابت کرنے کو شرک کہا ہے اور کسی ایمان والے کو اس سے اختلاف کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ ہاں اللہ تبارک وتعالٰی کی وحی والہام کے ذریعے اور اس کے بتلانے سے غیب کی باتوں کی خبر اور اطلاع،

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کو ہو جانا بالکل برحق ہے۔ اور خود تقویۃ الایمان میں جابجا اس کی صراحت ہے چنانچہ اس کے صفحہ ۲۴ سے جو عبارت ہم نے اوپر نقل کی ہے اس میں خود اختیاری علم غیب کی غیر اللہ سے نفی کرنے کے بعد آخری فقرہ یہ تھا کہ۔

"بلکہ اللہ صاحب اپنے ارادہ سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر کر دیتا ہے"۔

(ص ۲۴)

اس کے آگے صفحہ ۲۵ سے یہ عبارت بھی اوپر نقل ہو چکی ہے۔

"سو یقین جاننا چاہئے کہ غیب کے خزانے کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے اس نے کسی کے ہاتھ میں نہیں دی اور کوئی اس کا خزانچی نہیں مگر اپنے ہی ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا جس کو چاہے بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا"۔

(ص ۲۵)

ان عبارات سے بالکل ظاہر ہے کہ تقویۃ الایمان کے مصنف حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ دنیا کے سارے اہل ایمان کی طرح اس کے قائل ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جو عالم الغیب ہے وہ اپنے ارادہ سے غیب کی باتوں کی اطلاع انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یا جن بندوں کو چاہتا ہے وحی اور کشف والہام وغیرہ کے ذریعہ دیدیتا ہے۔ ہاں ان کو اس سے انکار ہے کہ کسی نبی یا ولی کو یا کسی مخلوق کو اللہ تبارک وتعالےٰ نے علم غیب کی صفت دے دی ہو یعنی ان کو یہ قدرت دے دی ہو کہ وہ اللہ تعالےٰ کے بتلائے بغیر اپنے ارادہ اور اختیار سے غیب کا علم خود حاصل کرلیں۔ یہ شان اور صفت اللہ تبارک وتعالےٰ ہی کی ہے اور اس کے سوا کسی بھی مخلوق کے لئے اس کا اثبات

کرنا بلاشبہ مشرکانہ عقیدہ ہے اسی طرح کسی مخلوق کے لئے کل غیب کا علم ماننا بھی مشرکانہ عقیدہ ہے یہ بھی اللہ ہی کی شان اور صفت ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

"زلزلہ" کے مصنف نے تقویۃ الایمان کی جتنی عبارتیں اس مسئلہ سے متعلق نقل کی ہیں ان سب کا حاصل اور مدعا وہی ہے جو ہم نے عرض کیا اور ان میں اسی مشرکانہ عقیدے کو شرک کہا گیا ہے اور انشاء اللہ العزیز ہم عنقریب فقہاء متکلمین اور دیگر اکابر علماء امت کی وہ عبارات نقل کریں گے جن سے معلوم ہو گا کہ تمام اہل حق کا یہی مسلک ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ کی عبارات و تصریحات

"زلزلہ" کے مصنف نے اسی مسئلہ علم غیب سے متعلق "تقویۃ الایمان" کی عبارتوں کے بعد فتاویٰ رشیدیہ کی چند عبارتیں نقل کی ہیں پہلے نمبر پر یہ عبارت ہے

(۱) جو شخص اللہ جل شانہٗ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے ......

.... وہ بے شک کافر ہے ـــــ اس کی امامت، اس سے میل جول محبت و مودت سب حرام ہے۔"

(فتاویٰ رشیدیہ ۲۹، زلزلہ ص۸)

"زلزلہ" کے مصنف کی کھلی خیانت

یہاں بھی اس ظالم نے صریح مجرمانہ، خیانت کی ہے ایک فقرہ جس سے مسئلہ کی پوری وضاحت ہوتی تھی اس کو درمیان سے حذف کر دیا اور اس کی جگہ نقطے لگا دیئے فتاویٰ رشیدیہ میں اس فتویٰ کی پوری عبارت اس طرح ہے۔

"جو شخص اللہ جل شانہٗ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور، اللہ تعالےٰ کی برابر کسی دوسرے کا علم جانے وہ بے شک کافر ہے، اس

کی امامت اور اس سے میل جول محبت ومودت سب حرام ہیں . فقط .

واللہ اعلم "

"زلزلہ" کے مصنف نے خط کشیدہ فقرہ , اللہ تعالےٰ کی برابر کسی دوسرے کا علم جاننے درمیان سے حذف کر دیا جس سے یہ بات واضح ہو جاتی تھی کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے کفر کا حکم اس صورت میں لگایا ہے جب کہ کوئی شخص اللہ تبارک وتعالےٰ کے سوا کسی مخلوق کے لئے اللہ تبارک وتعالےٰ کے برابر علم ثابت کرے اور یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

رسول پاک کیلئے اللہ تعالےٰ کے برابر علم ثابت کرنیوالے کے کفر پر اجماع ہے

مشہور محقق حنفی عالم ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی موضوعات کبیر میں ہے .

ومن اعتقد تسوية علم الله ورسوله يكفر اجماعا كما لا يخفى

(موضوعات کبیر)

اور جو کوئی شخص اللہ ورسول کے علم کی برابری کا عقیدہ رکھے یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے لئے اللہ تبارک وتعالےٰ کے برابر علم ثابت کرے اس کے کافر ہونے پر اجماع ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

پس حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اس فتوے میں اسی عقیدہ پر کفر کا حکم لگایا ہے جس کے کفر ہونے پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اجماع نقل کیا ہے . لیکن "زلزلہ" کے مصنف نے یہ خیانت کی کہ درمیان سے وہ جملہ

حذف کر دیا جس میں یہ وضاحت کی گئی تھی ۔

"زلزلہ" میں "فتاویٰ رشیدیہ" کے مندرجہ بالا فتوے کے علاوہ اسی سے مندرجہ ذیل چند اور عبارتیں بھی مختلف فتووں سے نقل کی گئی ہیں ۔

"علم غیب خاصہ حق جل شانہ ہے "

"اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (یعنی حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کو علم غیب تھا صریح شرک ہے "

"اثبات علم غیب غیر حق تعالےٰ کو صریح شرک ہے "

" جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد ہے وہ سادات حنفیہ (یعنی آئمہ احناف) کے نزدیک قطعاً مشرک و کافر ہے "

" علم غیب خاصہ حق تعالےٰ کا ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں "

" جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب جو خاصہ حق تعالےٰ ہے ثابت کرے اس کے پیچھے نماز نادرست ہے ۔" (لانہ کفر کیونکہ یہ کفر ہے)

" جب انبیائے علیہم السلام کو بھی علم غیب نہیں ہوتا تو یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا "

فتاویٰ رشیدیہ کی ان سب عبارتوں کا مطلب بالکل ظاہر اور برحق ہے

ظاہر ہے کہ ان سب عبارتوں میں اسی علم غیب کے بارہ میں کلام کیا گیا ہے اور اسی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے لئے یا کسی بھی مخلوق کے لئے ثابت کرنے کو شرک کہا گیا ہے جو اللہ تبارک و

تعالےٰ کی صفت خاصہ ہے اور جس کو قرآن پاک میں بھی اللہ تبارک وتعالےٰ کی صفت خاص بتلایا گیا ہے اور آسمان وزمین کی ساری مخلوقات سے اس کی نفی کی گئی ہے جیسا کہ تفصیل سے پچھلے صفحات میں لکھا جا چکا ہے اور وجہ یہ ہے کہ بغیر کسی کے بتلائے اور بغیر وحی والہام کے اپنے ارادہ اور اختیار سے علم غیب حاصل کرنے کی صفت غیر اللہ کے لئے مانی جائے یا جمیع مغیوب کا علم مانا جائے جو اللہ تبارک وتعالےٰ ہی کی شان اور صفت ہے تو اس عقیدہ کے شرک اور موجب کفر ہونے میں شبہ نہیں۔ اس کے ثبوت اور تائید میں ہم انشاء اللہ العزیز عنقریب امت کے اکابر علماء اور فقہاء کی عبارتیں پیش کریں گے۔

"زلزلہ" میں فتاویٰ رشیدیہ کی جو عبارت سب سے آخر میں نقل کی گئی ہے وہ دراصل ایک طویل فتوے کا ایک جملہ ہے۔ ہم وہ پورا فتوای ذیل میں درج کرتے ہیں اس سے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا نقطہ نظر پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ ناظرین کرام کے سامنے آجائے گا اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ "زلزلہ" کے مصنف نے اپنے ناظرین کو دھوکہ دینے کی کیسی پرفریب کوشش کی ہے۔

علم غیب اور ندائے یارسول اللہ کے بارہ میں حضرت گنگوہی کا ایک مفصل فتوےٰ

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ایک شخص کے جواب میں، جس نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کے بارہ میں اور ندائے یارسول اللہ کے بارہ میں سوال کیا تھا، فرماتے ہیں۔

"علم غیب میں تمام علماء کا عقیدہ ومذہب یہ ہے کہ سوائے حق تعالےٰ کے کوئی اس کو نہیں جانتا" وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو" خود حق تعالےٰ فرماتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ حق تعالےٰ ہی کے

پاس علم غیب کا ہے کوئی نہیں جانتا اس کو سوائے اس کے، پس اثبات علم غیب غیر حق تعالےٰ کو شرک صریح ہے۔ مگر ہاں جو بات حق تعالےٰ اپنے کسی مقبول کو بذریعہ وحی یا کشف بتا دیوے وہ اس کو معلوم ہو جاتی ہے اور پھر وہ مقبول کسی کو خبر دیوے تو اس کو بھی معلوم ہو جاتا ہے جیسا علم جنت و دوزخ اور رضا، وغیرہ کا حق تعالےٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بتلا دیا ہے اور پھر انہوں نے امت کو خبر دی چنانچہ اس آیت سورہ جن

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الآیۃ)

سے معلوم ہوا۔ سو حاصل اس آیت کا یہ ہوا کہ جس غیب امر کی خبر حق تعالیٰ اپنے مقبول کو دے دیوے تو اس کی خبر اس کو ہو جاتی ہے نہ یہ کہ تمام مغیبات حق تعالےٰ کے نبی کو کشف ہو جاتے ہیں کیوں کہ اگر یہ معنی اس کے ہوویں کہ تمام علم غیب رسول کو معلوم ہو جاتا ہے تو دوسری آیت صاف اس کے خلاف کہہ رہی ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۖ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ

ترجمہ! کہہ دے کہ میں نہیں مالک اپنے نفس کے واسطے کسی نفع اور کسی ضرر کا مگر جو خدائے تعالےٰ چاہے، اور جو میں غیب کو جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور کوئی برائی مجھ کو نہ لگتی۔

پس صاف روشن ہو گیا کہ مغیبات آپ کو معلوم نہیں اپنا نفع اور ضرر بھی آپ کے اختیار میں نہیں تو یہ عقیدہ البتہ خلاف نص قرآن کے شرک ہوا۔

خود دوسری آیت میں موجود ہے۔ "لا ادری ما یفعل بی ولا بکم"
ترجمہ! میں نہیں جانتا کہ کیا کیا جاوے گا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ،
پس جب صاف ظاہر ہوگیا کہ رسول علیہ السلام کو ہرگز علم غیب نہیں مگر
جس قدر اطلاع دی جاوے، اور اس پر بہت آیات و احادیث شاہد ہیں
تو خلاف اس کے عقیدہ کرنا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب غیب کو جانتے
ہیں شرک قبیح جلی ہووے گا۔ معاذ اللہ، حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے
عقیدہ فاسدہ سے نجات دیوے۔ آمین۔ پس ایسے عقیدے والا مشرک
ہوا۔ اور جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا
بھی ناجائز ہوگا اگر یہ عقیدہ کرکے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم
غیب کے تو خود کفر ہے۔ اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر کلمہ مشابہ بکفر
ہے البتہ اگر اس کلمہ کو درود شریف کے ضمن میں کہے اور یہ عقیدہ کرے
کہ ملائکہ اس درود شریف کو آپ کے پیش عرض کرتے ہیں تو درست ہے کیونکہ
حدیث شریف میں ہے کہ ملائکہ درود بندۂ مومن کا آپ کی خدمت میں
عرض کرتے ہیں اور ایک صنف ملائکہ اسی خدمت پر ہیں۔ فقط۔

(فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص۶،۷)

"زلزلہ" کے مصنف نے اس پورے فتوے سے صرف اتنا جملہ نقل کیا ہے۔ اور
جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا"۔

(زلزلہ ص)

اب پورا فتوے ناظرین کرام کے سامنے ہے اس میں چار باتیں پوری صراحت، اور

وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔

فتوے کے چار خاص نکات

(۱) ایک یہ کہ اللہ تبارک وتعالےٰ وحی یا کشف وغیرہ کے ذریعہ اپنے مقبول بندوں یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء کرام کو غیب کی باتوں کی اطلاع دیتا ہے جس سے ان کو ان مغیبات کی خبر اور اطلاع ہوجاتی ہے اور پھر ان کے بتلانے سے عام امتیوں کو بھی اطلاع ہوجاتی ہے جس طرح کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو، جنت و دوزخ وغیرہ امورآخرت کے بارہ میں بہت کچھ بتلایا اور انہوں نے اپنی امتوں کو بتلایا۔ حالانکہ جنت و دوزخ وغیرہ یہ سب چیزیں غیب میں ہیں اور ان کے علاوہ، عالم غیب کی ہزاروں چیزیں ہیں جن کی اطلاع حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو وحی سے ہوئی اور آپ نے امت کو ان کی اطلاع دی۔

(۲) دوسری بات اس فتوے میں صراحت کے ساتھ یہ بھی موجود ہے کہ شرک کا حکم اسی صورت سے متعلق ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم یا دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے سب غیب کے علم کا عقیدہ رکھا جاتے جو بلاشبہ شرک ہے۔

(۳) تیسری بات اس فتوے میں صراحت کے ساتھ یہ موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو" یارسول اللہ" کے الفاظ سے ندا کرنے کو ناجائز اسی صورت، میں کہا گیا ہے جب کہ یہ ندا اور پکارنا اس مشرکانہ عقیدہ کی بنیاد پر ہو کہ آپ عالم الغیب ہیں اور جس طرح اللہ تبارک وتعالےٰ ہماری دعا اور پکار کو ہر جگہ سے سنتا ہے اسی طرح حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم بھی عالم الغیب ہونے کی وجہ سے، سنتے ہیں۔

(۴) چوتھی بات اس فتوے میں یہ بھی بصراحت موجود ہے کہ اگر کوئی شخص اس نظریہ کی، بنیاد پر کہ فرشتے ہم امتیوں کا درود وسلام حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو پہنچاتے ہیں (جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے) درود وسلام میں حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو یارسول اللہ خطاب کرے تو جائز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حروف ندا سے خطاب کرنیکے بارہ میں ایک فتویٰ

اسی ندا سے متعلق ایک فتویٰ اسی "فتاوٰے رشیدیہ" کا، ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے سوال کیا گیا کہ اس طرح کے اشعار پڑھنے کا کیا حکم ہے۔

یارسول کبریا فریاد ہے	یامحمد مصطفیٰ فریاد ہے
مدد کر بہر خدا حضرت محمد مصطفیٰ	میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے

حضرت مولانا نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا۔

"ایسے الفاظ پڑھنے محبت میں اور خلوت میں بایں خیال کہ حق تعالےٰ آپ کی ذات کو مطلع فرما دیوے، یا محض محبت سے بلا کسی خیال کے جائز ہیں اور بعقیدہ "عالم الغیب" اور "فریاد رس" ہونے کے شرک ہیں۔ اور مجامع میں منع ہیں کہ عوام کے عقیدہ کو فاسد کرتے ہیں، لہٰذا مکروہ ہو دیں گے۔ فقط۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

(فتاوٰے رشیدیہ حصہ اول صہ ۹)

اس موضوع اور مسئلہ سے متعلق ایک اور زیادہ مفصل فتوٰے

اسی موضوع اور مسئلہ کے متعلق حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا ایک اور فتوٰے بھی ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں۔

ایک صاحب علم نے مندرجہ ذیل ندائیہ اشعار کے بارہ میں سوال کیا تھا کہ ان کا پڑھنا کیسا ہے؟ ؎

یا رسول اللہ انظر حالنا	یا نبی اللہ اسمع قالنا
اننی فی بحر ھم مغرق	خذ یدی سھل لنا اشکالنا
یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ	سواک عند حلول الحادث العمم

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اس کا جواب تحریر فرمایا ہے۔

الجواب یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ ندا غیر اللہ تعالےٰ کو کرنا دور دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں مثلاً یہ جانے کہ حق تعالےٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا یا باذنہ تعالےٰ ملائکہ پہنچا دیں گے جیسا درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں، یا عرض حال محل تحسر و حرمان میں، کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ، پس اس اقسام سے کلمات مناجات واشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک نہ معصیت ہگر ہاں بوجہ موہم ہونے کے ان کلمات کا مجامع میں کہنا مکروہ ہے کہ عوام کو ضرر ہے۔ اور فی حد ذاتہ ایہام بھی ہے لہذا نہ ایسے اشعار کا پڑھنا منع ہے اور

نہ اس کے مؤلف پر طعن ہو سکتا ہے اور کراہت موہم ہونے کی بوجہ
غلبۂ محبت کے منجر ہو جاتی ہے ؟ (فتاوی رشیدیہ جلد سوم ص۱۹)

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے ان فتووں سے مسئلہ علم غیب ، اور ،
رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو حروف ندا کے ذریعہ خطاب کے بارہ ،
میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا مسلک اور نقطۂ نظر تفصیل اور وضاحت کے
ساتھ معلوم ہو جاتا ہے ۔ یہ سب فتوے اسی فتاوی رشیدیہ میں موجود ہیں جس کے
حوالے "زلزلہ" کے مصنف نے دیئے ہیں ۔ لیکن جیسا کہ ناظرین کرام کو تفصیل سے معلوم
ہو چکا ہے ۔ ان حوالوں کا حال یہ ہے کہ سب سے پہلے حوالے میں یہ خیانت کی کہ درمیان
سے وہی جملہ حذف کر دیا جو بنیادی اہمیت رکھتا تھا ۔ اور آخری حوالہ میں یہ حرکت
کی کہ اس مفصل فتوے سے جو فتاوے رشیدیہ کے حصہ سوم کے ص۶۸ سے ، ابھی
دو تین صفحے پہلے نقل کیا جا چکا ہے ، صرف یہ جملہ نقل کیا کہ

"جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہیں ہوتا تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز
ہو گا "

حالانکہ اس مفصل فتوے میں وہ سب کچھ موجود ہے جس سے مسئلہ علم غیب اور
ندائے یا رسول اللہ وغیرہ کے بارے میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا
مسلک اور نقطۂ نظر پوری طرح واضح ہو جاتا ہے اور ہم ابھی اس کی وضاحت کر چکے ہیں

مسئلہ علم غیب سے متعلق زلزلہ میں حضرت تھانوی کی عبارات

زلزلہ کے مصنف نے علم غیب سے متعلق تقویۃ
الایمان اور فتاوی رشیدیہ کی عبارتیں نقل کرنے کے بعد
مندرجہ ذیل چند عبارتیں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ

تعالےٰ علیہ کی بھی درج کی ہیں ۔

(۱) کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو ہر وقت خبر رہتی ہے ۔ (کفر و شرک ہے)۔ (بہشتی زیور ج ۱ ص۳۰)

(۲) کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی (کفر و شرک ہے)۔

(بہشتی زیور ج ۱ ص۳۰)

یہاں یہ وضاحت ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ان دونوں فقروں کے آخر میں قوسین میں (کفر و شرک ہے) کے الفاظ "بہشتی زیور" میں نہیں ہیں "زلزلہ" کے مصنف نے مطلب کی وضاحت کے لئے اضافہ کئے ہیں ۔ اصلی واقعہ یہ ہے کہ "بہشتی زیور" میں عنوان دیا گیا ہے ۔

"**کفر و شرک کی باتوں کا بیان**" اور حاشیہ میں یہ وضاحت کی گئی ہے ۔

عہ یعنی ان باتوں کا بیان جن کو کفر و شرک سے ایک قسم کا خاص تعلق ہے خواہ اس وجہ سے کہ موجب کفر و شرک ہیں یا اس وجہ سے کہ وہ رسوم و اوضاع کفار و مشرکین سے ہیں یا اس وجہ سے کہ وہ موہم شرک ہیں یا اس وجہ سے کہ وہ مفضی الی الشرک ہیں ۔ (اختری بہشتی زیور ج ۱ ص۳۰)

اسی عنوان "کفر و شرک کی باتوں کا بیان" کے ذیل میں یہ بھی لکھا گیا ہے ۔

"کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو ہر وقت ضرور خبر رہتی ہے "

"کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگی "

ظاہر ہے کہ جو جاہل عوام اس طرح کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ یہی سمجھتے ہیں کہ وہ پیر یا بزرگ عالم الغیب ہیں ، اور جیسا کہ ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں اور جیسا کہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب

رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ وغیرہ کی عبارت سے معلوم ہو چکا اب اس کے شرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں
مزید تفصیل ان شاء اللہ العزیز اس کی آگے آئے گی۔
"زلزلہ" میں حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی تیسری عبارت "حفظ الایمان"
سے یہ نقل کی گئی ہے۔
"بہت سے امور میں آپ کا (یعنی حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا) خاص اہتمام
سے توجہ فرمانا اس کے باوجود مخفی رہنا ثابت ہے۔ قصہ افک میں آپ کی
تفتیش واستکشاف بالغ وجوہ صحاح میں مذکور ہے مگر صرف توجہ سے انکشاف
نہیں ہوا"
اس کی کسی وضاحت کی ضرورت نہیں کون اتنا جاہل اور بے خبر ہے جو اس سے انکار یا
اس میں بحث کر سکے۔
چوتھی اور آخری عبارت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی زلزلہ میں یہ
نقل کی گئی ہے۔
"یا شیخ عبد القادر ویا شیخ سلیمان کا وظیفہ پڑھنا جیسا عوام کا عقیدہ ہے
ان کے مرتکب ہونے سے بالکل اسلام سے خارج ہو جاتا ہے مشرک بن جاتا ہے"
(فتاویٰ امدادیہ ج ۴ ص ۵۶ زلزلہ ص)
اس میں صراحت کے ساتھ یہ بات کہی گئی ہے کہ اس طرح کا وظیفہ پڑھنے پر اسلام سے
خارج اور مشرک ہونے کا حکم اسی صورت میں لگایا جائے گا جب کہ جاہل عوام کی طرح ان کو
عالم الغیب اور اپنے اختیار وقدرت سے متصرف سمجھ کے یہ وظیفہ پڑھے ہم نے ایسے جاہلوں
کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور ان کی صریح مشرکانہ باتیں اپنے کانوں سے سنی ہیں۔

بلاشبہ ایسے لوگ اسلام سے قطعاً خارج اور مشرک ہیں ۔

شیئاً للہ کے وظیفہ کے بارہ میں قاضی ثناء اللہ کا فتویٰ

اب سے تقریباً دو سو سال پہلے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاذ اور تفسیر مظہری کے مصنف عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "ارشاد الطالبین" میں اس وظیفہ کے بارہ میں بعینہٖ وہی لکھا ہے جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

آنچہ جہال میگویند یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئاً للہ جائز نیست شرک و کفر است ۔

وہ جو جاہل لوگ کہتے ہیں ، یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئاً للہ یہ جائز نہیں ہے بلکہ یہ شرک و کفر ہے ۔

("ارشاد الطالبین" ص ۲)

حضرت مولانا عبد الحی لکھنوی کا فتویٰ

اسی طرح حضرت مولانا عبد الحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس وظیفہ کو ناجائز لکھا ہے اور اگر حاضر و ناظر اور متصرف سمجھ کر پڑھے تو اس کو شرک و کفر کہا ہے ۔ ملاحظہ ہو

"مجموعۃ الفتاویٰ" مولانا عبد الحی جلد اول ص ۲۵۴ "

"زلزلہ" میں علم غیب سے متعلق حضرت شاہ اسماعیل شہید ، حضرت مولانا گنگوہی حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے علاوہ جماعت دیو بند سے تعلق رکھنے والے متعدد حضرات کی اور بھی چند عبارتیں نقل کی ہیں ۔ ہم ان کا نقل کرنا بے جا طوالت سمجھتے ہیں ان سب کے بارہ میں اتنا ہی بتا دینا کافی ہے کہ ان میں غیر اللہ سے جس علم غیب کی نفی کی

گئی ہے اور جس کے اعتقاد کو شرک یا کفر کہا گیا ہے وہ وہی ہے جو اللہ تبارک وتعالےٰ کی صفت خاصہ ہے یعنی اللہ تعالےٰ کے بتلائے بغیر اپنے ارادہ اور اختیار سے غیب کا علم حاصل کر لینا یا بلا استثنا جمیع غیوب کا علم۔ بلاشبہ یہ علم اللہ تبارک وتعالےٰ ہی کی شان وصفت ہے اور اللہ تبارک وتعالےٰ کے سوا کسی کے لئے بھی اس کا ثابت کرنا شرک وکفر ہے۔ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ اور وعندہٗ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو اور وللہ غیب السمٰوٰت والارض وغیرہ آیات میں اسی کو اللہ تبارک وتعالےٰ کی خاص صفت بتلایا گیا اور اسی کی تمام مخلوقات سے نفی کی گئی ہے۔ اور فقہاء حنفیہ اور دوسرے علمائے امت نے اسی کے اعتقاد پر کفر وشرک کا حکم لگایا ہے اور جیسا کہ ہم نے پچھلے صفحات میں بھی عرض کیا ہے ان حضرات کی عبارتیں ہم انشاء اللہ العزیز عنقریب پیش کریں گے۔

اس مرحلہ پر پہنچ کر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مسئلہ علم غیب کے بارے میں حضرات علماء دیوبند کا مسلک وعقیدہ جو دراصل تمام اہل حق سلف وخلف کا عقیدہ ہے منقح طور پر ناظرین کرام کے سامنے پیش کر دیں۔

عقیدۂ علم غیب سے متعلق مسلک کی تنقیح

عقیدہ علم غیب کی چند شکلوں کو اور ان کے بارہ میں اپنے عقیدہ اور مسلک کو ہم ذیل میں نمبر وار درج کرتے ہیں، ناظرین کرام غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)

پہلی شکل غالباً اس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ جو قومیں خدا تعالےٰ کو سب مخلوقات کا خالق اور سارے عالم اور تمام کائنات کو اس کی مخلوق مانتی ہیں وہ سب یہ بھی تسلیم کرتی ہیں کہ کسی بھی مخلوق میں جو صفت ہے وہ خالق کی عطا کی، ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ مشرکین جو اپنے دیوتاؤں کے لئے الوہیت اور علم غیب اور مستقل اختیاری تصرف کی قدرت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کے سارے شرک کی بنیاد اسی پر ہے وہ بھی (جیسا کہ پہلے تفصیل سے تبلایا جا چکا ہے)، یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارے دیوتاؤں کو یہ صفات اور یہ درجے اللہ تعالےٰ ہی نے عطا کئے ہیں وہ اس کے مقرب اور، چہیتے ہیں۔

اور یہ مسئلہ عقلی بھی ہے۔ ایسی صفات اور ایسے کمالات جو کسی کے عطا کئے ہوئے بالکل نہ ہوں صرف واجب الوجود میں ہوسکتے ہیں جو ہستیاں اپنی ذات سے واجب الوجود نہیں ہیں بلکہ انکو وجود بھی دوسرے نے بخشا ہے ان کی کوئی صفت اور کوئی کمال بھی ایسا نہیں ہوسکتا جو دوسرے کا عطا کیا نہ ہو، ان کے لئے کسی بھی ایسے کمال کا حاصل ہونا عقلاً بھی محال ہے۔ اسی بنا پر یہ حقیقت بالکل مسلّمہ ہے کہ کسی بھی مخلوق کو ایسا "ذاتی علم" ایک ذرہ کا بھی نہیں اور اس میں "غیب" کی کوئی خصوصیت نہیں۔

عالم شہادت کے بھی کسی ذرہ کا اور ایک بال اور ایک ناخن کا بھی کسی مخلوق کو ایسا "ذاتی علم" نہیں۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم، یا کسی ولی یا کسی بھی مخلوق کو عالم غیب یا عالم شہادت کے ایک ذرہ کا بھی ایسا "ذاتی علم" ہے وہ سب کے نزدیک مشرک ہے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے بھی اس کو صراحتہً لکھا ہے اپنے رسالہ "خالص الاعتقاد" میں لکھتے ہیں۔

"علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے غیر کے لئے محال ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے۔" (خالص الاعتقاد ص۲۲)

یہ بات خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اس عبارت میں خدا کے سوا کسی کے لئے بھی ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر سے کمتر کا "ایسا ذاتی علم" ماننے والے کو کافر و مشرک قرار دینے کے علاوہ غیر اللہ کے لئے اس کے حصول کو محال بھی کہا ہے (یعنی یہ عقل کی رو سے بھی محال اور ناممکن ہے) اسی لئے مشرکین بھی اپنے معبودوں کے لئے "ایسا ذاتی علم" نہیں مانتے تھے اور دنیا میں کوئی ایسا مشرک فرقہ نہیں بتایا جا سکتا جو اپنے معبودانِ باطل کے لئے یہ خدا والا "ذاتی علم" ثابت کرتا ہو۔ اسی لئے قرآن مجید میں اس کے بارہ میں کوئی مستقل بحث نہیں کی گئی جس طرح کہ یہ بحث نہیں کی گئی کہ واجب الوجود صرف ایک، اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا کوئی دوسرا واجب الوجود نہیں ہے کیوں کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین سب ہی اس کو تسلیم کرتے تھے۔

بہر حال ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے اور اپنے معلومات کی حد تک ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا کو خدا ماننے والی سب ملتوں اور قوموں کا اس پر اتفاق ہے۔ اور ہم ابھی بتا چکے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کو بھی یہ تسلیم ہے، کہ اس خاص اصطلاح کے مطابق "ذاتی علم" ایک ذرہ کا بھی کسی مخلوق کے لئے ماننا شرک و کفر ہے اور عقل کی رو سے بھی بالکل محال ہے اور اس بارہ میں غیب اور شہادت میں کوئی فرق نہیں۔

(۲)

عقیدہ علم غیب کی دوسری شکل

دوسری صورت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم اور دوسرے انبیائے علیہم السلام اور اولیائے کرام کے متعلق یہ تو مانا جائے کہ ان کو وہ "ذاتی علم" تو ایک ذرہ کا بھی نہیں ہے جس کا ذکر پہلے نمبر میں کیا گیا ہے۔ لیکن یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو علم غیب کی صفت مستقل طور سے عطا فرما دی ہے اور گویا غیب کو دیکھنے والی آنکھ ان کو دے دی گئی ہے جس کی وجہ سے سارا غیب ان کے سامنے ہے کوئی چیز اور کوئی حال ان سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے اور اس معاملہ میں اب وہ مستقل اور مختار ہیں۔ ایسا نہیں کہ وحی آئے تو معلوم ہو اور نہ آئے تو معلوم نہ ہو بلکہ غیب کی کنجی ان کے حوالے ہو گئی ہے جس کی وجہ سے تمام غیب کا علم اب ان کے اپنے اختیار میں ہے اور یہ صفت ان کی ذات میں ودیعت کر دی گئی ہے۔ وہ تو جیسا کہ ہم پہلے تفصیل سے بتلا چکے ہیں۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو مشرکین اپنے دیوتاؤں کے بارہ میں رکھتے تھے اور بہت سے جاہل عوام رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم اور اولیائے کرام کے بارہ میں بالکل یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

بہت سے جاہل عوام یہی علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں

راقم الحروف کو ایک دفعہ اب سے چند برس پہلے بریلوی خیالات رکھنے والے ایک ایسے صاحب سے علم غیب ہی کے موضوع پر گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ جو عالم مولوی تو نہ تھے لیکن، اردو خواں تھے میں نے ان سے جب یہ کہا کہ ہم لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو وحی کے ذریعہ غیب کی ہزاروں، لاکھوں باتوں کی اطلاع دی ہے۔ تو انہوں نے برجستہ کہا کہ وحی کے ذریعہ جو کچھ خدا تعالےٰ نے بتلایا وہ علم غیب کہاں

ہوا۔ علم غیب کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ کو غیب کا علم دے دیا گیا ہے اور آپ کو سب خود بخود معلوم ہے۔ جہاں تک ہم نے اندازہ کیا ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ سارا عالم غیب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی نگاہ کے سامنے ہے اور آپ کا علم تمام مغیبات کو محیط ہے۔ مشرکین اپنے دیوتاؤں کے لئے یہی علم غیب مانتے تھے یہ بالکل وہی عقیدہ ہے جو کہ مشرکین کا اپنے معبودوں کے بارہ میں تھا اور یہ بلاشبہ شرک ہے۔ اور فقہ و فتاویٰ وغیرہ کی کتابوں میں "علم غیب" کے جس عقیدے پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے وہ یہی ہے۔ اور چونکہ یہ عقیدہ رکھنے والے اس علم غیب کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی یا اولیاء اللہ کی ذات کی صفت مانتے ہیں اور اس صفت میں ان کو مستقل اور مختار کہتے ہیں اس لئے بعض مصنفین نے اس کو ذاتی یا مستقل علم غیب بھی کہا ہے اور یہ تعبیر بھی غلط نہیں ہے لیکن بعض لوگوں کو اس سے غلط فہمی ہو جاتی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ پہلی والی شکل ہے حالانکہ وہ تو دنیا میں کھلے سے کھلے مشرک اور یہود و نصاریٰ کا بھی عقیدہ نہیں ہے۔ کسی گمراہ سے گمراہ مسلمان کا وہ عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے وہ تو بالکل خارج از بحث ہے۔

بعض بریلوی مصنفین کی عبارتوں سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ لیکن ان عبارتوں میں تاویل کی گنجائش ہے اس لئے ہم قطعیت کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان لوگوں کا یہی عقیدہ ہے۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ اگر واقع میں ان کا ایسا ہی عقیدہ ہے تو بلاشبہ یہ عقیدہ مشرکانہ ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر فتح العزیز میں نصاریٰ کی طرح افراط اور غلو کی گمراہی میں مبتلا ہونے والوں کے مشرکانہ اور کافرانہ عقائد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"یا رتبہ ائمہ و اولیاء را برابر رتبہ انبیاء و مرسلین گرداند، و انبیاء و مرسلین را لوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہرکس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کند"

(صٓ)

یا اماموں اور ولیوں کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں کے برابر ماننے، اور نبیوں اور رسولوں کے لئے وہ صفات ثابت کرے جو الوہیت کے لوازم میں سے ہیں، مثلاً علم غیب اور ہر شخص کی فریاد ہر جگہ سن لینا اور تمام مقدورات پر قدرت "

اس عبارت میں "علم غیب" کے لفظ سے وہی دوسری صورت مراد ہے اور جیسا کہ تفصیل سے ہم بتلا چکے ہیں، عرب کے مشرکین بھی اپنے دیوتاؤں کے لئے علم غیب کی یہی صورت ثابت کرتے تھے اور جاہل، گمراہ مسلمانوں کا عقیدہ بھی یہی ہے، وہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کی ذات میں "علم غیب" کی صفت رکھ دی ہے اور اب آپ کی ذاتی، اختیاری، مستقل صفت ہے اور یہ عقیدہ بلاشبہ مشرکانہ ہے اور عقائد اور فقہ کی کتابوں اور دوسرے اکابر علماء امت کی تحریروں میں ہے اس پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے۔ عقائد اہلسنت کی مشہور درسی کتاب شرح عقائد نسفی میں ہے۔

کتب عقائد و فقہ کی وہ عبارات جنہیں اس عقیدہ کو کفر قرار دیا گیا ہے!

وبالجملة العلم بالغیب امر تفرد بہ اللہ تعالیٰ لا سبیل الیہ للعباد الا باعلام منہ او الہام۔

(شرح عقائد نسفی صـ۱۲۳)

"الحاصل علم غیب ایسی چیز ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی میں ہے بندوں کی اس تک رسائی نہیں مگر صرف اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ (وحی کے ذریعے) انکو بتلا دیں یا الہام فرما دیں "

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیب کا ایسا علم جو اللہ تعالےٰ کی وحی یا الہام .... کے بغیر بطور خود حاصل ہو۔ یہ اللہ تعالےٰ کی صفت خاصہ ہے ۔

مشہور محقق حنفی عالم مُلا علی قاری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے شرح فقہ اکبر میں پہلے یہی بات بالکل انہی الفاظ میں لکھی اس کے بعد فرمایا ۔

ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما علمہم اللہ تعالیٰ احیانا وذکر الحنفیہ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ قول تعالیٰ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ کذا فی المسامرۃ ۔

(شرح فقہ اکبر ص۱۸۲)

معلوم ہونا چاہئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کی صرف انہی باتوں کو جانتے ہیں جو اللہ تعالےٰ نے وقتاً فوقتاً ان کو بتلا دیں اور فقہاء حنفیہ نے اس عقیدہ کو کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو علم غیب تھا صراحۃً کفر قرار دیا ہے کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد "قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ" کے بالکل معارض اور مقابل ہے ۔ شیخ ابن الہمام نے مسامرہ میں اسی طرح ذکر کیا ہے ۔"

اور جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے اس بیان سے بھی معلوم ہوا یہی بات قریب قریب انہی الفاظ میں شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اپنی کتاب مسامرہ میں بھی لکھی ہے۔

(المسامرہ ص۲۰۲)

ملا علی قاری اور شیخ ابن الہمام نے فقہاء حنفیہ کے جس تکفیری حکم اور فتوے کا حوالہ دیا ہے وہ کتاب النکاح کا مشہور جزئیہ ہے جو فقہ و فتاویٰ کی اکثر کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے ۔

ابن نجیم جن کو بحر مذہب ابی حنیفہ کہا جاتا ہے انہوں نے فتاویٰ قاضی خاں اور خلاصۃ الفتاویٰ کے حوالے سے "البحرالرائق" میں نقل کیا ہے۔

تزوج بشہادۃ اللہ ورسولہ لا ینعقد النکاح ویکفر لاعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب	اگر کسی شخص نے اللہ و رسول کو گواہ قرار دے کے کسی عورت سے نکاح کیا تو یہ نکاح شرعاً صحیح نہ ہوگا اور وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے علم غیب کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے کافر قرار دیا جائے گا۔

اور عالمگیری اور عینی اور بزازیہ اور درمختار وغیرہ فقہ و فتاویٰ کی کتابوں میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح لکھا گیا ہے لہ۔

لہ یہاں اس بات کا ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن عابدین شامی نے "ردالمحتار" میں فقہ کی بعض دوسری کتابوں کے حوالے سے نکاح والے اس مسئلہ میں دوسرا قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ ایسے شخص کو کافر نہ کہا جائے۔ لیکن ساتھ ہی اس کی بنیاد یہ ذکر کی ہے کہ امت کے معاملات و اعمال کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی روح مبارک پر پیش کیا جانا بعض حدیثوں سے معلوم ہوا ہے اور یہ بھی ایک مسلّم بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بعض غیوب کی اطلاع دی جاتی ہے۔ تو یہ امکان اور احتمال ہے کہ اس شخص نے اسی بنا پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کو نکاح کا گواہ قرار دیا ہو۔ تو اگرچہ یہ نکاح تو صحیح نہ ہوگا لیکن اس تاویل و احتمال کی گنجائش کی وجہ سے اس کو کافر نہ کہا جائے گا۔ یہ ان فقہاء کے کلام کا خلاصہ ہے جن کا تکفیر کے بارہ میں اختلاف علامہ شامی نے نقل کیا ہے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

بریلویوں کی مہمل تاویل

ہمیں معلوم ہے کہ بریلوی مولوی صاحبان ان عبارتوں کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ ان میں پہلی قسم کے ذاتی علم غیب کا عقیدہ رکھنے والوں پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے اور اس کو ہم بھی شرک وکفر کہتے ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ یہ بالکل مہمل بات ہے ان عبارتوں میں یہ تاویل کسی طرح نہیں چل سکتی ہم تفصیل سے بتلاچکے ہیں کہ پہلی قسم کے "ذاتی علم" کا عقیدہ تو ابوجہل اور ابولہب جیسے مشرکین بھی نہیں رکھتے تھے کوئی جاہل سے جاہل مسلمان اس کا عقیدہ کیسے رکھ سکتا ہے اور وہ تو عقل کی رو سے بھی محال ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ واضح قرینہ یہ ہے کہ اس ذاتی علم میں تو غیب اور شہادت میں کوئی فرق نہیں. عالم شہادت کے بھی ایک ذرہ کا وہ ذاتی علم کسی مخلوق کے لئے ماننا شرک وکفر ہے حالانکہ ان عبارتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کفر کا یہ حکم "غیب کا علم" ماننے کی بنیاد پر ہے عام علم ماننے کی بنیاد پر نہیں۔ بس اگر ان عبارتوں سے پہلی قسم والا "ذاتی علم" مراد لیا جاتے تو ان فقہاء اور متکلمین کی یہ سب عبارتیں بالکل مہمل ہوجائیں گی۔

بہرحال متکلمین اور فقہاء کے اس حکم کفر کا تعلق عقیدہ علم غیب کی پہلی صورت سے نہیں بلکہ دوسری صورت سے ہے۔

اس سلسلہ میں ایک عبارت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ناظرین کرام اور پڑھ لیں۔ "ارشاد الطالبین" میں فرماتے ہیں۔

(۱ بقیہ حاشیہ ص) لیکن اسی سے ظاہر ہے کہ ان فقہا کو بھی اس بنیادی بات سے اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے علم غیب کا عقیدہ موجب کفر ہے۔ جیسا کہ ان کے کلام سے بالکل ظاہر ہے۔ ۱۲

مسئلہ :- اولیار را علم غیب نباشد مگر از مغیبات بطریق خرق عادت بکشف یا الہام آنہا را علم دہند و علم غیب مراولیاً را گفتن کفر است قال اللہ تعالیٰ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب
(ارشاد الطالبین ص۹۱)

اولیار اللہ کو علم غیب نہیں ہوتا ہاں مگر کچھ غیب کی چیزیں بطور خرق عادت وکرامت کشف یا الہام کے ذریعہ ان کو اللہ تعالےٰ بتلا دیتے ہیں اور اولیار اللہ کے لئے علم غیب کی صفت کا ماننا کفر ہے اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ اے ہمارے نبی تم کہدو اور اعلان کر دو کہ لوگو میں تم سے یہ نہیں کہتا اور اس کا دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے قبضے میں اللہ کے خزانے ہیں، نہ میں اس کا دعویٰ کرتا ہوں کہ مجھے علم غیب ہے ۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اس مسئلہ میں اگرچہ براہ راست اولیار اللہ کے لئے علم غیب کی صفت ماننے کا ذکر کیا ہے اور اس کو کفر قرار دیا ہے لیکن اس پر قرآن مجید کی آیت سے جو استدلال کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے لئے یہ علم غیب مانے تو اس کا بھی یہی حکم ہے ۔

ارشاد الطالبین کی اس عبارت میں جس علم غیب کے ماننے کو قاضی صاحب نے کفر قرار دیا ہے وہ بھی وہی دوسری صورت ہے جس کو ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم یا کسی بزرگ یا کسی مخلوق کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کی ذات میں علم غیب کی صفت رکھدی ہے اب سارے غیب کا علم ان کے اختیار اور قابو میں ہے اور کچھ بھی ان سے پوشیدہ نہیں ہے ۔

(۳)

عقیدہ علم غیب کی تیسری صورت

تیسری صورت عقیدہ علم غیب کی یہ ہے کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ و بارک وسلم کے لئے نہ تو پہلی قسم کے ذاتی علم غیب کا عقیدہ رکھے، نہ دوسری قسم کے ذاتی اختیاری مستقل علم غیب کا، مگر یہ اعتقاد رکھے کہ حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وبارک وسلم کو اللہ تعالٰے نے جمیع غیوب کا علم عطا فرمادیا ہے ۔ یعنی جس طرح اللہ تعالٰے کو اپنے ازلی ذاتی علم سے تمام غیوب کا علم محیط حاصل ہے اسی طرح اللہ تعالٰے کی عطا اور تعلیم سے حضور کو بھی جمیع غیوب کا علم محیط حاصل ہے اور عالم غیب کی کوئی چیز جس طرح اللہ تعالٰے سے مخفی نہیں ہے حضور سے بھی مخفی نہیں ہے ۔ اللہ تعالٰے کے علم غیب اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وبارک وسلم کے علم غیب میں بس ذاتی اور عطائی کا فرق ہے تو یہ عقیدہ بھی بلاشبہ شرک وکفر ہے کیونکہ جمیع غیوب کا علم محیط بھی اللہ تعالٰے کی صفت خاصہ ہے ۔ اور چند صفحے پہلے ہم ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کی عبارت "موضوعات کبیر" کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں جس میں صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ ۔

"جو شخص اس کا قائل ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وبارک وسلم اور اللہ تعالٰے کا علم برابر ہے اس کے کفر پر اجماع ہے ۔"

اگرچہ ہمارے علم میں ہے کہ بعض غالی مبتدعین رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وبارک وسلم کے بارہ میں جمیع غیوب کے علم محیط تفصیلی کا یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں لیکن ہم اس پر مزید بحث کی ضرورت اس لئے نہیں سمجھتے کہ اس فرقہ کے امام الکل مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی نے صراحت کے ساتھ اس سے اپنی برات ظاہر کی ہے وہ اپنے رسالہ "خالص

الاعتقاد" میں لکھتے ہیں ۔

علم ذاتی اور علم بالاستیعاب محیط تفصیلی یہ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہیں (صت۲۳)

پھر آگے اسی صفحے پر لکھتے ہیں ۔

ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لئے علم بالذات جانیں اور عطاء الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع " (صت۲۳)

(۴)

عقیدہ علمِ غیب کی چوتھی صورت

چوتھی صورت عقیدہ علم غیب کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کے برابر جمیع غیوب کا علم محیط تفصیلی تو نہ مانا جائے لیکن ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر قیامت تک یا محشر کے حساب کتاب اور داخلہ جنت و نار تک جمیع اشیاء یعنی تمام کائنات حاضرہ و غائبہ کی ایک ایک جزئی کے علم محیط تفصیلی کا عقیدہ رکھا جائے ۔

مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی نے اپنے رسالوں " الدولۃ المکیہ " اور " انباء المصطفیٰ " اور " خالص الاعتقاد " وغیرہ میں ۔ اور مولوی نعیم الدین مراد آبادی نے " الکلمۃ العلیا " میں اپنا عقیدہ یہی لکھا ہے اور اسی کی وکالت کی ہے ۔

اس عقیدہ کے بارہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کو علم غیب سے تعبیر کرنا بالکل مہمل اور جاہلانہ بات ہے لیکن بریلوی عوام و خواص نے اس کا عنوان علم غیب ہی مقرر کر رکھا ہے اس لئے ہم نے اس کو عقیدہ علم غیب کی چوتھی صورت قرار دیا ہے ۔

یہ عقیدہ ہمارے نزدیک شرک یا کفر تو نہیں ہے لیکن قرآن و حدیث کے بیسیوں بلکہ بیجاسوں واضح نصوص کے خلاف ایک سخت گمراہانہ عقیدہ ہے ۔ مگر یہاں پر ہم اس پر

بھی کسی استدلالی بحث کی ضرورت نہیں سمجھتے ۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کی کتاب " بوارق الغیب " نے ہمیشہ کے لئے اس بحث کو ختم کر دیا ہے ۔ اس میں بریلویوں کے اس عقیدے کے خلاف قرآن پاک کی چالیس آیتیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وبارک وسلم کی ایک سو حدیثیں پیش کی گئی ہیں اور ان کی تفسیر و تشریح میں مفسرین اور شارحین حدیث کی سینکڑوں عبارتیں ان کے علاوہ ہیں ۔ پھر جن آیتوں یا حدیثوں کی تاویل و توجیہ میں مولوی احمد رضا خاں وغیرہ بریلوی مصنفین و مناظرین نے جو کچھ اپنے رسائل میں لکھا ہے اس کا بھی بھر پور جواب دے کر مسئلہ کو بالکل بے غبار کر دیا گیا ہے اور اتمام حجت کا حق ادا کر دیا گیا ہے ۔

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیا علیہم السّلام کے علم کے بارہ میں ہمارا اور تمام اہل حق سلف وخلف کا عقیدہ اور مسلک !

عقیدہ علم غیب کی مندرجہ بالا چاروں صورتوں کے بارہ میں ہم اپنا اور اپنے اکابر کا نقطۂ نظر ، جو ہمارے نزدیک امت کے تمام اہل حق سلف و خلف کا مسلک ہے ، وضاحت کے کے ساتھ پیش کر چکے ہیں ۔ یہ کلمۂ توحید کے پہلے جزء " لا الٰہ " کی طرح علم غیب کے بارے میں ہمارے عقیدہ کا پہلا منفی اور سلبی جزء ہے ۔ مثبت اور ایجابی جزء " الا اللہ " کی طرح یہ ہے کہ ۔

انبیأ واولیأ کو وحی اور الہام کے ذریعہ امور غیب کی اطلاع دیجاتی ہے

اللہ تبارک وتعالےٰ نے تمام انبیا علیہم السّلام کو غیب کی ہزاروں لاکھوں باتوں کی اطلاع وحی کے مختلف طریقوں سے ہمیشہ اور ہر دَ

میں دی ہے اور پھر ان کے ذریعہ امتیوں کو بھی غیب کی ان باتوں کی اطلاع ہوتی رہی ہے اور اس میں سب سے زیادہ حصہ اور بلند مرتبہ اللہ تبارک وتعالٰے کے آخری رسول مقبول ہمارے آقا سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالٰے علیہ وبارک وسلم کا ہے۔ بس اللہ تعالٰے ہی جانتا ہے کہ اس علم میں آپ کا کیا مقام ہے۔ ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ۔ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور یہ کہ اللہ تبارک وتعالٰے کے بعد آپ ہی فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ کے مصداق ہیں۔

پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ اللہ تبارک وتعالٰے اپنے صالح اور مقرب بندوں کو بھی جن کو ہم اولیاء اللہ کہتے ہیں الہام اور کشف وغیرہ کے ذریعہ عالم غیب کی جن باتوں اور حقیقتوں کی اطلاع چاہتا ہے دے دیتا ہے اور یہ ان کی کرامت ہوتی ہے ہاں یہ فرق ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تبارک وتعالٰے کی طرف سے وحی کے ذریعہ جو کچھ بتایا جاتا ہے وہ بالکل قطعی اور یقینی ہوتا ہے۔ اور اولیاء اللہ کو کشف والہام وغیرہ کے ذریعہ جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ ایسا یقینی اور قطعی نہیں ہوتا۔

یہ اہل حق اور اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کتب عقائد میں بھی اس کو صراحت سے بیان کیا گیا ہے مگر چونکہ یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے اس لئے عبارتیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وحی والہام انبیاء واولیاء کے اختیار میں نہیں!

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ وحی وکشف والہام کے ذریعہ اس علم کا حاصل کرنا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا کہ جب چاہیں اپنے ارادہ اور اختیار سے اللہ تبارک وتعالٰے کی وحی یا اللہ تبارک وتعالٰے

کا الہام اتار لیں ۔ بلکہ اللہ تبارک وتعالےٰ جب چاہتا ہے اپنے ارادہ اور فیصلے سے وحی یا الہام فرماتا ہے یا کسی چیز اور کسی حال کو منکشف فرماتا ہے ۔

سیدالانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی زندگی کا مشہور ومعلوم واقعہ ہے کہ جب مکہ کے کچھ سرداروں نے علماءِ یہود کے مشورہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم سے روؔح کی حقیقت اور اصحٰبِ کہف، اور ذوالقرنین کی سرگزشت کے بارہ میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا میں کل بتلاؤں گا ، اس وقت انشاء اللہ کہنا غالباً آپ بھول گئے تھے اس کی وجہ سے روایات کے مطابق ، ۱۵ دن تک اس بارہ میں وحی نہیں آئی ۔

ظاہر ہے کہ ان دنوں میں آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو وحی کا کیسا انتظار رہا ہوگا ۔ ۱۵ دن کے شدید انتظار کے بعد سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ کہف کی متعلقہ آیتیں نازل ہوئیں جس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم ان سوال کرنے والوں کو جواب دے سکے اور ساتھ ہی یہ آیت پاک نازل ہوئی ۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۔

(یعنی کسی کام اور کسی بات کے بارہ میں تم یہ نہ کہا کرو کہ یہ میں کل کروں گا مگر یہ ضرور کہہ دیا کرو کہ اگر اللہ تبارک وتعالےٰ چاہے گا تو کروں گا)

بہرحال یہ واقعہ اور اس طرح کے بیسیوں پچاسوں واقعات جو حدیثوں میں مذکور ہیں وہ صاف بتلا رہے ہیں کہ وحی یا الہام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کے اختیار کی چیز نہیں ہے بلکہ سو فیصد اللہ تبارک وتعالےٰ کے اختیار میں ہے ۔

شیخ سعدیؒ نے اس مسئلے کو خوب سمجھایا ہے

سعدی علیہ الرحمۃ نے سیدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

واقعہ سے اس کو خوب سمجھایا ہے ۔

سیدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے گھر بار کے ساتھ علاقہ شام کے قصبہ کنعان میں رہتے تھے ۔ وہیں وہ واقعہ پیش آیا جو قرآن مجید میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے ۔ کہ ان کے ایک چھوٹے صاحبزادے سیدنا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے بڑے سوتیلے بھائیوں نے سازش کر کے قریب جنگل کے ایک کنوئیں میں ڈال دیا ۔ اور شام کو گھر آ کے سیدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہہ دیا کہ (سیدنا حضرت) یوسف (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو تو بھیڑیئے نے کھا لیا ۔ اگرچہ سیدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی اس بنائی ہوئی بات کا یقین نہیں آیا لیکن انہیں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ واقعہ ہوا کیا ۔

پھر مدتوں کے بعد یہ واقعہ ہوا کہ سیدنا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں کا قافلہ جب ان کا کُرتہ لے کر مصر سے کنعان کی طرف روانہ ہوا تو سینکڑوں میل کی مسافت پر سیدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کنعان میں اس کی خوشبو محسوس کرلی اور گھر والوں سے کہا کہ اِنِّی لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ ۔ (مجھے تو یوسف کی خوشبو آرہی ہے)۔

حضرت سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی واقعہ سے وحی اور کشف والہام کی حقیقت کو اس طرح سمجھایا ہے ۔ فرماتے ہیں ۔ ؎

یکے پرسید ازاں گم کردہ فرزند — کہ اے روشن گہر پیر خردمند
ز مصرش بوئے پیراہن شمیدی — چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی
بگفت احوال ما برق جہانست — دمے پیدا و دیگر دم نہانست
گہے بر طارم اعلیٰ نشینم — گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

مطلب یہ ہے کہ کسی نے سیدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا، یہ کیا

معاملہ ہے کہ سینکڑوں میل دور سے سیدنا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرتے کی خوشبو تو آپ نے سونگھ لی مگر جب بھائیوں نے ان کو کنعان کے قریب ہی ایک کنوئیں میں ڈال دیا تھا تو آپ اس کو نہیں دیکھ سکے ؟

انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا معاملہ آسمان پر چمکنے والی بجلی کی طرح ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی یا کشف کی روشنی نمودار ہوئی تو اجالے میں دور تک دیکھ لیا، اور وحی کی روشنی نہ آئی تو اندھیرے میں کچھ بھی نہیں دیکھ پاتے۔ کبھی تو ہم اس حال میں ہوتے ہیں کہ گویا بلند اٹاری پر بیٹھے ہیں اور نیچے دور تک نظر آ رہا ہے، اور کبھی حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے پاؤں کی پشت بھی نہیں دیکھ پاتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح پر رحمتیں نازل فرمائے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کے لئے وحی والہام اور کشف کے غیر اختیاری ہونے کو بہترین انداز میں سمجھا دیا ہے۔

خواب کی مثال

بالکل بے پڑھے عوام کے سمجھانے کے لئے میں عرض کرتا ہوں کہ اس مسئلے کو "خواب" سے بھی اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے جس طرح خواب دیکھنا کسی بندہ کے اختیار میں نہیں اسی طرح وحی والہام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جب ارادہ فرماتا ہے وحی یا الہام سے نوازتا ہے۔ اور جو کچھ بتلانا یا ظاہر فرمانا چاہتا ہے وہ ظاہر فرما دیتا ہے۔

علم غیب کے عقیدے کی جو تنقیح ان صفحات میں کی گئی ہے امید ہے کہ اس سے ناظرین کرام نے اس مسئلے کے ہر پہلو کو اور اس بارہ میں ہمارے اور تمام اہل حق کے مسلک کو پوری

طرح سمجھ لیا ہوگا ۔ اس کے بعد ہم کائنات میں تصرف کی قدرت کے مسئلہ کی بھی اسی، طرح وضاحت اور تنقیح کرنا چاہتے ہیں ۔
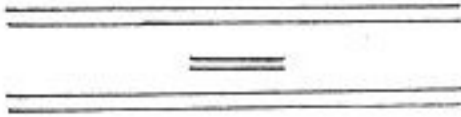
کائنات میں تصرف کی قدرت کے مسئلہ کی تنقیح

تصرف کے عقیدہ کی چند صورتیں

علم غیب کے عقیدہ کی طرح تصرف کے اس عقیدہ کی بھی چند صورتیں ہیں۔

(۱)

پہلی صورت

پہلی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کو کائنات میں تصرف کی کن فیکونی قدرت ازخود حاصل ہے اور وہ صرف اپنے ارادہ اور مشیت سے بغیر اسباب و آلات کے جو چاہے کرسکتا ہے اور کرتا ہے، اسی طرح تصرف کی یہ قدرت اللہ تعالیٰ کے سوا فلاں ہستی کو بھی ازخود یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا کے بغیر حاصل ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ اس درجہ کا شرک ہے جو ابوجہل وابولہب وغیرہ مشرکین عرب میں بھی نہیں تھا۔ ہم قرآنی آیات کی روشنی میں تفصیل سے بتلا چکے ہیں کہ مشرکین عرب اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کو خدا تعالیٰ کی مخلوق و مملوک کہتے تھے اور ان میں تصرف و حاجت روائی اور الوہیت وغیرہ کی جو خدائی صفات مانتے تھے ان کو خدا کی عطا کہتے تھے۔

دوسری صورت

"کائنات میں تصرف کی قدرت" کے عقیدے کی دوسری صورت یہ ہے کہ کسی نبی یا ولی یا پیر یا شہید یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی واقعی یا فرضی یا وہمی ہستی کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایسے پیارے

پہنچے اور ایسے مقرب ہیں کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے ان کو ایک درجہ اور دائرہ میں کن فیکونی تصرف کی قدرت دے دی ہے یعنی اب وہ صرف اپنے ارادہ وحکم سے تصرف کرسکتے ہیں کسی کا کام بنا اور بگاڑ سکتے ہیں ، ہماری حاجتیں پوری کرسکتے ہیں ، اور یہ ان کے اختیار میں ہے ۔

یہ بعینہٖ وہ عقیدہ ہے جو مشرکین عرب اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کے بارہ میں رکھتے تھے اور دنیا کی اکثر قوموں میں یہی شرک رہا ہے ۔ اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی "حجۃ اللہ البالغۃ" سے پورا مضمون اس کتاب کے صفحہ ــــــ پر نقل کیا جا چکا ہے انہی کی دوسری کتاب "الفوز الکبیر" کی ایک مختصر عبارت یہاں بھی پڑھ لی جائے ۔

شرک آنست کہ غیر خدا را صفات مختصہ خدا اثبات نماید مثل تصرف در عالم بارادہ کہ تعبیر ازاں بکن فیکونی مے شود ۔ (الفوز الکبیر ص)	شرک یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی ہستی کے لئے اللہ تعالےٰ کی خاص صفات ثابت کی جائیں مثلاً اپنے ارادہ سے عالم میں وہ تصرف کرنا جس کو "کن فیکونی" تصرف کہا جاتا ہے ۔

آگے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ ،

مشرکین عرب اپنے معبودوں کے لئے خدا تعالےٰ کا عطا کیا ہوا محدود اختیار اور تصرف کی محدود قدرت مانتے تھے لیکن عقیدہ رکھتے تھے کہ اس محدود دائرہ میں وہ اپنے ارادہ اور اختیار سے جو چاہیں کرسکتے ہیں اور کرتے ہیں ۔ یہی ان کا شرک تھا ۔ بہرحال اللہ تبارک وتعالےٰ کے سوا کسی ہستی کے لئے بھی اس طرح کے کن فیکونی اختیاری تصرف کا عقیدہ رکھنا بلاشبہ ، شرک ہے ۔ اگرچہ اس کو خدا کی عطا سے مانے ۔

ناظرین کرام ! یہاں حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی ایک عبارت

اور پڑھ لیں ۔ ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں ۔

اولیاء قادر نیستند بر ایجاد معدوم یا اعدام موجود پس نسبت کردن ایجاد و اعدام و اعطاء رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض وغیر آں بسوئے شاں کفر است ۔

(ارشاد الطالبین صفحہ)

اولیاء اللہ کو یہ قدرت نہیں ہے کہ کسی غیر موجود کو وجود بخش دیں یا کسی موجود کو معدوم اور نیست کردیں پس کسی چیز کو وجود بخشنے یا معدوم کرنے یا کسی کو رزق یا اولاد دینے یا کسی سے کوئی بیماری یا کوئی بلا دور کردینے کی کسی بزرگ ولی کی طرف نسبت کرنا کفر ہے ۔

انشاء اللہ العزیز ہم عنقریب تفصیل سے عرض کریں گے کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دوسرے اکابر علماء اہلسنت نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاءِ کرام کے لئے کائنات میں تصرف کی قدرت ثابت کرنے کو جو شرک یا کفر لکھا ہے وہ عقیدۂ تصرف کی یہی دوسری صورت ہے جس کو حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت قاضی ثناء اللہ نے بھی شرک و کفر قرار دیا ہے ۔

تیسری صورت

تصرف کے عقیدہ کی تیسری صورت یہ ہے کہ کسی نبی یا ولی کے لئے پہلی یا دوسری صورت اختیاری کن فیکونی تصرف کی قدرت کا عقیدہ تو نہ رکھا جائے لیکن یہ اعتقاد رکھا جائے کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ جب چاہتا ہے اپنی قدرت اور اپنے حکم سے بطور معجزہ یا کرامت کے، ان کے ہاتھ سے عالم کون میں تصرف کرادیتا ہے ۔ وہ تصرف اگرچہ ان کے ہاتھ سے ہوتا ہے لیکن دراصل وہ اللہ تبارک

وتعالیٰ کا فعل اور تصرف ہوتا ہے ۔ جو ان کے ہاتھ پہ ظاہر ہوتا ہے ، وہ ان کا اس طرح کا اختیاری فعل نہیں ہوتا جس طرح ان کے دوسرے عام اختیاری افعال ہوتے ہیں ۔ پھر بھی چونکہ وہ ان کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے اس لئے اس کی نسبت ان کی طرف کی جاتی ہے اور اس کو ان کا معجزہ اور ان کی کرامت کہا جاتا ہے تو یہ عقیدہ بالکل برحق ہے ۔

اسی طرح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کے بارہ میں یہ عقیدہ بھی برحق ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقبول اور مستجاب الدعوات بندے ہیں جب وہ کسی معاملہ میں قلب کی پوری توجہ اور الحاح کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کریں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی دعائیں قبول فرما کے اپنی کن فیکونی قدرت سے وہ کام کر ہی دیتا ہے تو اگرچہ وہ کام اور وہ تصرف اللہ تبارک وتعالیٰ کا فعل اور تصرف ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کا سبب اور وسیلہ اس مقبول اور مقرب بندہ کی توجہ اور دعا ہوتی ہے اس لئے اس کام اور تصرف کی نسبت اس مقبول بندہ کی طرف بھی کر دی جاتی ہے ۔ بہر حال تصرف کی یہ دونوں شکلیں برحق ہیں ۔

تصرّف کی چوتھی صورت

تصرف کی ایک صورت اور اس کا ایک درجہ وہ ہے جس کی صلاحیت اللہ تبارک وتعالیٰ نے کم یا بیش سب بندوں کو عطا فرمائی ہے اور وہ ہے خدا داد قوت وصلاحیت اور اس عالم اسباب میں پیدا کئے ہوئے اسباب و آلات کے ذریعہ یا جادو یا مسمریزم جیسے کسی فن اور باطنی توجہ جیسے کسی عمل کے ذریعہ اس عالم کی اشیاء میں اور احوال میں تصرف کرنا ، سو یہ تصرف جیسا کہ ہم سب کا تجربہ ہے ہم بندے اپنے ارادہ اور اختیار سے اور اپنی خدا داد قدرت سے کرتے ہیں اور یہ ہمارا فعل ہوتا ہے ہم اس کے بارہ میں مسئول اور اس کے گناہ یا ثواب کے مستحق ہوتے ہیں ۔ ظاہر

ہے کہ تصرف کی اس چوتھی صورت کے بارہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

بحث واختلاف تصرف کی کس صورت میں ہے!

بحث واختلاف اسی تصرف میں ہے جو بغیر اسباب و آلات کے اور بغیر کسی فن اور عمل کے صرف اپنی قدرت اور اپنے ارادہ اور حکم سے کن فیکونی طریقہ ہو۔[1] جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں، یہ صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی شان وصفت ہے

انما امرہ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی نبی یا ولی اور کسی مخلوق کو اس تصرف کی قدرت عطا نہیں فرمائی، ہاں مشرکین اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کے بارہ میں اس قسم کے تصرف کا عقیدہ رکھتے تھے اور بہت سے جاہل قبر پرست اور تعزیہ پرست قسم کے مسلمان، اماموں، اور پیروں، اور شہیدوں کے بارہ میں اسی طرح کے تصرف کا عقیدہ رکھتے ہیں اسی لئے حاجتی بن کر ان کے مزاروں پہ جاتے ہیں اور ان سے حاجتیں اور مرادیں مانگتے اور ان کے نام کی

---

[1] اس عالم میں مخلوق کے ذریعہ جو بھی تصرف ہوتا ہے، جس کا ذکر ابھی اوپر چوتھی صورت میں کیا جا چکا ہے، وہ ہاتھ، پاؤں وغیرہ اعضاء اور اسباب و آلات کے استعمال یا کسی فن اور عمل کے ذریعہ ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جو تصرف کسی نوع کا بھی ہوتا ہے وہ صرف اس کی مشیت کے فیصلہ اور حکم سے ہوتا ہے۔ "کن فیکونی تصرف" کا یہی مطلب ہے۔ اسی کو قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔

اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔

نذریں چڑھاتے ہیں ۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے تقویۃ الایمان میں اور دوسرے علماء حق نے اپنی تصانیف میں تصرف کے اس عقیدے کو شرک قرار دیا ہے اور بلاشبہ یہ مشرکانہ عقیدہ ہے ۔

تصرف سے متعلق تقویۃ الایمان کی عبارات و تصریحات

زلزلہ کے مصنف ارشد القادری صاحب نے تصویر کے پہلے رُخ میں تصرف کے موضوع سے متعلق صرف تقویۃ الایمان کی ایک اور صرف ایک عبارت نقل کی ہے اور وہ یہ ہے ۔

جو اللہ کی شان ہے اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کیساتھ کسی مخلوق کو نہ ملاوے خواہ کتنا ہی بڑا ہو ، اور کیسا ہی مقرب ، مثلاً یوں نہ بولے کہ اللہ ورسول چاہے گا تو فلانا کام ہوجائے گا کہ سارا کاروبار جہاں کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا یا کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلاں کے دل میں کیا ہے ، یا فلاں کی شادی کب ہوگی یا فلاں درخت میں کتنے پتے ہیں ، یا آسمان میں کتنے ستارے ہیں ، تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول ہی جانے ، کیوں کہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر ؟ ۔

(تقویۃ الایمان صـ۶۶ ، زلزلہ صـ۷)

زلزلہ کے مصنف نے تقویۃ الایمان کی اس عبارت سے پہلے کی اور بعد کی جو چند سطریں حذف کردی ہیں اگر وہ حذف نہ کی گئی ہوتیں تو ناظرین اس عبارت کی روح اور

اس کے مطلب وپیام کو صحیح طور پر سمجھ سکتے ہیں ۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مشکوٰۃ شریف کے حوالہ سے پہلے یہ حدیث شریف نقل کی ہے ۔

لا تقولوا ما شاء اللہ و شاء محمد وقولوا ما شاء اللہ وحدہٗ ۔

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یوں نہ بولا کرو کہ جو چاہے اللہ اور محمد ، وہ ہوگا بلکہ یوں ، بولا کرو کہ جو اکیلا اللہ چاہے وہی ہوگا "

اس کے آگے وہ عبارت ہے جو زلزلہ کے حوالہ سے اوپر نقل کی گئی ۔ اس کے آگے متصلاً یہ عبارت ہے ۔

" اور اس بات کا کچھ مضائقہ نہیں کہ کچھ دین کی بات میں کہے کہ اللہ و رسول ہی جانیں یا فلانی بات میں اللہ و رسول کا یہ حکم ہے کیوں کہ دین کی سب باتیں اللہ نے اپنے رسول کو بتا دی ہیں ، اور سب بندوں کو اپنے رسول کی فرمانبرداری کا حکم کر دیا "

(تقویۃ الایمان ص۶۶)

بہرحال تقویۃ الایمان کی عبارت کو پورے سیاق و سباق کے ساتھ دیکھا جائے تو ہر پڑھا لکھا سمجھ دار آدمی یہی سمجھے گا کہ جو کچھ اس میں کہا گیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد پاک ،

لا تقولوا ما شاء اللہ و شاء محمد ۔ الخ

کی روح اور اس کا پیام ہے اسی کے ساتھ اس میں یہ بھی صراحت ہے کہ دینی معاملات کے بارہ میں یہ کہنا درست ہے کہ " اللہ اور رسول ہی جانیں "

معلوم نہیں زلزلہ کے مصنف نے تصرف کے مسئلہ سے متعلق حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالے علیہ اور ہمارے دوسرے اکابر کی عبارتیں کس مصلحت سے نقل نہیں کیں حالانکہ اس سے متعلق بڑی صاف صریح عبارتیں "تقویۃ الایمان" اور "فتاوے رشیدیہ" وغیرہ میں موجود ہیں۔ ہم یہاں صرف تقویۃ الایمان ہی کی دو تین عبارتیں پیش کرتے ہیں۔ تقویۃ الایمان میں **توحید و شرک کے بیان** کے بالکل شروع میں فرماتے ہیں۔

سننا چاہیئے کہ اکثر لوگ پیروں کو اور پیغمبروں اور اماموں کو اور شہیدوں کو اور فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت برائی کے لئے ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں، اور بلا کے ٹلنے کے لئے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں، کوئی اپنے بیٹے کا نام عبد النبی رکھتا ہے، کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش اور پیر بخش، اور مدار بخش، کوئی سالار بخش، کوئی غلام محی الدین، کوئی غلام معین الدین، اور ان کے جینے کے لئے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے کوئی کسی کے نام کی بدھی پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے، کوئی کسی کے نام کے جانور کرتا ہے، کوئی مشکل کے وقت دہائی دیتا ہے کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے غرض کہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو وہ سب کچھ جھوٹے مسلمان انبیاء و اولیاء سے اور اماموں، اور شہیدوں اور فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں۔ سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ۔

پھر چند سطور کے بعد فرماتے ہیں ۔

پھر اگر کوئی سمجھانے والا ان لوگوں سے کہے کہ تم دعوے ایمان کا رکھتے ہو اور افعال شرک کے کرتے ہو یہ دونوں راہیں ملائے دیتے ہو۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم تو شرک نہیں کرتے بلکہ اپنا عقیدہ انبیاء و اولیاء کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں۔ شرک جب ہوتا ہے کہ ہم ان انبیاء و اولیاء کو پیروں و شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے سو یوں تو ہم نہیں سمجھتے بلکہ ہم ان کو اللہ کا بندہ اور اسی کی مخلوق جانتے ہیں، اور یہ قدرت و تصرف اسی نے ان کو بخشی ہے اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں ۔

(تقویۃ الایمان ص۲۰)

اس عبارت سے وضاحت کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تقویۃ الایمان میں، حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا خاص خطاب کیسے جاہل اور گمراہ مسلمانوں سے ہے اور وہ کیسے کیسے مشرکانہ خرافاتی عقیدے رکھتے تھے اور اپنے اپنے جاہلانہ خیالات کے مطابق نبیوں، ولیوں، پیروں، شہیدوں کو اور مدار بخش، سالار بخش وغیرہ اصلی یا فرضی گذرے ہوئے بزرگوں کو اور بھوتوں، پریوں کو حاجت روا، اور مشکل کشا سمجھ کر ان کی منتیں مانتے اور نذریں چڑھاتے تھے ان کے نام کی قربانیاں کرتے تھے بقول حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے، ہندو اپنے بتوں اور دیوتاؤں کے ساتھ جو کچھ کرتے تھے یہ گمراہ نام کے مسلمان، اماموں اور پیروں، شہیدوں اور بھوتوں پریوں کے ساتھ وہ سب کچھ کرتے تھے ان کے بارہ میں تصرف کا عقیدہ رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس تصرف کی قدرت ان کو خدا تعالےٰ نے دے دی ہے - دو تین صفحے کے بعد اسی بیان میں حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ

پھر لکھتے ہیں۔

عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا، اور اپنا حکم جاری کرنا، اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا، روزی کی کشائش اور تنگی کرنی، اور تندرست وبیمار کر دینا فتح وشکست دینی، اقبال وادبار دینا، مرادیں پوری کرنی، حاجتیں بر لانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، برے وقت میں پہنچنا، سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء، و اولیاء کی، پیر وشہید کی بھوت وپری کی یہ شان نہیں۔ جو کوئی کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور اس توقع پر نذر ونیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے اور اس کو، اشراک فی التصرف کہتے ہیں **یعنی اللہ کا سا تصرّف ثابت کرنا محض شرک ہے** پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں میں طاقت ان کو خود بخود ہے، خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

(تقویۃ الایمان صـ ۱۱-۱۲)

ان عبارتوں میں تصرف کے جس عقیدے کو شرک قرار دیا گیا ہے وہ وہی اللہ، تبارک وتعالٰے کا سا تصرف ہے جس کا عقیدہ مشرکین عرب رکھتے تھے۔

ارشد القادری وغیرہ بریلوی مولوی صاحبان بتلائیں

ہم ارشد القادری صاحب اور دوسرے بریلوی مولوی صاحبان سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ بتلائیں کہ کیا آپ تصرف کے اس عقیدے کو،

اسلامی عقیدہ سمجھتے ہیں اور جن جاہلوں کے مشرکانہ اعمال و افعال کو حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان عبارتوں میں شرک قرار دیا ہے کیا آپ ان اعمال کے حامی ہیں اور کیا آپ کے گھروں میں یہ سب کچھ ہوتا ہے ؟

اور کیا مشرکین عرب اپنے معبودوں دیوتاؤں کو خدا تعالیٰ کی مخلوق و مملوک اور تصرف وغیرہ ان کی صفات کو خدا تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نہیں مانتے تھے ؟

ارشد القادری صاحب کی تصویر کا دوسرا رُخ

اس اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے نہایت شکر اور اس کی حمد جس کی مدد و توفیق سے "عُلمِ غیب" اور "تصرف" دونوں مسئلوں کی ایسی تنقیح اور اس سے متعلق تقویۃ الایمان وغیرہ کی عبارات کی ایسی وضاحت ہوگئی جس کے بعد انشاء اللہ العزیز کسی کے لئے دھوکہ فریب اور غلط فہمی کی گنجائش نہ ہوگی ، اس کے بعد ہم ارشد القادری صاحب کی بنائی ہوئی تصویر کے دوسرے رُخ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ۔

جیسا کہ ہم بتلا چکے ہیں انہوں نے اپنی کتاب زلزلہ کو دو عنوانوں کے تحت تقسیم کر دیا ہے ۔ ایک "تصویر کا پہلا رُخ" اور دوسرا "تصویر کا دوسرا رُخ" ۔

ان دونوں عنوانوں کے تحت انہوں نے جو کچھ اس پوری کتاب میں لکھا ہے اس کا حاصل انہوں نے خود ہی اپنے ان الفاظ میں لکھ دیا ہے ۔

تصویر کے پہلے رُخ میں دیوبندی لٹریچر کے حوالہ سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دیوبندی حضرات انبیاء و اولیاء کے حق میں "علمِ غیب" اور

"قدرت تصرف" کا عقیدہ شرک اور منافی توحید سمجھتے ہیں۔ اور، تصور کے دوسرے رُخ میں انہی کتابوں کے حوالے سے ثابت کیا گیا ہے کہ علماء دیوبند اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں "علم غیب" اور "قدرت تصرف" کا عقیدہ شرک اور منافی توحید نہیں سمجھتے ہیں۔

(زلزلہ ص۳)

یہ تو ہم پوری تفصیل سے بتلا چکے ہیں حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ اکابر علماء دیوبند علم غیب اور تصرف کے کس عقیدہ کو شرک اور منافی توحید کہتے ہیں وہ ہماری تنقیح کے مطابق "علم غیب" کی دوسری اور تیسری صورت اور "تصرف" کی دوسری صورت ہے اور ان کے شرک وکفر ہونے پر امت کے مسلّم علماء اور فقہاء کی، تصریحات ناظرین کرام پچھلے صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اکابر علماء دیوبند سے متعلق واقعات اور ارشد صاحب کا دعویٰ

اب ہم اکابر علماء دیوبند سے متعلق ان واقعات کے بارہ میں کچھ عرض کریں گے جو ارشد صاحب نے زلزلہ میں "تصویر کے دوسرے رُخ" کے زیر عنوان "ارواح ثلثہ" وغیرہ کے حوالوں سے نقل کئے ہیں اور جن کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ ان واقعات میں علماء دیوبند نے اپنے بزرگوں کے لئے وہی علم غیب اور وہی تصرف ثابت کیا ہے جس کو انبیاء و اولیاء کے لئے ماننے کو انہوں نے شرک وکفر قرار دیا ہے۔

ہمارا چیلنج کہ ارشد صاحب کا دعویٰ خالص فریب اور سفید جھوٹ ہے

ہم پوری ذمہ داری کے ساتھ اعلان اور چیلنج کرتے ہیں کہ ارشد صاحب کا یہ دعویٰ سراسر فریب اور سفید جھوٹ ہے ہمارے علم میں نہیں کہ ان سے پہلے دین و مذہب کے موضوع پر لکھنے والے کسی مصنف نے ایسی دیدہ دلیری کے ساتھ اپنے ناظرین کو ایسا فریب دینے اور کھلی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ایسی مجرمانہ جسارت کی ہو۔ ارشد صاحب نے اس سلسلہ میں جو واقعات نقل کئے ہیں وہ ستر، اسّی کے قریب ہیں ہم نے ایک ایک واقعہ کو غور سے دیکھا ہے ان میں سے کسی ایک میں بھی کسی بزرگ اور کسی مخلوق کے لئے اس "علم غیب" اور اس "تصرف" کو ثابت نہیں کیا گیا ہے جس کا کسی مخلوق کے لئے ثابت کرنا اور ماننا شرک ہے۔

یہ سب واقعات کشف و کرامات کے قبیل سے ہیں

یہ سب واقعات فراست ایمانی، کشف و الہام، اور کرامات وغیرہ کے قبیل سے ہیں اور یہ وہ چیزیں ہیں جو اللہ تبارک و تعالےٰ کی طرف سے اس کے مقبول و مقرب بندوں کو عطا ہوتی ہیں۔ دو ایک واقعے ان میں ایسے بھی ہیں جن میں قلبی توجہ اور باطنی قوت کے استعمال کے ذریعہ تصرف کرنے کا ذکر ہے لیکن اس کوچہ سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ وہ اسی طرح کا ایک مخفی اور باطنی عمل ہے جس طرح عمل ہم اپنے دوسرے ظاہری اعضاء اور جوارح سے کرتے ہیں اُس "کن فیکونی" تصرف سے اس کا کوئی تعلق نہیں جس کا غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا اور ماننا شرک ہے۔ مسمریزم اس کی قریبی مثال ہے۔

جہالت و نافہمی یا شیطنت

ہم ارشد صاحب سے واقف نہیں ہیں اور نہیں جانتے کہ ان کا مبلغ علم کیا ہے مگر یہ ایک کھلی ہوئی

بات ہے کہ اگر وہ "کشف والہام اور علم غیب" اور کن فیکونی تصرف" اور" اولیاء اللہ کے، کراماتی تصرف" کے فرق کو نہیں سمجھتے تو بلاشبہ یہ افسوسناک جہالت اور ناسمجھی ہے اور اگر وہ اس کے فرق کو سمجھتے ہیں اور اس کے باوجود انہوں نے جان بوجھ کر اپنے ناظرین کو دھوکہ اور فریب دیا ہے (جیسا کہ ہمارا خیال ہے) تو یہ صرف معصیت نہیں بلکہ شیطنت ہے۔

کرامات اور کشف و الہام وغیرہ کے بارہ میں اہلسنت کا عقیدہ

یہاں پہنچ کر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی کرامات اور کشف والہام وغیرہ کے بارہ میں اہلسنت کا جو عقیدہ اور نقطۂ نظر ہے جس کی بنیاد کتاب وسنت پر ہے کسی قدر تفصیل کے ساتھ پہلے اپنے ناظرین کرام کے سامنے پیش کر دیں اور اہلسنت کی مستند کتابوں میں اولیاء اللہ کی کرامات اور کشف والہام کے جو واقعات مذکور ہیں ان میں سے بھی چند کا یہاں تذکرہ کر دیں۔

اہلسنت کا یہ معروف مسلمہ عقیدہ ہے کہ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ وحی کے ذریعہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو بہت سی غیبی باتوں اور مخفی حقائق کی اطلاع دیتا ہے اسی طرح ان کے صادق متبعین عباد اللہ الصالحین جن کو اولیاء اللہ کہا جاتا ہے کشف والہام اور رویائے صادقہ وغیرہ کے ذریعہ مخفی امور کی اطلاع کبھی کبھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہو جاتی ہے ہاں یہ فرق ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعہ جو کچھ تبلایا جاتا ہے وہ بالکل یقینی اور قطعی ہے اور اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوتی اور اولیاء اللہ کا کشف والہام ایسا یقینی اور قطعی نہیں ہوتا اس میں خود ان کو غلطی اور غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے۔

اسی طرح اہلسنت کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ انبیاءؑ

علیہم الصلوۃ والسلام کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں پر خوارق کا اظہار فرماتا ہے جن کو "معجزات" کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کبھی کبھی ان کے صادق متبعین اولیاء کرام کی مقبولیت ظاہر کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں پر بھی خوارق ظاہر فرماتا ہے اور ان کو "کرامات" کہا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا ارشاد

ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس عقیدے کو "فقہ اکبر" میں ان مختصر الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

والآیات للانبیاء والکرامات للاولیاء حق

(شرح فقہ اکبر صفحہ ۳)

یعنی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے معجزات کا اور اولیائے کرام سے، کرامات کا ظہور حق ہے اور کتاب و سنت سے ثابت ہے۔

معجزہ اور کرامت نبی یا ولی کا فعل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے

اسی طرح معجزہ اور کرامت دونوں کے متعلق یہ مسلم ہے کہ وہ اس نبی یا ولی کا فعل نہیں ہوتا جس کے ہاتھ پہ اس کا ظہور ہو بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور نبی و ولی اس کے صرف مظہر ہوتے ہیں۔

مثلاً معراج میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر وہاں سے آسمانوں سے بھی آگے تشریف لے جانا بلاشبہ آپ کا عظیم معجزہ تھا۔ لیکن قرآن مجید نے صراحت کے ساتھ بتلا دیا کہ وہ آپ کا اپنا فعل نہیں تھا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فعل تھا۔ ارشاد فرمایا گیا۔ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ الآیۃ (یعنی وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے بندے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم، کو

راتوں رات یہ معجزانہ سفر کرایا [1]۔

اسی کی دوسری ایسی ہی واضح مثال یہ ہے کہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاتھ پر سب سے پہلا اور بڑا معجزہ یہ ظاہر ہوا کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے اپنی لکڑی انہوں نے زمین پہ ڈال دی تو وہ خوفناک قسم کا اژدھا بن گیا۔ قرآن پاک میں ہے کہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اس کو دیکھ کے دہشت زدہ ہو گئے اور ڈر گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ڈرو مت اس کو پکڑ لو یہ پھر ویسی ہی لکڑی بن جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تو ظاہر ہے کہ لکڑی کا خوفناک اژدہا بن جانا سیدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا فعل اور تصرف نہیں تھا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فعل تھا سیدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو تو پہلے سے اس کا علم بھی نہیں تھا۔

ان دونوں مثالوں سے اہل سنت کا یہ عقیدہ اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ معجزہ نبی کا فعل نہیں ہوتا، نہ وہ ان کے اختیار میں ہوتا ہے بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فعل ہوتا ہے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اس کے صرف مظہر ہوتے ہیں۔ قرآن پاک میں صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔ انما الآیات عند اللہ۔ یعنی معجزوں کا ظاہر کرنا اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت اور اسی کے اختیار میں ہے۔

معجزہ کا اللہ تبارک وتعالیٰ کا فعل اور تصرف ہونا عقائد اور تصوف وسلوک کی کتابوں میں بھی صراحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح کسی ولی کے ہاتھ پر جو کرامت ظاہر ہوتی ہے

---

[1] ملاحظہ ہو، سامرہ علی المسائرہ ص۲۰۳، اور احیاء علوم الدین الامام الغزالیؒ جلد ۱ ص۱۱۳، تکمیل الایمان، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ص۵۴۔

فی الحقیقت وہ اس ولی کا فعل اور تصرف نہیں ہوتا بلکہ اللہ تبارک وتعالےٰ کا فعل اور اس کا تصرف ہوتا ہے ولی صرف اس کا مظہر ہوتا ہے کبھی کبھی ولی سے کرامت کا ظہور اس کے ارادہ اور قصد کے بغیر بھی ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی خاص وجہ سے ولی کے دل میں داعیہ پیدا ہوتا ہے اور اللہ تبارک وتعالےٰ اس داعیہ کے مطابق کرامت ظاہر فرما دیتا ہے۔

عقائد اہلسنت کی کتابوں میں کرامات کا بیان

اب ہم اولیاء اللہ کی کرامات کے بارے میں سب سے پہلے عقائد اہل سنت کی مشہور و مستند کتاب "شرح عقائد نسفی" کا بیان اختصار و تلخیص کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

وکرامات الاولیاء حق ...... فتظهر الکرامة علی طریق نقض العادة للولی من قطع المسافة البعیدة فی المدة القلیلة کاتیان صاحب سلیمان علیه السلام وهو آصف بن برخیا علی الاشهر بعرش بلقیس قبل ارتداد الطرف مع بعد المسافة وظهور الطعام والشراب واللباس عند الحاجة کما فی حق مریم فانه کلما دخل علیها زکریا المحراب وجد عندها رزقا قال یا مریم انی لك هذا قالت هو من عند الله والمشی علی الماء کما نقل عن کثیر من الاولیاء والطیران فی الهواء کما نقل عن جعفر بن ابی طالب ولقمان السرخسی وغیرهما وکلام الجماد والعجماء ..... وانه فاع المتوجه من البلاء و

كفاية المهم عن الاعداء وغير ذالك من الاشياء مثل رأيته عمر وهو على المنبر في المدينة جيشه بنها وند حتى قال لا ير جيشه يا سارية الجبل الجبل تحذيرًا له من وراء الجبل المكر العدو هناك وسماع سارية كلامه مع بعد المسافة وشرب خالد السم من غير تضرر به وكجريان النيل لكتاب عمر رضي الله عنه وامثال هذا اكثر من ان تحصى ۔

(شرح عقائد نسفی صہ ۱۰۵، ۱۰۶)

ہم ناظرین کرام کی سہولت فہم کے لئے بجائے ترجمہ کے شرح عقائد کی اس عبارت کا حاصل لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں، پس ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کسی ولی کے ہاتھ پر خرق عادت کے طور پر کرامت ظاہر ہوتی ہے مثلاً (۱) بہت تھوڑے وقت میں دمنٹوں بلکہ سیکنڈوں میں، سینکڑوں بلکہ ہزاروں میل کی مسافت طے ہو جانا، جیسا کہ قرآن مجید میں سیدنا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی آصف بن برخیا کے بارے میں مذکور ہے کہ وہ ملک سبا سے ملکہ بلقیس کا تخت پلک جھپکنے سے پہلے لے آئے۔ (۲) عند الضرورت کھانے پینے وغیرہ کا خرق عادت کے طور پر آجانا، جیسا کہ سیدہ حضرت مریم رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے بارے میں قرآن پاک میں مذکور ہے۔ (۳) اور دریا کے پانی پر خشکی کی طرح چلنا، جیسا کہ بہت سے اولیاء اللہ کے بارہ میں

منقول ہے۔ (۴) اور ہوا میں اڑنا، جیسا کہ جعفر بن ابی طالب اور لقمان سرخسی کے بارے میں نقل کیا گیا ہے۔ (۵) اور اینٹ پتھر جیسے جمادات اور حیوانات کا آدمیوں کی طرح بات کرنا۔ (۶) اور آنے والی کسی بلا کا، خارق عادت طریقہ پر دفع ہو جانا۔ (۷) اور دشمن کے دفع کرنے کا غیب سے سامان ہو جانا اور اس کے علاوہ بھی کرامات کی بہت سی صورتیں اور مثالیں بیان کی جاسکتی ہیں۔ (۸) مثلاً سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ مشہور واقعہ کہ آپ مدینہ طیبہ میں منبر پر خطبہ دے رہے تھے اسی حالت میں اللہ تعالےٰ نے آپ پر منکشف فرمایا اور آپ نے دیکھا کہ نہاوند کے علاقہ میں ان کا بھیجا ہوا جو لشکر سیدنا حضرت ساریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی سرکردگی میں جہاد کے لئے گیا ہوا تھا دشمن اس پر پہاڑ کی آڑ لے کر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے وہیں سے کہا۔ یا ساریۃ الجبل الجبل۔ (ساریہ پہاڑ کی طرف دھیان کرو) حضرت ساریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نہاوند کے میدان جنگ میں سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی یہ آواز سن لی اور دشمن کو حملہ کا موقع نہیں مل سکا۔ (۹) اسی طرح سیدنا حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ واقعہ کہ آپ نے توکلاً علی اللہ بسم اللہ پڑھ کر زہر پی لیا، اور زہر کا آپ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور اسی طرح یہ واقعہ کہ مصر فتح ہو جانے کے بعد جب دریائے نیل کا پانی رک گیا تو اس کی اطلاع ملنے پر سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے دریائے نیل کے نام ایک خط لکھا۔ وہ خط دریائے نیل میں ڈال دیا گیا اور وہ جاری ہو گیا۔

"شرح عقائد" میں کرامت کی یہ دس مثالیں دینے کے بعد آخر میں لکھا ہے۔

وامثال هذا اکثر من ان تحصی۔	اور کرامت کے ایسے واقعات اور ایسی مثالیں حد شمار سے باہر ہیں۔

شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے بھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے مندرجہ بالا ارشاد ۔ والآیات للانبیاء والکرامات للاولیاء حق ۔ کی شرح میں قریب قریب یہی لکھا ہے اور یہی مثالیں دی ہیں۔

(شرح فقہ اکبر ص۹۲)

اور آگے ایک دوسرے موقع پر انہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے حضرت، ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی یہ کرامت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ ذی الحجہ کی ۸، تاریخ کو لوگوں نے ان کو بصرہ میں دیکھا اور اسی دن ان کو مکہ میں بھی دیکھا گیا[۱]۔

بعض لوگوں نے اس روایت کے بارہ میں سخت رائے ظاہر کی تھی ۔ شیخ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اس کو رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ بات کرامت سے ہے اور اہلسنت والجماعت اولیاء سے کرامتوں کے ظہور کے قائل ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں۔

وعند اهل السنة والجماعة بجواز الكرامة ۔ (ص۲۰۰)

بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان اور بعد کے اولیاء اللہ کے جو خارق عادت واقعات شرح عقائد اور شرح فقہ اکبر سے ابھی ذکر کئے گئے، ظاہر ہے کہ یہ سب کرامات ہیں۔

---

[۱] وروی من ابراهیم بن ادهم انهم رأوه بالبصرة وروی فی ذالک الیوم بمکة ۔ (شرح فقہ اکبر)

جن کا اللہ تبارک و تعالےٰ کی طرف سے ان حضرات کے ذریعہ صدور اور ظہور ہوا جیسا کہ تفصیل سے بتایا جا چکا ہے یہ ان کا اپنا فعل اور تصرف نہیں تھا۔

کشف و الہام

اگرچہ کشف و الہام کرامت ہی کا ایک شعبہ ہے اس لئے اب اس پر مستقل لکھنے کی ضرورت نہیں رہی لیکن ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے ناظرین کرام کے مزید اطمینان اور مخالفین پر آخری حد تک حجت تمام کرنے کے لئے اس پر مستقل روشنی ڈالیں۔ اس لئے ہم امام غزالی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے کلام کے کچھ اقتباسات پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ انہوں نے احیاء علوم الدین میں اولیاء اللہ کے کشف و الہام پر مستقل کلام کیا ہے۔

کشف و الہام سے متعلق امام غزالی کا بیان

کشف و الہام سے متعلق کچھ تمہیدی گفتگو کے بعد فرماتے ہیں۔

وتشهد لذالك شواهد الشرع والتجارب والحكايات.	اور کتاب و سنت کے دلائل اور اولیاء اللہ کے تجربے اور ان کے منقولہ واقعات اس کے یعنی کشف والہام کے شاہد ہیں۔

اس کے بعد پورے ایک صفحہ پر قرآنی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و بارک وسلم کے ارشادات اور بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال سے انہوں نے اس پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اور بعد کے اولیاؑ

اللہ کے کشف و الہام کے کچھ تجربات و واقعات نقل فرمائے ہیں ۔ ان میں سے چند ہم یہاں درج کرتے ہیں ۔ سب سے پہلے سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے ۔

قال ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ لعائشۃ رضی اللہ عنہا عند موتہ انما ھما اخواک واختاک وکانت زوجۃ حاملا فولدت بنتا فکان قد عرف قبل الولادۃ انہا بنت ۔

انہوں نے اپنی وفات کے وقت اپنی صاحبزادی سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے فرمایا کہ میرے وارث تمہارے علاوہ، تمہارے دو بھائی ہیں اور دو بہنیں ہیں حالانکہ اس وقت سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہی بہن سیدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالےٰ عنہا تھیں مگر سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کی بیوی (بنت خارجہ) حاملہ تھیں بعد میں ان سے لڑکی پیدا ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کشف و الہام کے طور پر، پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ بچی پیدا ہو گی لہ ۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا "یا ساریۃ الجبل الجبل" والا وہ واقعہ نقل کیا ہے جو ابھی "شرح عقائد" کے حوالے سے نقل کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے خود ان کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ:

دخلت علی عثمان رضی اللہ عنہ وکنت قد لقیت امرأۃ فی طریقی فنظرت الیہا شذرا وتاملت محاسنہا فقال عثمان رضی اللہ عنہ لما دخلت	میں سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا اور واقعہ یہ ہوا تھا کہ راستہ میں ایک عورت سامنے آگئی تھی میں نے اس کی طرف دز دیدہ نظر سے ذرا سا دیکھ لیا تھا اور دل میں اس کے محاسن کا کچھ خیال کیا تھا تو جب میں سیدنا

ـه یہ بات سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فراست صادقہ یا کشف والہام سے معلوم ہو گئی ہو گی اور ان ذریعوں سے ایسی جزئیات کا علم ہو سکتا ہے اور ہو جاتا ہے۔ الرشد صاحب نے علم مافی الارحام کے جزئی واقعات جو بعض بزرگوں کے متعلق نقل کئے ہیں وہ سب اسی قبیل سے ہیں قرآن پاک سورہ لقمان کی آخری آیت میں مافی الارحام کو جو اللہ تعالیٰ کیساتھ خاص بتلایا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا علم کلی محیط صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کسی مخلوق کو نہیں دیا گیا۔ اسکی تفصیلی مدلل بحث حضرت مولانا نعمانی مدظلہٗ کی بے نظیر تصنیف "بوارق غیب حصہ اول" میں دیکھی جائے۔ از صفحہ ۹۰ تا ۹۵۔

یدخل احد کم واثر الزنا ظاهر علی عینیه اما علمت ان زنا العینین النظر لتتوبن اولا عزرنک فقلت اوحی بعد النبی فقال لا ولکن بصیرة وبرھان وفراسة صادق۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ تم میں سے بعضے آدمی اس حالت میں آتے ہیں کہ زنا کا اثر ان کی آنکھوں میں ظاہر ہوتا ہے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نامحرم عورت کو دیکھنا، آنکھوں کا زنا ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے، تم توبہ کرو ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے بعد وحی آئی ہے؟ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ وحی نہیں آئی لیکن بصیرت ہے اور برہان ہے اور فراست صادقہ ہے۔

اس کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے امت کے مشہور عارف شیخ ابوسعید خراز کا یہ واقعہ خود ان کی روایت سے بیان کیا ہے:

قال دخلت المسجد الحرام — میں ایک دفعہ مکہ معظمہ میں مسجد

فرأيت فقيرا عليه خرقتان فقلت في نفسي هذا و اشباهه كل على الناس فناداني وقال والله يعلم مافي انفسكم فاحذروه فاستغفرت الله في سري فناداني وقال وهو الذي يقبل التوبة عن عباده ثم غاب عني ولم اره :

حرم میں داخل ہوا میں نے ایک فقیر کو دیکھا جس پر دو گدڑیاں تھیں تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہ فقیر اور اس جیسے لوگ اللہ تعالٰے کے بندوں پر بار ہیں۔ تو اس نے مجھے پکارا اور یہ آیت پاک پڑھی ۔ واللہ یعلم مافی انفسکم فاحذروہ (یعنی اللہ تعالٰے تمہارے دلوں کا حال جانتا ہے اس کی پکڑ سے ڈرو) تو میں نے اپنے دل میں اللہ تبارک و تعالٰے سے استغفار کیا تو اس فقیر نے مجھے پھر پکارا اور یہ آیت پڑھی ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ (یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے) اس کے بعد وہ فقیر غائب ہو گیا اور پھر نظر نہیں آیا :

اس کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے زکریا ابن داؤد کی روایت سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ۔

دخل ابو العباس بن مسروق على ابي الفضل الهاشمي وهو عليل وكان ذا عيال ولم يعرف

ابو العباس بن مسروق شیخ ابو الفضل ہاشمی کے پاس گئے وہ بیمار تھے اور صاحب اہل و عیال تھے اور ان کا کوئی

لہ سبب یعیش بہ قال فلما قمت قلت فی نفسی من این یاکل ھذا الرجل قال فصاح لی یا ابا العباس رد ھذہ الھمۃ الدنیۃ فان اللہ تعالی الطافا خفیۃ۔

معاشی وسیلہ اور مشغلہ نہیں تھا جس سے ان کی ضروریات پوری ہوتیں۔ تو جب میں ان کے پاس سے اٹھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص کہاں سے کھاتا ہے؟ تو انہوں نے مجھے زور سے ڈانٹا اور کہا کہ " اس ذلیل خیال اور وسوسہ کو دل سے دفع کرو، اللہ تبارک و تعالے کی اپنے بندوں پر مخفی عنایات بھی ہوتی ہیں۔

ان واقعات کے ذکر کے بعد متعدد اولیاء اللہ کے اسی طرح کے اور بھی چند واقعات امام غزالی رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے ذکر فرماتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ سب کشف و الہام اور فراستِ ایمانی ہی کے قبیل سے ہیں ان کا اس "علم غیب" سے کوئی تعلق نہیں، جس کا غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا اور ماننا شرک ہے۔

بعض اولیاء اللہ کی وفات کے بعد کشف و کرامات کا ظہور

یہاں تک ہم لکھ چکے تو خیال آیا کہ شرح عقائد اور شرح فقہ اکبر وغیرہ کے حوالہ سے صحابہ کرام علیہم الرضوان یا بعد کے اولیاء اللہ کی جن کرامات کا ہم نے ذکر کیا ہے اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے کشف والہام کے جو واقعات ہم نے ذکر کئے ہیں یہ سب زندہ حضرات کے واقعات ہیں اس لئے چند واقعے وہ بھی ذکر کر دیئے جائیں جن میں بعض اولیاء اللہ سے وفات کے بعد بھی

خوارق عادات اور کشف وکرامات کا ظہور ہوا ہے۔ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے صحابی سیدنا حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ پڑھیئے!

موت کے بعد صحابی رسول زید بن خارجہ کا کلام فرمانا

سیدنا حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر انصاری صحابی ہیں، سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کا واقعہ معلوم ومشہور ہے کہ ان کی وفات کے بعد جب ان کا جنازہ تیار ہوگیا اور نماز کے لئے سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتظار ہو رہا تھا تو جنازہ سے آواز سنی گئی انہوں نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا۔

السلام علیکم انصتو انصتو۔ یعنی خاموش ہو جاؤ اور متوجہ ہو کر میری، بات سنو!) اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے بارے میں شہادت دی۔ اور سیدنا حضرت صدیق اکبر اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں صدق وامانت کی شہادت دی۔ اس کے بعد سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہا کہ چار سال گذر چکے ہیں دو اور گذر جائیں گے اس کے بعد فتنوں کا سلسلہ ہے اور بیر اریس کا حادثہ ہونے والا ہے۔

حافظ ابن حجر نے "الاصابہ" میں ان کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

وذکر البخاری وغیرہ انہ تکلم بعد الموت

(الاصابہ جلد ۳، صفحہ ۳۰)

امام بخاری نے بھی اور ان کے علاوہ اور لوگوں نے بھی ذکر کیا ہے کہ سیدنا حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موت

کے بعد کلام کیا تھا۔

یہ واقعہ دو پہلوؤں سے خارق عادت ہے ایک یہ کہ سیدنا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے موت کے بعد کلام کیا اور دوسرے یہ کہ انہوں نے سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں فتنوں کی اور بیر اریس کے حادثہ کی خبر دی اور وہی ہوا جس کی انہوں نے خبر دی تھی۔ یہ موت کے بعد کرامت کی بھی مثال ہے اور کشف کی بھی۔

اس کے بعد مشہور تابعی ابو قلابہ سے ایک صاحب قبر کی گفتگو کا واقعہ سنئیے۔

ابو قلابہ تابعیؒ سے ایک صاحب قبر کی گفتگو

شیخ ابن القیم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے کتاب الروح میں ابن ابی الدنیا کی روایت سے سند کے ساتھ یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ۔

مشہور تابعی ابو قلابہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے خود بیان کیا کہ میں شام سے بصرہ کی طرف آیا ایک منزل پر میں نے قیام کیا وہاں میں نے رات کو وضو کر کے دو رکعتیں پڑھیں وہیں ایک قبر بھی تھی میں اس قبر پر سر رکھ کر سو گیا پھر میری آنکھ کھل گئی تو صاحب قبر نے شکایت کرتے ہوئے مجھ سے کہا۔

تم نے آج رات مجھے ایذا پہنچائی (یعنی تمہارا سر رکھ کر سونا میرے لئے تکلیف کا باعث ہوا)، پھر اسی صاحب قبر نے کہا کہ تم زندہ لوگ عمل کرتے ہو اور اس کے نتیجہ کا تم کو علم نہیں ہے اور ہم مردوں کو علم ہو گیا ہے مگر افسوس کہ ہم عمل نہیں کر سکتے۔ الخ

(کتاب الروح صـ۱۲)

اس واقعہ میں صاحب قبر نے ابو قلابہ سے بیداری کی حالت میں گفتگو کی۔ بلاشبہ یہ صاحب قبر کی کرامت تھی۔ اور ابو قلابہ کی بھی۔

ثابت بن قیس کا حیرت انگیز واقعہ

ناظرین کرام اس سلسلہ میں ایک حیرت انگیز واقعہ سیدنا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور پڑھ لیں جس کو ابو عمرؒ بن عبد البر نے سند کے ساتھ خود ان کی صاحبزادی سے نقل کیا ہے

سیدنا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمامہ کی جنگ میں شہید ہوئے۔ (یعنی اس جنگ میں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی وفات کے بعد نبوت کے مدعی مسیلمہ کذاب اور اس کے لشکر سے سیدنا حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں لڑی گئی تھی، جس وقت وہ شہید ہوئے تو ان کے جسم پر ایک بہت نفیس اور قیمتی زرہ تھی مسلمانوں ہی کے لشکر کا ایک آدمی ان کے پاس سے گزرا تو اس نے ان کی وہ زرہ اتار کے اپنے قبضے میں کر لی۔

لشکر کے ایک مجاہد نے سیدنا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں، دیکھا۔ انہوں نے فرمایا۔ میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں ایسا ہو کہ تم یہ خیال کر کے کہ یہ ایک، بے حقیقت خواب ہے اس پر عمل نہ کرو۔ مجھے کہنا یہ ہے کہ میں کل شہید کر دیا گیا ہوں، اور مسلمانوں ہی میں سے ایک شخص نے میری زرہ لے لی ہے اور اس کا خیمہ بالکل آخری کنارہ پر ہے اور اس کی ایک پہچان یہ ہے کہ اس کے خیمہ کے پاس ایک گھوڑا ہے جو بہت اچھلتا کودتا ہے اس نے میری زرہ کو اس طرح چھپایا ہے کہ اس کے اوپر ایک بڑی ہانڈی الٹ دی ہے اور اس کے اوپر کجاوہ رکھا ہے، تم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ وہ کسی کو بھیج کر میری زرہ حاصل کریں۔ اور جب تم مدینہ طیبہ پہنچو تو خلیفۂ رسول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کرنا کہ مجھ پر اتنا قرض ہے اور میرے غلاموں میں سے فلاں فلاں آزاد ہیں (یعنی میں ان کو آزاد کرتا ہوں۔

چنانچہ یہ صاحب جن کو سیدنا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں وصیت کی تھی، سیدنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور ان سے زرہ والی بات کہی، انہوں نے آدمی بھیج کر خواب کی نشاندہی کے مطابق وہ زرہ حاصل کرلی۔ اور جب یہ صاحب مدینہ طیبہ آئے تو سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیدنا حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب والا پیام پہنچایا۔ سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی وصیت کے نفاذ کا حکم فرمایا۔

ابوعمرو بن عبدالبر نے اس واقعہ کو روایت کر کے لکھا ہے کہ ہمارے علم میں نہیں کہ سیدنا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی اور کی موت کے بعد کی وصیت نافذ کی گئی ہو۔ (کتاب الروح ص۱۲)

اس واقعہ کو اس پوری تفصیل کے ساتھ حافظ ابن حجر نے "الاصابہ" میں "طبرانی" کی تخریج سے سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بھی نقل کیا ہے۔

(الاصابہ جلد ۱ ص۲۰۳)

بلاشبہ یہ واقعہ مختلف پہلوؤں سے سیدنا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظیم کرامت ہے۔ اور سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی بعد الموت کی خواب کی وصیت کو ایک زندہ شخص کی وصیت کی طرح نافذ کر کے اس کی عظمت کو اور الضاعف کر دیا ہے۔

پچھلے اوراق میں آپ نے علامہ نسفی اور علامہ تفتازانی اور ملا علی قاری اور امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے بیانات میں اولیاء اللہ کے کشف و کرامات کے جو واقعات پڑھے

اور سیدنا حضرت زید بن خارجہ ، اور حضرت ابو قلابہ ، اور سیدنا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد الموت کے جو واقعات "الاصابہ" اور "کتاب الروح" کے حوالہ سے ابھی ہم نے ذکر کئے ۔ ان سب کو ذہن میں رکھئے ۔ اور ارشد القادری صاحب نے "زلزلہ" میں جماعت دیوبند کے اکابر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ سے متعلق ۵۰ ، ۶۰ کے قریب واقعات ارواح ثلٰثہ ، سوانح قاسمی ، اور تذکرۃ الرشید ، وغیرہ کے حوالوں سے نقل کئے ہیں ان میں سے ایک ایک کو دیکھئے آپ کو سورج کی روشنی کی طرح صاف نظر آئے گا ۔ کہ سب واقعات کشف و کرامت ہی کے قبیل سے ہیں ۔ ان میں سے ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں کسی بزرگ اور کسی ہستی کے لئے وہ "علم غیب" اور وہ تصرف ثابت کیا گیا ہو جس کا کسی مخلوق کے لئے ثابت کرنا اور ماننا شرک ہے ۔

اولیاء اللہ کی کرامات اور کشف والہام کے بارہ میں اکابر علماء دیوبند کا موقف و مسلک !

اگرچہ اب اس کے بیان کرنے کی بالکل ضرورت نہیں کہ اولیاء اللہ سے کرامات کے صدور و ظہور اور کشف و الہام کے بارہ میں جماعت دیوبند اور ان کے اکابر کا موقف و مسلک وہی ہے جو "شرح عقائد نسفی" اور "فقہ اکبر" اور "شرح فقہ اکبر" وغیرہ میں اہلسنت والجماعت کا مسلک بیان کیا گیا ہے خود "زلزلہ" میں اکابر علماء دیوبند کے ۶۰ ، ۷۰ کے قریب جو واقعات "ارواح ثلٰثہ" وغیرہ کے حوالوں سے نقل کئے گئے ہیں وہی اس کا کافی سے زیادہ ثبوت ہیں تاہم ناظرین کرام کی مزید بصیرت کے لئے اس پر ہم کچھ اور بھی روشنی ڈالنا چاہتے ہیں ۔

کشف وکرامات سے متعلق مجددؒ الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کا مؤقف

علماء دیوبند کی کتابیں شاہد ہیں کہ عہد قریب کے علماء امت اور مجددین ومصلحین میں سے وہ اپنا خاص راہنما امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی، اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کو سمجھتے ہیں اور جس شخص نے حضرت امام ربانی کے مکتوبات اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ اولیاء اللہ سے، کشف وکرامات کے ظہور کے بارہ میں ان حضرات کا موقف کیا ہے۔ خاص کر حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "انفاس العارفین" میں صرف اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کشف والہام اور کرامات کے جو واقعات لکھے ہیں ان کو اگر یکجا کیا جائے تو ایک مستقل کتاب ہو جائے گی۔ ان میں "منطق الطیر" یعنی پرندوں کی بات سمجھنے اور ان سے بات کرنے کے بھی واقعات ہیں[1]۔ اسی طرح بعض اصحاب قبور سے بات کرنے کے بھی واقعات ہیں[2]، بیداری کی حالت میں حضرت سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات اور گفتگو کا بھی تذکرہ ہے[3]۔

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا مؤقف ومسلک

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پوتے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مؤقف ومسلک بھی کشف وکرامات کے باب میں بالکل وہی ہے جو ان کے دادا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔

---

[1] انفاس العارفین ص۴۹، [2] ایضاً ص۴۴، [3] ایضاً ص۴۵

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کے فضائل اور مقالات عالیہ کے بیان میں حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی ایک مستقل تصنیف "منصب امامت" ہے جو لوگ اس باب میں حضرت شاہ شہید اور علمائے دیوبند کا مسلک جاننا چاہیں ان سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔ اس وقت تو ہم صرف کشف والہام اور کرامات سے متعلق اس کی چند سطریں یہاں نقل کرتے ہیں حق یہ ہے کہ پوری کتاب آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ مقام ولایت پر کلام کرتے ہوتے تحریر فرماتے ہیں۔

وازانجملہ الہام است کہ با نبیاء اللہ ثابت است آنرا وحی میگویند واگر بغیر ایشاں ثابت میشود اورا تحدیث میگویند:

اور ولایت کے شعبوں میں سے ایک الہام بھی ہے۔ یہی الہام جب اس کا تعلق، انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہو تو اس کو وحی کہتے ہیں اور جب نبیوں کے علاوہ دوسرے مقبول بندوں سے تعلق ہو تو دین کی خاص زبان میں اس کو تحدیث کہتے ہیں۔

آگے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اس وحی والہام کی چند صورتیں بیان کی ہیں۔ مثلاً غیبی آواز آنا، یا فرشتے کے ذریعہ پیام آنا وغیرہ وغیرہ اور قرآن و حدیث سے ان سب کی دلیلیں اور مثالیں پیش کی ہیں۔ اسی سلسلے میں فرماتے ہیں۔

وازجملہ اقسام الہام خواب است کہ کسے را از مقبولین عالی مقام درحالت

اور الہام کی قسموں اور صورتوں میں سے ایک خواب بھی ہے کہ عالی مقام مقبولین

منام برامرے از امورِ غیبیہ مطلع مے فرمایند ۔

میں سے کسی کو سونے کی حالت میں اللہ تبارک وتعالیٰ خواب کے ذریعہ امورِ غیبیہ میں سے کسی بات کی اطلاع فرماتے ہیں ۔

پھر اس دلیل میں مشہور حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات ۔ الخ پیش کرکے فرماتے ہیں ۔

واز عمدہ کمالات ولایت تعلیم غیبی ست (منصب امامت ص۳۱، ۳۲)

اور ولایت کے اعلیٰ کمالات میں سے ایک تعلیم غیبی بھی ہے ۔

پھر تین ، چار ، صفحے کے بعد اولیاء اللہ سے کرامات کے ظہور کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں ۔

واما خرق عادت پس احتیاج بیانش نہ دارد زیرا کہ ظہور خوارق از ہادیان راہ حق کہ از اتباع انبیاء اند بوجہے مشہور ومتواتر است کہ حاجتے بیان نیست ۔

(منصب امامت ص۳۶)

اور رہا خرق عادت (یعنی کرامات کے ظہور) کا معاملہ تو اس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اتباع اور ان کی پیروی کرنے والے راہ حق کے ہادیوں سے خوارق و کرامات کا ظہور اس قدر مشہور اور حدِ تواتر کو پہنچا ہوا ہے کہ اس کے بیان کرنے کی بالکل ضرورت نہیں ۔

بعد کے اکابر علماءِ دیوبند کا مسلک

پھر حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد کے تمام اکابر ومشاہیر علماءِ دیوبند

کی تصانیف میں کشف والہام اور کرامات کے بارہ میں اسی موقف و مسلک کو بیان کیا گیا ہے۔ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے تو اپنی تصنیف میں اس پر اتنا لکھا ہے کہ اگر اس سب کو یکجا کیا جائے تو کئی سو صفحے کی کتاب تیار ہو جائے گی۔

مسئلہ کی اس وضاحت کے بعد ہم پھر کہتے ہیں کہ ارشد صاحب نے "زلزلہ" میں اکابر علمائے دیو بند کے جو واقعات "تصویر کے دوسرے رُخ" کے زیر عنوان نقل کئے ہیں وہ سب اسی کشف وکرامت کے قبیل سے ہیں ان میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ہے جس میں کسی بزرگ کے لئے وہ علم غیب اور وہ تصرف ثابت کیا گیا ہو جس کا کسی مخلوق کے لئے ثابت کرنا اور ماننا شرک ہے۔

چہ دلاور است دزدے
کہ بکف چراغ دارد!

حیرت ہے ارشد صاحب کی اس دیدہ دلیری پر کہ اکابر علماء دیو بند سے متعلق جو ایسے واقعات انہوں نے نقل کئے ہیں جن میں کسی مخفی بات کے معلوم ہو جانے یا اطلاع دینے کا ذکر ہے ان میں سے بہت سوں میں خود ارشد صاحب کی نقل کی ہوئی عبارت میں بھی کشف کا لفظ صراحۃً موجود ہے اس کے باوجود وہ مدعی ہیں کہ اس میں فلاں بزرگ کے لئے وہی علم غیب مان لیا گیا ہے جس کا غیر اللہ کے لئے، ثابت کرنا اور ماننا علماء دیو بند کے نزدیک شرک ہے۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے ارشد صاحب کو ہم اتنا انجان اور ناواقف نہیں سمجھتے کہ وہ "کشف" اور "علم غیب" کے فرق کو نہ جانتے ہوں۔ اس لئے ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ یہ ان کا دانستہ فریب ہے اور ع شن چراغ ہاتھ

میں لے کر چوری کے کمال کا مظاہرہ۔ ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

ارشد صاحب کے اصل الزامات اور دعووں کے جواب سے الحمدللہ ہم فارغ ہو چکے۔ لیکن انہوں نے "زلزلہ" میں اپنے بنیادی موضوع کے علاوہ بھی کچھ سوالات اٹھائے ہیں اور کچھ مباحث چھیڑے ہیں اور ان میں بھی اپنے ناظرین کو فریب دینے کا اور کہیں کہیں پوری دیدہ دلیری کے ساتھ سو فیصد جھوٹا دعوےٰ کرنے کا وہ کمال دکھایا جس میں انہوں نے خاص مہارت حاصل کی ہے۔ اب ہم چند نمبروں میں ان پر مختصر مختصر گفتگو کریں گے۔

(۱)

کسی مرنے والے سے بیداری کی حالت میں ملاقات

ارشد صاحب نے بزرگان جماعت دیوبند کے واقعات کے سلسلہ میں پہلے نمبر پر بیداری کی حالت میں حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی ملاقات کا واقعہ نقل کیا ہے ظاہر ہے کہ یہ خارق عادت واقعہ ہے اور کرامات ہی کے قبیل سے ہے اور تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے کہ "کرامت" صاحب کرامت بزرگ کا اپنا فعل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تبارک وتعالےٰ کا فعل ہوتا ہے اور اس کی قدرت میں یہ سب کچھ ہے۔ اور اولیائے امت کے واقعات میں اس کی مثالیں بھی بکثرت ہیں چند ہی سنیے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی "انفاس العارفین"

سے ان کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیداری کی حالت میں اور گفتگو کا واقعہ نقل کیا جا چکا ہے۔ اور عنقریب ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی بیداری میں ملاقات اور گفتگو کا واقعہ ذکر کیا جائے گا۔

بلاشبہ ہمارے عوام کے لئے اس طرح کے واقعات کا سمجھنا دشوار ہوتا ہے لیکن اگر کوئی سمجھنا چاہے تو صرف ایک نکتہ پر غور کر کے اپنی صلاحیت کے مطابق سمجھ بھی سکتا ہے۔

بیداری میں مرنیوالوں سے ملاقات کیسے لوگوں کی ہوتی ہے

اس کا تو کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ خواب میں مرنے والوں کو دیکھا جاتا ہے تو جسم عنصری ہی کے ساتھ دیکھا جاتا ہے اور ان سے باتیں بھی ہوتی ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ خواب میں عام طور سے ایسا کیوں ہوتا ہے اور بیداری میں کیوں نہیں ہوتا؟

واقعہ یہ ہے کہ نیند کی حالت میں چونکہ ہمارے احساسات اور ادراکات کا تعلق اس عالم سے منقطع ہو جاتا ہے۔ اس لئے دوسرے عالم والوں سے رابطہ قائم ہونے کا اور ان کی باتیں سننے کا امکان زیادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے خواب کے ایسے واقعات پر کسی کو کوئی تعجب اور توحش نہیں ہوتا۔ بس سمجھنا چاہیئے کہ بیداری کی حالت میں

لہ ملاحظہ ہو انفاس العارفین ص۴۵۔

اس طرح کا معاملہ بالعموم ایسے ہی حضرات کے ساتھ ہوتا ہے جن کا باطن اپنے گردوپیش کی دنیا و مافیہا سے منقطع زیادہ رہتا ہے[1] ایسی حالت میں دوسرے عالم والوں سے ان کی روحانیت کا رابطہ قائم ہوجاتا ہے اور وہ ان سے ملاقات کرتے، ان کی باتیں سنتے اور ان سے باتیں کرتے ہیں۔ اور یہ سب خرق عادت کے طور پر اللہ تبارک و تعالےٰ کے اذن اور اس کی مشیت سے ہوتا ہے اور دراصل اسی کا فعل اور تصرف ہوتا ہے۔ ہاں اگر کوئی اس کو ان بزرگ ہی کی قدرت کا کرشمہ اور ان کا اختیاری فعل اور تصرف سمجھے تو وہ مشرکانہ عقیدہ ہوگا۔ کیونکہ خرق عادت اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت اور شان ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں۔

خرق عادت پروردگار تعالےٰ از بندہ ممکن نہ باشد (ص۴۵)	سنۃ اللہ اور عادۃ اللہ کو توڑنا، کسی بندہ سے ممکن نہیں ہے۔

(۲)

ارشد صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا دوسرا ایک واقعہ سوانح قاسمی کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ:۔

دارالعلوم دیوبند کے پڑھے ہوئے کوئی سیدھے سادے اور مسکین صفت مولوی صاحب کسی قصبے کی مسجد میں امام تھے وہاں بریلوی قسم کے کوئی واعظ آگئے انہوں نے

---

[1] اس نکتہ کی طرف امام غزالیؒ نے اشارہ فرمایا ہے (احیاء العلوم۔ ج ۱ ص۲۶)

ان بیچارے مولوی صاحب کے خلاف طوفان بپا کر دیا اور قصبہ کے عوام کو بھڑکا دیا۔ عوام نے مولوی صاحب کو ان واعظ صاحب سے مناظرے کے لئے مجبور کیا۔ بیچارہ ان کو منظور کر لینا پڑا۔ جب مناظرہ کا وقت آیا تو یہ بیچارے مولوی صاحب بہت خوفزدہ اور پریشان تھے، اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایسے موقع پر اللہ کے اس مسکین بندے نے کیسے الحاح اور عاجزی سے اپنے رب سے دعا کی ہوگی اور مدد مانگی ہوگی۔ ان مولوی نے بیان کیا کہ میں نے اچانک محسوس کیا کہ ایک صاحب جن کو میں پہچانتا نہیں تھا میرے بازو میں آکر بیٹھ گئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ گفتگو شروع کرو اور ہرگز نہ ڈرو۔ گفتگو شروع ہوئی، تھوڑی ہی دیر کے بعد ان واعظ صاحب کا یہ حال ہوا کہ امام صاحب سے رو رو کر معافی مانگنے لگے۔ اور وہ اجنبی صاحب جو اچانک آکر میرے برابر میں بیٹھ گئے تھے وہ اسی طرح اچانک غائب ہو گئے۔

آگے بیان کیا گیا ہے کہ مدت کے بعد جب یہ مولوی صاحب ایک دفعہ دیوبند آئے اور اپنے استاذ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے یہ واقعہ بیان کیا اور حضرت کے دریافت کرنے پر اچانک ظاہر ہونے والی شخصیت کا حلیہ بیان کیا تو انہوں نے اپنا یہ خیال ظاہر فرمایا کہ۔

یہ تو حضرت الاستاذ (مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ) تھے جو تمہاری امداد کے لئے حق تعالےٰ کی طرف سے ظاہر ہوئے تھے۔

اس واقعہ کے متعلق تو کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں اگر یہ واقعہ ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ اللہ کے اس مسکین بندے کی اور حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی کرامت تھی یہ ان میں سے کسی کا بھی اپنا فعل اور تصرف نہیں تھا بلکہ اللہ تبارک وتعالےٰ

ہی کا فعل اور تصرف تھا۔ خود حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اس کو اللہ تعالیٰ ہی کا فعل بتلایا ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کی اس طرح کی امدادوں کی مثالیں کتابوں میں بکثرت بیان کی گئی ہیں۔

ابن حجر ہیثمی مکی نے "فتاویٰ حدیثیہ" میں ایک سوال کے جواب میں کرامات کے موضوع پر کئی صفحے میں بہت تفصیلی کلام کیا ہے۔ اس میں سیدی حضرت شیخ جیلانی قدس سرہ کا یہ واقعہ خود ان کی روایت سے ابن الملقن کی "طبقات الاولیاء" کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ۔

بیداری کی حالت میں حضرت پیران پیرؒ کی رسول پاکؐ اور حضرت علیؓ سے ملاقات

ایک دن ظہر کی نماز سے پہلے میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کو بیداری کی حالت میں دیکھا آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ بیٹا! تم لوگوں کو وعظ ونصیحت کیوں نہیں کرتے، یا بنیّ لم لا تتکلم، میں نے عرض کیا کہ میں ایک عجمی آدمی ہوں بغداد کے اہل زبان اور اصحاب فصاحت کے سامنے کیسے بات کرسکتا ہوں۔

آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو! میں نے منہ کھول دیا تو آپ نے سات بار میرے منہ میں تھوکا اور فرمایا، جاؤ اب وعظ کہو اور حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ لوگوں کو خدا تعالیٰ کے راستہ پر چلنے کی دعوت دو"۔ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں، اس کے بعد میں نے ظہر کی نماز ادا کی اور میں وعظ کے لئے بیٹھ گیا اور مخلوق بہت بڑی تعداد میں جمع ہوگئی جس کی وجہ سے مجھے بولنا مشکل ہوگیا تو میں نے دیکھا کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مجلس وعظ میں میرے سامنے کھڑے ہیں انہوں نے

مجھ سے فرمایا ۔ بیٹا کیا بات ہے کیوں نہیں بولتے ؟

میں نے عرض کیا ابا جان ! مجمع کے اثر سے ، بولنا مشکل ہو رہا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ اپنا منہ کھولو ۔ میں نے اپنا منہ کھول دیا تو آپ نے اس میں چھ دفعہ تھوکا ۔ اس کے بعد سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ غائب ہوگئے ، اور میں نے وعظ کہا ۔

(فتاوائے حدیثیہ ص۲۱۴)

یہ تو سوانح قاسمی میں بیان کئے ہوئے واقعہ کی ایک مثال تھی ۔ لیکن ارشد صاحب نے اس واقعہ کے سلسلے میں ایک نئی بحث چھیڑی ہے دراصل یہاں ہم کو اسی پر گفتگو کرنا ہے ۔ سوانح قاسمی کے مرتب حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی مرحوم نے اس واقعہ کا ذکر کر کے حاشیہ میں لکھا تھا کہ ۔

وفات یافتہ بزرگوں کے ذریعہ خداوندی امداد کا مسئلہ

وفات یافتہ روحوں سے امداد کے مسئلے میں علماء دیوبند کا خیال بھی وہی ہے جو عام اہل السنۃ والجماعت کا ہے ۔ آخر جب ملائکہ جیسی روحانی ہستیوں سے خود قرآن پاک ہی میں ہے کہ حق تعالےٰ اپنے بندوں کی امداد کراتے ہیں ۔ صحیح حدیثوں میں ہے کہ واقعۂ معراج میں رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو سیدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تخفیف صلوات کے مسئلے میں امداد ملی اور دوسرے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملاقاتیں ہوئیں ۔ بشارتیں ملیں تو اس قسم کی ارواح طیبہ سے کسی مصیبت زدہ مومن کی امداد کا کام قدرت اگر لے تو قرآن مجید کی کس آیت پاک یا حدیث شریف سے اس کی تردید ہوتی ہے ؟ اور سچ تو یہ ہے کہ آدمی عام طور پر جو امداد بھی مل رہی ہے حق تعالےٰ اپنی مخلوقات ہی سے تو یہ امداد دیں

پہنچا رہے ہیں۔ روشنی آفتاب سے ملتی ہے، دودھ ہمیں گائے اور بھینس سے ملتا ہے تو یہ ایک واقعہ ہے۔ بھلا یہ بھی انکار کرنے کی کوئی چیز ہے۔

(حاشیہ سوانح قاسمی جلد اول ص۳۳۲)

ارشد صاحب کا عیارانہ افتراء

ارشد صاحب نے "زلزلہ" میں مولانا گیلانی مرحوم کے حاشیہ کا یہ حصہ نقل کیا ہے اور اس کے بارہ میں حیرت انگیز دیدہ دلیری سے دعویٰ کیا ہے کہ مولانا گیلانی نے اس حاشیہ میں "اپنے ہی ہاتھوں اپنے مذہب کا خون" کیا ہے اور جس تصور اور عقیدہ کو علمائے دیوبند ہمیشہ مشرکانہ کہتے رہے تھے اس کو مولانا گیلانی نے اپنا اور اپنی جماعت دیوبند کا عقیدہ بتلایا ہے۔ آگے ارشد صاحب نے لکھا ہے۔

میں یقین کرتا ہوں کہ مذہبی انحراف کی ایسی شرمناک مثال کسی فرقے کی تاریخ میں شاید ہی مل سکے گی۔ (زلزلہ ص۲۵)

سو فیصد جھوٹا دعویٰ

میں کہتا ہوں اور ارشد صاحب کے پورے گروہ کو چیلنج کر کے کہتا ہوں کہ ارشد صاحب نے یہاں جیسا شرمناک فریب اپنے ناظرین کو دیا ہے اور جس دیدہ دلیری کے ساتھ سو فی صدی جھوٹا دعویٰ کیا ہے اس کی مثال کسی ایسے شخص کی تحریر سے نہیں مل سکتی جس کے دل میں ذرہ برابر بھی خدا تعالےٰ کا خوف ہو، یا کم سے کم حیاء و شرم ہی کا مادہ ہو۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اور تمام علمائے دیوبند کے نزدیک کسی وفات یافتہ بزرگ اور کسی بھی مخلوق کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھنا اور اس بنا پر مدد چاہنا بلا شبہ **شرک** ہے کہ وہ خود اپنی قدرت اور اپنے اختیار سے ہماری

مدد کر سکتے ہیں اور ہم کو نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ جیسا کہ عام طور پر قبر پرستوں اور تعزیہ پرستوں کا حال ہے کہ وہ شہیدوں اور ولیوں کے بارہ میں ایسا ہی عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی لئے ان کے لئے منتیں مانتے اور نذریں چڑھاتے ہیں اور حاجتی بن کر ان کی قبروں پر جاتے ہیں۔

لیکن ایسا عقیدہ رکھنا کہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کسی مخلوق اور اپنے کسی مقرب بندہ یا اس کی روح کے ذریعہ اپنی قدرت کاملہ اور اپنے حکم سے عام عادۃ اللہ کے مطابق، یا خارق عادت طریقے پر اپنے بندوں کی امداد فرماتا ہے ہرگز **شرک** نہیں بلکہ عین اسلامی عقیدہ ہے۔ اور مولانا گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی کو جماعت دیوبند اور عام اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ کہا ہے۔ مولانا گیلانی رح کے حاشیہ کی عبارت آپ کے سامنے ہے اس کو پھر پڑھ لیجئے اس میں یہی بات کہی گئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم میں اور قبر پرستوں، تعزیہ پرستوں میں اختلاف یہی ہے کہ وہ ایسی خارق عادت امداد کو بالخصوص جب کہ کسی وفات یافتہ بزرگ کے ذریعہ ہو اسی بزرگ کا فعل اور تصرف اور اسی کی قدرت کا کرشمہ سمجھتے ہیں اس لئے اسی کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں۔ پھر اسی بنا پر اس کے لئے نذریں، منتیں مانتے اور ان کی قبروں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ جیسا کہ تفصیل سے بتلایا جا چکا ہے۔ یہ بالکل وہی عقیدہ اور تصور ہے جو اکثر مشرک قوموں کا رہا ہے۔

اور ہم اہل السنۃ والجماعۃ جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحیح توحید کا عقیدہ نصیب فرمایا ہے ہر ایسی امداد کو جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کسی زندہ یا وفات یافتہ بزرگ کے ذریعہ ہو اللہ تعالیٰ ہی کا فعل وتصرف اور اسی کی امداد یقین کرتے ہیں۔ اس لئے اسی

سے دعا اور مدد مانگتے ہیں اور اسی کی عبادت و پرستش کرتے ہیں ۔ خود مولانا گیلانی نے اسی حاشیہ میں منقولہ بالا عبارت کے بعد لکھا ہے اور کس قدر صحیح لکھا ہے ۔

خود مولانا گیلانیؒ کی وضاحت

"مشرک قوموں کا طریقہ کار یہ ہے کہ بجائے امداد پہنچانے والی حقیقی قوت (یعنی اللہ تبارک و تعالےٰ) کے امداد کے ان ذرائع اور وسائل ہی کو پوجنے لگتی ہے ۔

اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ نفع ہو یا نقصان ، خواہ بلا واسطہ پہنچے یا باالواسطہ ہر حال میں سب کو اسی کی طرف سے سمجھتے ہیں جو ان ذرائع اور وسائط سے نفع اور نقصان کی صورتوں کو پیدا کر رہا ہے (یعنی اللہ تبارک و تعالےٰ) ۔ پس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں بلکہ اس امداد کے لئے بزرگوں کی یا ان کی قبروں کی ، یا ان کے آثار کی عبادت کو شرک یقین کرتے ہیں ۔ موحد اور مشرک کے نقطۂ نظر میں یہی جوہری فرق ہے ۔ "

ناظرین کرام ! غور کریں کہ سوانح قاسمی کے اسی حاشیہ میں یہ صراحت اور وضاحت ہونے کے باوجود ارشد صاحب کا یہ دعویٰ کہ مولانا گیلانی نے اسی عقیدہ کو اپنا اور اپنی جماعت کا عقیدہ بتلا کر اپنے مذہب سے انحراف کیا ہے جس کو وہ مشرکانہ عقیدہ کہتے رہے ہیں ، کیسا شرمناک فریب اور دلیرانہ جھوٹ ہے ۔ ہمیں یقین ہے کہ جو شخص اللہ تبارک و تعالےٰ پر اور یوم آخرت کے محاسبہ پر ایمان رکھتا ہو تو وہ ایسے فریب اور ایسی دروغ بیانی کی جرأت نہیں کر سکتا ۔

الغرض مولانا گیلانی مرحوم و مغفور نے یہاں جو کچھ لکھا ہے بلاشبہ وہی جماعت دیوبند کا مسلک و عقیدہ ہے ۔ اور ارشد صاحب نے اس موقع پر "تقویت الایمان" صنؔ کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں شرک اس عقیدے کو کہا گیا ہے جو قبر پرستوں تعزیہ

پرستوں، اور بھوت پریت کے پرستاروں کا عقیدہ ہوتا ہے۔ "تقویۃ الایمان کی پوری عبارت اس موقع پر یہ ہے۔

عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا، روزی کی کشائش اور تنگی کرنی، اور تندرست کو بیمار کر دینا، فتح و شکست دینی، اقبال و ادبار دینا، مرادیں پوری کرنی، حاجتیں بر لانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، برے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء و اولیاء کی، پیر و شہید کی، بھوت و پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور اس توقع پر نذر و نیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے اور اس کو اشراک فی التصرف کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا محض شرک ہے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے، خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔"

سوانح قاسمی کے حاشیہ کی، مولانا گیلانی مرحوم کی پوری عبارت ابھی اوپر نقل ہو چکی ہے اور تقویۃ الایمان کی عبارت آپ کے سامنے ہے۔ اللہ تبارک و تعالےٰ نے اگر آپ کو عقل و فہم دی ہے تو آپ فیصلہ کریں کہ وہ شخص دیانت داری اور شرم و حیا سے، کس قدر عاری اور کیسا فریبی ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ مولانا گیلانی مرحوم و مغفور نے اپنا اور جماعت دیوبند کا عقیدہ وہی بتلایا ہے جس کو تقویۃ الایمان کی اس عبارت میں شرک کہا گیا ہے۔ تقویۃ الایمان کی عبارت کا یہ جملہ مقصد کی پوری وضاحت کر رہا ہے کہ۔

"یعنی اللہ کا سا تصرف کرنا محض شرک ہے۔"

بیحیا باش وہرچہ خواہی کن

ہم پوری تفصیل سے بتلا چکے ہیں کہ جاہل قبر پرست اور تعزیہ پرست قسم کے مریضان شرکت ہی تقویۃ الایمان کے خاص مخاطب ہیں اور وہ ولیوں شہیدوں اور اماموں کے لئے اسی طرح کا تصرف ثابت کرتے ہیں جس طرح کے تصرف کا عقیدہ عرب کے مشرکین اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کے بارے میں رکھتے تھے۔ اور تقویۃ الایمان کی اس عبارت میں اور اس طرح کی دوسری تمام عبارتوں میں اسی عقیدہ کو شرک کہا گیا ہے اور وہ بلاشبہ شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کو بھی اپنے فیض اور تصرفات کا واسطہ بناتا ہے

لیکن یہ عقیدہ کہ اللہ تبارک وتعالےٰ اپنے اولیاء، مقربین کے ذریعہ بھی اپنے بندوں کو فیض اور مدد پہنچاتا ہے اور عالم میں بڑے بڑے تصرفات و انقلابات کا ان کو واسطہ بناتا ہے۔ اہلسنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ ہے اور خود حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اس کے قائل بلکہ داعی ہیں۔ وہ اپنی بےنظیر کتاب "منصب امامت" میں ولایت کے ایک خاص مقام اور اس پر فائز ہونے والے اولیاء اللہ (اصحاب خدمت) کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

اس مسئلہ پر شاہ شہید کا ہدایت افروز کلام

حکیم علی الاطلاق ایشاں را واسطہ در تصرفات کونیہ میگرداند مثل نزول امطار ونمو اشجار

اللہ تبارک وتعالےٰ جو حکیم مطلق ہے ان اولیاء مقربین کو عالم کون کے تصرفات میں واسطہ بناتا ہے جیسے بارشوں کا نازل ہونا، درختوں کا نشوونما پانا، اور حالات کا پلٹا کھانا۔ بادشاہوں پر اقبال یا ادبار

وتقلیب احوال ادوار وتحول اقبال و ادبار سلاطین وانقلابات حالات اغنیاً ومساکین ، ورفع بلاء ودفع وباء وامثال ذالک ۔

آنا ، دولت مندوں ، فقراء ومساکین کے احوال کا بدل جانا ، بلاؤں کا ٹل جانا اور وباؤں کا ہٹ جانا ، اور ان جیسے دوسرے تصرفات ۔

پھر اس کی سند میں حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مشکوٰۃ شریف کی وہ حدیث نقل کی ہے جس میں ان ابدال کا ذکر ہے جن کا مستقر شام بتلایا گیا ہے اور ان کے بارہ میں فرمایا گیا ہے ۔

یسقی بھم الغیث وینصر بھم علی الاعداء ویصرف عن اھل الشام بھم العذاب

ان کے ذریعہ اور ان کی برکت سے بارش نازل ہوتی ہے اور دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کی جاتی ہے اور ان کے ذریعہ اور ان کی برکت سے اہل شام سے عذاب اور آفات کو ہٹا دیا جاتا ہے ۔

حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آگے حضرت مولانا گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کی طرح مثال دے کر سمجھایا ہے کہ سورج اور چاند کے ذریعہ دنیا کو جو روشنی ملتی ہے وہ روشنی یہ چاند اور سورج خود پیدا نہیں کرتے نہ خود ہم کو پہنچاتے ہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہی یہ روشنی پیدا کرتا ہے اور وہی اپنی قدرت اور اپنے حکم سے ہم کو پہنچاتا ہے ۔ یہ سورج وچاند واسطۂ فیض ہیں ۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ سورج ، چاند ہی روشنی پیدا کرتے اور ہم کو پہنچاتے ہیں تو یہ عقیدہ مشرکانہ ہوگا اسی طرح " اصحاب خدمت " کے ذریعہ جو فیض پہنچتا ہے ، یا جو تصرفات عالم میں ہوتے ہیں وہ خود ان کا

فعل اور تصرف نہیں ہوتے بلکہ اللہ تبارک وتعالٰے کا فعل اور تصرف ہوتے ہیں۔ اگر
کوئی شخص اس کو ان اولیاء اللہ واصحاب خدمت ہی کا فعل اور تصرف اور ان کی قدرت
کا کرشمہ سمجھے تو یہ مشرکانہ عقیدہ ہوگا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

پس آنچہ از تغیرات و تقلبات
مذکورہ چہ در اقطار عالم و اطوار بنی آدم
حادث میگردد ہمہ از قدرت کاملہ
ایشاں نیست و نہ از نتائج طاقت امکانی
نہ اینکہ حق جل وعلا ایشاں را قدرت
آثار تصرف عالم عطا فرمودہ کار وبار
بنی آدم بایشاں تفویض نمودہ پس
ایشاں بامر الٰہی قدرت خود صرف مینمایند
و ایں تصرفات گوناگوں و تغیرات
بوقلموں در عالم کون بر روئے کار مے
آرند کہ ایں اعتقاد شرک محض است
وکفر بحت ہر کہ بجناب ایشاں ایں
عقیدہ قبیحہ داشتہ باشد بے شک
مشرک مردود است وکافر مطرود
بالجملہ نزول تقدیر الٰہی بنا بر وجاہت
کسے یا دعائے کسے از مقبولین امرے دیگر

پس تغیرات اور حالات میں جو تبدیلیاں
(جن کا اوپر ذکر ہوا) اس عالم میں یا
انسانوں کے احوال میں پیدا اور ظاہر
ہوتی ہیں وہ سب ان اولیاء مقربین
کی قدرت اور طاقت کا نتیجہ نہیں ہیں
اور نہ ایسا ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰے
نے عالم میں تصرف کرنے کی قدرت ان کو
دے دی ہو اور انسانوں کے معاملات
ان کے حوالے کر دیئے ہوں اور وہ
بامر الٰہی اپنی قدرت سے یہ تصرفات
عالم کون میں کرتے ہوں، ایسا عقیدہ
رکھنا خالص شرک وکفر ہے جو کوئی ان
اولیاء اللہ کے بارہ میں یہ قبیح عقیدہ
رکھے کہ وہ اپنی قدرت سے یہ تصرفات
کرتے ہیں وہ بلاشبہ مشرک وکافر ہے
الحاصل کسی مقرب بندہ کے خاص

وصدور تصرفات کونی از ہماں مقبول اگرچہ بامر اللہ باشد امرے دیگر کہ اول عین اسلام است وثانی محض کفر۔

(منصب امامت ص۴۹، ۵۰)

مقام قرب و وجاہت کی بنا پر یا کسی مقبول بندہ کی دعا پر تقدیر الٰہی کا نازل ہونا اور کسی تصرف کا اللہ تبارک وتعالٰے کی طرف سے فیصلہ ہوجانا ایک الگ چیز ہے اور خود اس مقبول بندہ سے عالم کون میں تصرف کا ہونا اگرچہ بامر وعطاء الٰہی دوسری بات ہے پہلی بات عین اسلام ہے، اور دوسرا عقیدۂ خالص کفر ہے۔

یہ ہے ہم اہلسنت والجماعت کا عقیدہ۔ یہی بات حضرت مولانا گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انداز میں کہی ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ اگر مولانا گیلانی مرحوم ومغفور کو بریلوی ذہنیت کا تجربہ ہوتا تو ان کا بیان اور زیادہ واضح ہوتا۔

مولانا نعمانی کے متعلق صریح جھوٹا دعوٰے

ارشد صاحب نے مولانا گیلانی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کے حاشیہ سے متعلق اسی سلسلۂ بحث میں "الفرقان" کے ایک اداریہ کے حوالہ سے حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ کی ایک عبارت بھی نقل کی ہے اور دعوٰے کیا ہے کہ اس عبارت میں بھی اس، عقیدہ کو شرک کہا گیا ہے جس کو حضرت مولانا گیلانی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے جماعت دیوبند کا عقیدہ بتلایا ہے۔ یہ بھی ارشد صاحب کا سو فیصدی جھوٹ ہے۔

مولانا نعمانی مدظلہ کی اس عبارت کا آخری حصہ خود ارشد صاحب نے یہ نقل

کیا ہے۔

شرک جب ہوتا ہے جب کسی ہستی کو اللہ کے قائم کئے ہوئے اس ظاہری سلسلۂ اسباب سے الگ غیبی طور پر اپنے ارادہ واختیار سے کارفرما اور متصرف سمجھا جائے اس اعتقاد کی بنا پر اس سے اپنی حاجتوں میں مدد مانگی جائے۔

(الفرقان جمادی الاولیٰ ۱۳۰۶ھ صفحہ ۳۵، زلزلہ صفحہ ۳۰)

ناظرین کرام! حضرت مولانا گیلانی کی عبارت کو پھر پڑھ لیں، کیا اس میں اس عقیدہ کا شائبہ بھی ہے جس کو الفرقان کی اس عبارت میں شرک قرار دیا گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس بے باکی سے جھوٹ وہی شخص بولے گا اور لکھے گا جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حیا اور صداقت سے بالکل ہی محروم کر دیا ہو۔

ارشد صاحب نے حضرت مولانا نعمانی مدظلہ کے اس اداریہ کا یہ آخری حصہ بھی نقل کیا ہے۔

آپ مسلمان کہلانے والے قبوریوں اور تعزیہ پرستوں کو دیکھ لیجئے شیطان نے ان مشرکانہ اعمال کو ان کے دلوں میں ایسا اتار دیا ہے کہ وہ اس سلسلے میں قرآن و حدیث کی کوئی بات سننے کے روادار نہیں۔

میں تو انہیں لوگوں کو دیکھ کر اگلی امتوں کے شرک کو سمجھتا ہوں اگر مسلمانوں میں یہ لوگ نہ ہوتے تو واقعہ یہ ہے کہ میرے لئے اگلی امتوں کے شرک کو سمجھنا بڑا مشکل ہوتا۔

(الفرقان صفحہ ۳۳، زلزلہ صفحہ ۳۱)

ارشد صاحب نے حضرت مولانا نعمانی مدظلہ کی اس عبارت کو نقل کر کے بڑے غیظ وغضب کا اظہار کیا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ خود ان کا اپنا حال ہے اور وہ خود حضرت مولانا نعمانی مدظلہ کے اس وار کا نشانہ بن گئے ہیں۔ ورنہ جو بات ان سطروں میں کہی گئی ہے اس کی سچائی میں کس آنکھوں والے کو شبہ ہو سکتا ہے اور قریب قریب یہی بات ایک دوسرے انداز میں اب سے دو ڈھائی سو برس پہلے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے لکھی ہے۔ "الفوز الکبیر صلا" کے حوالے سے شاہ صاحب کی یہ عبارت پہلے بھی نقل ہو چکی ہے۔

اگر در تصویر حال مشرکین و اعمال ایشاں توقف داری احوال محرفان اہل زمانہ خصوصاً آنانکہ باطراف دار الاسلام سکونت دارند ملاحظہ کن، کہ .... بہ قبور و آستانہا نہا مے روند و انواع شرک بعمل مے آرند۔

اگر عرب کے مشرکین کے احوال و اعمال کا صحیح تصور تمہارے لئے مشکل ہو اور اس میں کچھ سوچ بچار ہو تو اپنے زمانہ کے پیشہ ور عوام خاص کر وہ جو دار الاسلام کے اطراف، میں رہتے ہیں (جس کی وجہ سے وہ دینی تعلیم اور صحبت سے محروم ہیں) ان کا حال دیکھ لو وہ قبروں، اور آستانوں اور درگاہوں پر جاتے ہیں اور طرح طرح کے شرک کرتے ہیں۔

کیجئے کیا بنیادی فرق ہے حضرت مولانا نعمانی مدظلہ العالی کی مندرجہ بالا عبارت میں

اورحضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے اس شرک سوز ارشاد میں ؟

کیا ہے کسی بریلوی میں ہمت کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے خلاف بھی اس غیظ وغضب کا اظہار کرے جس کا حضرت مولانا نعمانی مدظلہٗ العالی کے خلاف اظہار کیا گیا ہے ۔

(۳)

حضرت گنگوہیؒ کا ایک ارشاد

تذکرۃ الرشید یعنی سوانح حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کے حوالے سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا ایک ارشاد نقل کر کے ارشد صاحب نے ایک نئے رنگ کا گل کھلایا ہے ۔ تذکرۃ الرشید کے مؤلف حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے تحریر فرمایا ہے کہ بعض مواقع پر حضرت کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے گئے کہ ۔

"سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانے میں ہدایت ونجات موقوف ہے میرے اتباع پر ۔" (تذکرۃ الرشید ص۱۷)

ان فقروں کو نقل کر کے ارشد صاحب فرماتے ہیں کہ ۔

"یعنی مطلب یہ ہے کہ اس زمانے میں مولوی رشید احمد صاحب کے علاوہ کسی کی زبان بھی کلمۂ حق سے آشنا نہیں ہوئی ۔ افسوس کہ گنگوہی صاحب کے اس دعوے کو مشتہر کرتے ہوئے دیوبندی علمائے نے قطعاً یہ محسوس نہیں کیا کہ اسمیں دوسرے حق پرست علماء کی کتنی صریح توہین موجود ہے ۔"

اس کے بعد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کے آخری فقرے پر خصوصی توجہ مبذول کراتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" سوچنے کی بات یہ ہے کہ کسی کے اتباع پر نجات موقوف ہو یہ شان صرف رسول کی ہو سکتی ہے نائب رسول ہونے کی حیثیت سے علماء کرام کا منصب صرف یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اتباع رسول کی دعوت دیں، اپنے اتباع کی دعوت دینا قطعاً ان کا منصب نہیں ہے لیکن صاف عیاں ہے کہ گنگوہی صاحب اس منصب پر قناعت نہیں کرنا چاہتے "

اور آخر میں تقویۃ الایمان کی ایک عبارت سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کے اس ارشاد کا تضاد دکھاتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ۔

" دوسری طرف ان کے مذہب کی بنیادی کتاب تقویۃ الایمان کا فرمان یہ ہے کہ کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اس کے کلمہ کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی اُن ہی باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ تعالٰے نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائے ہیں۔ پھر جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق کے ساتھ کرے اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے۔

(تقویۃ الایمان ص۲۹ ، زلزلہ از ص۸۹ تا ص۹۰)

پتہ نہیں ان ارشد صاحب کے ذہن میں یوم آخرت نام کی کوئی چیز بھی ہے یا نہیں، جہاں ایک ایک بات کا آدمی کو حساب اور جواب دینا ہوگا! آخرت فراموشی کی کوئی حد ہے کہ جس تذکرۃ الرشید سے عبارت لے کر اعتراض کیا جا رہا ہے اسی میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی موجودگی میں ایسے اعتراض کا وسوسہ بھی آدمی کے دل میں

نہیں گزرسکتا ۔ مگر ارشد صاحب بے بات کا پہاڑ بنا کے کھڑا کرنے اور ان مقبولان خدا کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں واہی تباہی خیالات پیدا کرنے کا فن دکھاتے ہیں اللہ تعالےٰ انہیں سمجھ دے کہ یہ کتنے گھاٹے کا سودا ہے جسے وہ سراسر نفع کا سمجھ رہے ہیں

ادھر ادھر سے پہلے خود ان فقروں ہی کے اندر جنھیں اعتراض کے لئے چنا گیا ہے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا یہ ارشاد پڑھئے کہ ۔

"اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں"

ان الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی کیا کوئی خداترس آدمی ایسا الزام حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دے سکتا ہے جیسا کہ ارشد صاحب نے فنکاری کی پوری طاقت صرف کر کے دیا ہے کیا نبوت و رسالت کے منصب کا خوشمند آدمی ایسے الفاظ بھی اپنے بارے میں کہتا ہے یا وہ لن ترانیاں دکھاتا ہے کہ میں جنیں ہوں اور چناں ہوں ؟

اچھا اب "تذکرۃ الرشید" کے دوسرے بعض مقامات دیکھئے ۔ یہ عبارت جس پر گفتگو ہے تذکرہ کے حصہ دوم صہ کی ہے ۔ حصہ اول کا صہ^۱۲۲^ کھولئے ایک طویل مکاتبت (خط و کتابت) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی مروجہ میلاد کے مسئلہ پر چل رہی ہے ۔ بڑی مشہور مکاتبت ہے ۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ایک زمانے میں اس رسم میلاد کے بارے میں اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے رجحان کے مطابق کچھ نرم تھے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے یہاں مطلق گنجائش اس معاملے میں نرمی کی نہیں تھی ، حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کے علم میں یہ بات آئی کہ حضرت والا کو ان کے مسلک سے ناگواری ہے اس پر آپ نے اپنی پوزیشن واضح کرنے اور مسئلہ کو سمجھنے کے لئے

حضرت سے خط و کتابت کی جس کا سلسلہ کافی طویل ہوا . اور جس کے نتیجے میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنے موقف سے رجوع فرمایا . اسی مکاتبت میں حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں .

پس اگر کسی کا شیخ کوئی امر خلاف امر شرع کے فرما دے گا تو اس کو تسلیم کرنا جائز نہ ہو گا بلکہ خود شیخ کو ہدایت کرنا مرید پر واجب ہو گا . کیوں کہ ہر دو کا حق ہر دو پر ہے اور شیوخ معصوم نہیں ہوتے اور جب تک شیخ کسی مسئلہ کو جو بظاہر خلاف شرع ہو بدلائل شرعیہ قطعیہ ذہن نشین نہ کر دے مرید کو اس کا قبول کرنا ہرگز روا نہیں . اس کی نظیریں احادیث سے بکثرت ملتی ہیں . ایک نظیر بیان کرتا ہوں ، اس پر غور کیجئے "

اس کے بعد اس نظیر کے بیان میں حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں .

" جب واقعہ مسیلمہ میں (یعنی مدعی نبوت مسیلمہ کذاب سے جنگ کے واقعہ میں . ح) قرآء (حفاظ قرآن ع) بہت سے شہید ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اندیشہ ذہاب کثیر من القرآن کا (یعنی قرآن کا بیشتر حصہ ضائع ہو جانے کا ، ہوا ، انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ، خلیفۂ وقت ، کو جمع قرآن (یعنی قرآن کے جو مختلف ٹکڑے مختلف صحابہ کے پاس کتابت کی یا حفظ کی شکل میں محفوظ تھے ان سب کو یکجا کر کے ایک مکمل نسخہ تیار کرا دینے کا مشورہ دیا ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بعد مباحثہ بسیار قول حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو قبول فرمایا اور اس کا استحسان ان کے ذہن نشین ہو گیا اور دونوں کی رائے متفق ہو گئی اور

سنیّت بلکہ وجوب مقرر ہوگیا (یعنی طے ہوگیا کہ یہ کام مطابق سنت، بلکہ واجب ہے) اور پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو اس امر کے واسطے فرمایا (یعنی یہ کہ وہ قرآن جمع کریں) تو باوجود اس بات کے کہ شیخین (حضرت ابوبکر و عمر) رضی اللہ تعالےٰ عنہما حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علم و فضل میں بہت زیادہ تھے اور صحبت ان کی بہ نسبت زید کے طویل تھی اور ان کے باب میں حکم شارع علیہ السلام سے ہوچکا تھا کہ اقتدوا[1] بالذین من بعدی ابی بکر و عمر ـــ رواہ البخاری مع ہذا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے چونکہ اس امر کو محدث (دین میں نئی بات) سمجھا تو یہی فرمایا کہ کیف تفعلون شیئًا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آپ وہ کام کیسے کرتے ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم نے نہیں کیا) اور ان کے کہنے کو ہرگز تسلیم نہ کیا کیوں کہ ایجاد بدعت ان کے نزدیک سخت معیوب تھا اور شیخین کو معصوم نہ جانتے تھے۔ لہذا مناظرہ شروع کر دیا۔ مگر جس وقت حضرات شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے ان کو سمجھا دیا اور سنیت اس فعل کی (حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کو ثابت ہوگئی تو اس وقت بدل و جان قبول کر کے اس کی تعمیل میں مصروف ہوگئے۔ بخاری کو تم نے خود پڑھا پڑھایا اور دیکھا ہے زیادہ کیا لکھوں۔ پس ایسا بدست شیخ ہوجانا کہ مامور اور منہی کی کچھ تمیز نہ رہے، یہ اہل علم

---

[1] یعنی میرے بعد تم لوگ ابوبکر و عمر کی پیروی کرنا۔

کا کام نہیں لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ۔ (کسی مخلوق کی ایسی اطاعت جائز نہیں جس میں خالق کی نافرمانی ہو) ۔ یہ امر بھی عام ہے اس سے کوئی مخصوص نہیں ، اور اگر کسی عالم نے اس کے خلاف کیا ہے تو ، بسبب فرط محبت کے یا جنون عشقیہ کے کیا ہے سو وہ قابل اعتبار کے نہیں اور ہم لوگ اپنے آپ کو اس درجہ کا نہیں سمجھتے "

(تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۲۳ / ۱۲۲)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس تحریر کو پڑھتے ہوئے یہ بھی ذہن میں رکھیے کہ اس کے مخاطب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد اپنا سب سے بڑا حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ کو ہی سمجھتے تھے اور جیسا کہ اوپر بتایا گیا تھا اس وجہ سے حضرت کی ناراضگی کی اطلاع پا کر یہ خط و کتابت آپ نے فرمائی تھی ۔ اس صورت حال کو ذہن میں رکھتے ہوئے غور فرمایئے کہ حضرت گنگوہی حضرت تھانوی سے یہ نہیں فرماتے کہ چونکہ میں کہتا ہوں کہ مروجہ میلاد کی شرکت روا نہیں اس لئے بے چون وچرا مان لو ، بلکہ اس کے برعکس یہ اصول بتاتے ہیں کہ دین کے معاملے میں دلائل شرعیہ کے بغیر اپنے شیخ و مرشد کی بات بھی نہیں مانی جا سکتی ۔ چاہے وہ شیخ

ع یہ تمام عبارت چونکہ ایک اہل علم کو مخاطب کر کے لکھی گئی ہے اس لئے بعض جگہ الفاظ عام فہم نہیں ہیں بعض جگہ قدرے وضاحت کی ضرورت ہے عربی عبارتیں بھی بغیر ترجمہ کے ہیں اس لئے ہم نے بریکٹوں میں ان ضرورتوں کے مطابق الفاظ بڑھا دیئے ہیں یعنی بریکٹ کے اندر تمام الفاظ ہمارے ہیں ۔ (عارف)

میرے اور تمہارے دونوں کے شیخ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ہی کیوں نہ ہوں! ۔ اس اصول کو بیان کر کے اسے مؤکد و مدلل کرنے کے لئے ایک نظیر بھی پیش فرماتے ہیں کہ دیکھو رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے بعد شیخین سیدنا حضرت ابوبکر اور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے زیادہ کوئی قابل اطاعت و اتباع نہیں ہوسکتا، اور اس بات صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے زیادہ سمجھنے والا بھی کوئی نہیں جن سے براہ راست حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم نے فرمایا تھا کہ " میرے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما، کی اقتدا کرنا "

مگر اس کے باوجود جب جمع قرآن کا مسئلہ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی وفات کے بعد سامنے آیا اور سیدنا حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے متفق ہو کر سیدنا حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے یہ کام کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے اس وقت تک ان کا متفقہ حکم بھی نہیں مانا جب تک کہ انہیں دلائل شرعیہ سے ان دونوں بزرگوں نے مطمئن نہیں کر دیا۔ کیونکہ وہ اسے اولاً بدعت سمجھ رہے تھے اور جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم نے بدعت میں کسی کی اطاعت کرنے کا حکم نہیں فرمایا ہے شیخین کی اطاعت و اقتدار کا حکم بھی اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ بدعت اور اللہ تبارک و تعالےٰ کی معصیت نہ ہو۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ پس جب آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے اس صریح ارشاد کے بعد بھی شیخین کی اقتدا، بغیر دلائل شرعیہ کے ایسے معاملے میں نہیں کی جاسکتی جس کے بدعت اور معصیت ہونے کا شبہ کسی صاحب علم کو گزر رہا ہو تو پھر کسی اور شیخ کی ایسی اقتدا، کا کیا سوال ؟ فرماتے ہیں

پس ایسا جدست شیخ ہو جانا کہ مامور اور منہی کی کچھ تمیز نہ رہے اہل علم کا کام نہیں "۔ اور اگر کسی عالم نے اس کے خلاف کیا ہے تو .... وہ قابل اعتبار کے نہیں "

اس قدر صفائی اور تاکید کے ساتھ دلائل شرعیہ یعنی ارشادات خدا ورسول کو ہر شخصیت کے قول سے مقدم اور بالاتر رکھے جانے کا مسلک رکھنے والا انسان اگر کسی موقع پر یہ کہتا ہے کہ:

"حق وہی ہے جو اس کی زبان سے نکلتا ہے اور اس زمانے میں ہدایت ونجات موقوف ہے اس کے اتباع پر "

تو کیا اس کے معنی یہ لئے جا سکتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے برابر کر رہا ہے ؟ کسی کا دماغ کام کرنے سے معذور ہو گیا ہو تو دوسری ہے ورنہ خود حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کا یہ ارشاد کہ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر ۔ میرے بعد، میرے بعد والوں یعنی ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی اقتدا کرنا ، ایسے قول کی ایک نہایت اطمینان بخش نظیر ہے کہ ایسے اقوال میں ایک بنیادی شرط الفاظ میں نہ ہوتے ہوئے بھی ملحوظ ہوتی ہے اور وہ ہے دلائل شرعیہ سے موافقت یعنی سیدنا حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی اقتدا ، اس لئے کہ وہ ان کی رائے اور ان کا عمل انشاء اللہ تعالےٰ ہمیشہ دلائل شرعیہ کے موافق ہی ہوگا ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے دوسرے صریح ارشادات کی روشنی میں اس ارشاد مبارک کا یہ مطلب تو لیا ہی نہیں جا سکتا کہ چاہے سیدنا حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی رائے خدانخواستہ دلائل شرعیہ سے منحرف ہی ہو جب بھی ان کی اقتدا کیجئے۔

اسی طرح جب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ یا کوئی دوسرے صاحب علم، بزرگ صاف صاف اور نہایت شدت کے ساتھ اس مسلک کے داعی اور اس کی حفاظت پر کربستہ نظر آتے ہوں کہ دین و شریعت میں اصل سند اللہ و رسول کا قول ہے، کسی دوسرے کا قول اسی کی مطابقت کے بعقابل یا واجب العمل ہوسکتا ہے تو ان کے ایسے ارشادات کا مطلب کہ میری اتباع کرو، اسی میں نجات جانو، سوائے اس کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں دلیل شرعی کا اطمینان کرکے کہتا ہوں اور اسی لئے اس کی اتباع واجب ہے ہاں کسی نے ان لوگوں کی ہر بات میں کیڑے نکالنے کی قسم ہی کھالی ہو یا دماغ سے بالکل فارغ ہوگیا ہو تو اس کا جو جی چاہے کہتا پھرے۔

الغرض جہاں تک حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے مذکورہ قول میں ہمسری رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعوےٰ نظر آنے کا سوال ہے تو وہ اگر زبردستی کے کیڑے نکالنے کی بات نہیں ہے تو دماغ کا خلل ضرور ہے۔

رہا یہ اعتراض کہ اس قول سے دوسرے حق پرست علماء کی توہین لازم آتی ہے کیوں کہ اس میں کہا گیا ہے کہ "حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے"۔

تو اس اعتراض کو بھی اگر بہت رعایت کی جائے تو کم سے کم، کم سمجھی کی پیداوار ضرور کہنا پڑے گا۔ کون سی آفت آجائے گی اگر معترض صاحب اس جملہ کا یہ مطلب نکالنے کے بجائے کہ دوسرے کسی کی زبان سے حق نکلتا ہی نہیں، یہ مطلب لیں کہ جو لوگ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے ایماندارانہ یا گروہ بندانہ اختلاف بہت سے مسائل میں کر رہے تھے، اور معلوم ہے کہ کر رہے تھے بلکہ گروہ بندانہ اختلاف والوں نے تو آفت مچا رکھی تھی، اور آج تک مچائے ہوئے ہیں۔ ان اختلاف والوں ہی کے مقابلے

ہیں اور ان ہی مسائل کے سلسلے میں جن میں اختلاف کیا جا رہا تھا، اپنے مؤقف کی صحت کا اطمینان اپنے آمیوں کو دلانے کے لئے یہ بات بعض موقعوں پر حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان سے نکلی تھی۔ کیا آفت آجائے گی اگر ارشد صاحب اسی سیاق وسباق میں اس قول کو دیکھیں اور اسی محدود دائرہ ہی میں اس کا مطلب محدود رکھیں؟

اور اگر کسی کو دین اور اہل دین کے بارہ میں کچھ واقعی معلومات ہوں تو اس کے لئے اس بات کا سمجھنا کچھ مشکل نہ ہونا چاہیئے۔

مقامِ تجدید

دین میں ایک اصطلاح "تجدید" اور "مجددین" کی ہے یہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ ابو داؤد شریف کی مشہور روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ (باب ما یذکر فی قرن المأۃ)	اللہ تبارک وتعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سرے پر ایسے اشخاص کو مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے اس کے دین کی تجدید (نکھار) کریں گے۔

ایک دوسری روایت میں جو المدخل للبیہقی کی ہے یوں ارشاد ہوا ہے۔

یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین۔ (مشکوۃ کتاب العلم بحوالہ المدخل للبیہقی)	(میرے لائے ہوئے) اس علم کے ہر اگلی نسل میں سے معتبر ومعتمد لوگ وارث وحامل ہوتے رہیں گے جو غلو پسندوں کی تحریفوں ملحدوں کی دسیسہ کاریوں اور جاہلوں کی غلط تاویلوں کو مٹاتے رہیں گے

اس بشارت نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ و بارک وسلم کے مطابق اللہ تبارک وتعالٰی نے ہر قرن اور ہر صدی میں ایک یا ایک سے زائد مجددین کی جماعت مبعوث فرمائی۔ جن کو پچھلی چند صدیوں تک کے مصنفین سلام اپنی متعلقہ کتابوں میں نام بنام درج کرتے رہے ہیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت امام شافعی، حضرت امام غزالی وغیرہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم ان میں سے چند مشہور نام ہیں۔ خود ہمارے ملک کی خوش قسمتی سے اسی زمرہ کی ایک ہستی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ یہاں پیدا ہوئے اور نام ہی، "مجدد الف ثانی" پڑ گیا۔ آفاق عالم میں آپ کا شہرہ گونجا اور آپ کے تجدیدی کارنامے کی برکتیں آج تک ہند اور بیرون ہند میں دیکھی جارہی ہیں۔ آپ کے بعد اس ملک کے اتنے ہی شہرۂ آفاق دوسرے مصلح اور مجدد بزرگ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ہوئے جن کی اکثر اہم کتابوں کی زبان عربی ہونے کی وجہ سے عالم اسلام کو، نسبتاً زیادہ واقفیت کا موقع حاصل ہوا اور اسلامی تاریخ کی مسلم تجدیدی شخصیتوں میں آپ کا شمار ہے۔

یہ مجددین جیسا کہ مذکورہ بالا احادیث کے الفاظ ہیں۔ امت کے دینی انحرافات اور گمراہیاں مٹانے، فتنوں کا مقابلہ کرنے، مردہ سنتوں کو زندہ کرنے، بدعقیدگی و بدعملی کی کثافتیں زائل کرنے اور دین کا اصلی چہرہ نکھار کر اعتدال اور ترقیوں کی راہ ہموار کر دینے کے لئے اپنے اپنے زمانے میں مبعوث ہوا کئے۔ ان کے احوال واقوال پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ ان میں سے بہت سوں نے اس حقیقت کا اظہار بھی مختلف الفاظ میں کیا کہ وہ اللہ تبارک وتعالٰی کی طرف سے اس مقام پہ فائز کئے گئے ہیں اور

ان کے زمانہ میں ہدایت وسعادت اور نجات کا راستہ ان ہی کا راستہ ہے ۔

سیدنا حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے اپنے اسی مقام کے بعض مکاشفات لبعض ارادتمندوں کے نام قلم بند کئے تو کوڑ مغز، فتنہ پرداز اسے دعوائے پیغمبری بنا کر لے اڑے اور بادشاہِ وقت جہانگیر کے سامنے کچھ اور سیاسی الاتشیں بھی اس میں ملا کر پوری فتنہ انگیزی کے ساتھ پیش کیا تو کچھ دن جیل خانے کی سنت یوسفیؑ آپ کے حصے میں آئی ۔ اور پھر سیدنا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ و السلام کی تاریخ نے اپنے آپ کو پورے طور پر اس طرح دہرایا کہ اسی جہانگیر کا سر عقیدت سے جھکا اور جیل خانے کی جگہ شاہی مجلس آپ کے مبارک وجود سے فیض پانے لگی ۔

ہمارے معترضین چونکہ سیدنا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کے تجدیدی کام کا خاص تعلق توحید وسنت اور شرک وبدعت سے ہونے کی وجہ سے ان سے کچھ دل میلا رکھتے ہیں اس لئے ہم ان کے ایسے اقوال یہاں پیش نہیں کریں گے . لیکن حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کے بارے میں یہ بات نہیں ہے . لہذا ان کے کچھ ارشادات سنئے !

(۱) رأیتنی فی المنام قائم الزمان اعنی بذالک ان اللہ تعالٰی اذا اراد شیئًا من نظام الخیر جعلنی کالجارحۃ ......

(فیوض الحرمین مع سادات کونین ص۸۹)

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں قائم الزمان ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰے جب خیر کے کسی نظام کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے اس ارادہ کی تکمیل کے لئے مجھے وہ بمنزلہ آلۂ کار بنا لیتا ہے ۔

(۲) قد من الله سبحانه علیّ
وعلی اهل زمانی بان منحنی
طریقا من السلوک هی اقرب
الطریق ..... وفہمنی ربی جل
جلاله انا جعلناک امام هذه
الطریقة واوصلناک ذروة
سنامها وسددنا طرق
الوصول الی حقیقة القرب
کلها غیر طریقة واحدة
هی محبتک والانقیاد لک
فالسماء لیس علی من عاداک
بسماء ولیست الارض علیه
بارض ....

(تفہیمات الٰہیہ ج ۲ صفحہ ۱۲۵)

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مجھ پر اور میرے
اہل زمانہ پر یہ احسان فرمایا ہے کہ
مجھے سلوک کا ایک ایسا طریقہ عطا
کیا جو تمام طریقوں میں اقرب ہے
...... اور مجھے میرے رب نے سمجھا
دیا کہ ہم نے تجھ کو اس طریقے کا امام
بنایا اور اس کی بلند ترین چوٹی تک
پہنچایا ہے اور حقیقتِ قرب تک
پہنچنے کے تمام راستوں کو سوائے
ایک راستے کے بند کر دیا ہے اور وہ
راستہ تیری محبت اور اطاعت کا
راستہ ہے پس اس کے لئے آسمان
آسمان نہیں اور زمین زمین نہیں
جو تجھ سے عداوت رکھے !!

حدیث کے الفاظ آپ پڑھ چکے ہیں ان میں " ان اللہ یبعث " کا لفظ ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ مجددین مامور من اللہ ہوتے ہیں اور اس لئے اپنے اس منصب سے آگاہ ہوتے ہیں ان کی بعثت بلاشبہ نبی کی بعثت جیسی تو نہیں ہوتی کہ وہ ضرور اپنے اس منصب کا اعلان کریں اور دوسروں پر ان کی تصدیق واجب ہو ۔ لیکن ایک تکوینی انتظام کے طور پر ہوتا یہی ہے کہ جس زمانی و مکانی دائرے میں یہ حضرات مبعوث ہوتے

ہیں۔ اس زمان و مکان سے تعلق رکھنے والی ۔ امت کی سعید روحیں ان کی طرف کھنچتی اور ان کی تجدیدی ہدایت کو آنکھوں سے لگاتی ہیں۔ کیوں کہ انتظام تجدید سے جو مقصود ہے یعنی دین کی تجدید اور فتنوں سے حفاظت ۔ اس کیلئے یہ دوسری بات یعنی انتظام قبولیت بھی ضروری ہے ۔ بہرحال ان حضرات کی طرف سے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی طرح، کوئی اعلان عام تو ضروری نہیں ہوتا ۔ لیکن مامور ہونے کی بنا پر یہ اظہار حقیقت کے حقدار ضرور ہوتے ہیں اور اس لئے جہاں ضرورت محسوس کرتے ہیں وہاں انکسار کو ان کی راہ میں حائل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی۔

چنانچہ جہاں ان کا کلام اور ان کی تصنیفات دیکھنے والوں کو ایک طرف انتہائی عجز و انکسار اور فروتنی کی باتیں ملیں گی وہاں کہیں کہیں کم و بیش اپنے مامور من اللہ اور مستحق اقتدار و اتباع ہونے کا اظہار بھی ملے گا لیکن یہ منکرین اور معاندین کے سامنے نہیں ہوتا بلکہ صرف معتقدین کے سامنے ہوتا ہے اس لئے کہ اس کا مقصد ان لوگوں کے دلوں میں اپنی اقتدار و اتباع پر کامل اطمینان اور شرح صدر پیدا کرنا ہوتا ہے اور اس کے لئے ایک ایسے مقتدار کے جس پر اعتقاد و اعتماد ہو ایسے الفاظ ایک موثر ترین ذریعہ ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی جو عبارتیں اوپر نقل ہوئیں وہ خدانخواستہ اپنی عظمت و بزرگی جتانے کے لئے نہیں بلکہ اسی قبیل سے ہیں یعنی جو لوگ حسن اعتقاد اور حسن ظن رکھتے ہیں ان کی توجہ اور دلچسپی اپنے تجدیدی کاموں کی طرف بڑھائی جائے ۔ اور انہیں معاونت و رفاقت میں سرگرم کیا جائے۔

یہ بات اگر آپ کی سمجھ میں آگئی ہے اور آپ نے جان لیا کہ مجددین امت کے یہاں ایسے بیانات بھی ملتے ہیں اور ان میں کوئی مضائقہ نہیں ۔ تو اس کے بعد آپ کسی شخصیت

کے بارے میں یہ تو گفتگو کر سکتے ہیں کہ وہ مجدد ہے یا نہیں لیکن یہ کہنے کی گنجائش نہیں ہوگی کہ "ایسی باتیں کہنا ایک امتی اور نائب رسول کی حد سے تجاوز ہے"۔ یہ لوگ مبعوث من اللہ اور بمنزلہ آلۂ کار ہونے کے اس کی حفاظت و نگہداشت میں ہوتے ہیں ان کے منہ سے ایسی کوئی بات نکلنے نہیں دیجاتی جو بجائے ہدایت کے ضلالت کا سبب بن جائے۔ یہ وہ بات ہے جو حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے صاحب علم اور صاحب مقام نے صراحۃً فرمائی ہے۔ "احیاء علوم الدین" میں فرماتے ہیں۔

وقال بعض العلماء يد الله على افواه الحكماء لاينطقون الا بما هيأ الله لهم من الحق. (احیاء العلوم ج ۳ ص۲۴)	اور بعض علماء کا قول ہے کہ حکماء کے منہ پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے ان کے منہ سے صرف وہ حق ہی نکلتا ہے جو اللہ تعالیٰ ان پر کھولتا ہے۔

یہ حکماء کون ہوتے ہیں؟ وہ برگزیدہ علمائے ربانی جنہیں حدیث میں محدثین کہا گیا ہے۔ چنانچہ اسی بحث میں حضرت امام فرماتے ہیں۔

وكان هذا هو معنى قوله عليه السلام ان في امتي محدثين وان عمر منهم. (ص۲۶)	اور گویا یہ عین مفہوم ہے قول آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کا کہ میری امت میں کچھ لوگ محدث ہوں گے اور عمر انہیں میں سے ہیں

اور اس حدیث "محدثین" کی تشریح میں ہمیں اور کہیں بھی جانے کی ضرورت نہیں سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس سے زیادہ مشہور الفاظ والی

حدیث پاک وہ ہے جس میں فرمایا گیا ہے ۔

الحق ینطق علی اللسان عمر	عمر کی زبان پر حق ہی بولتا ہے ۔

تو یہ ہیں محدث کے معنیٰ (جسے عام فہم الفاظ میں "ملہم" بھی کہا جاتا ہے) اور حدیث پاک ہی سے معلوم ہوگیا کہ یہ "مقام محدثیت" سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ختم نہیں ہے بلکہ امت میں اور بھی ایسے برگزیدہ افراد ہوتے رہیں گے (وان من امتی محدثین) مجددین بھی اس نعمت سے نوازے جاتے ہیں ۔

اب آیئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کی طرف کہ ۔

"سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانے میں ہدایت اور نجات موقوف ہے میرے اتباع پر "

جیسا کہ ہم نے کہا تھا اس میں " اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں" کا فقرہ خود ان تمام خرافات کی راہ مار دینے والا ہے جو کم فہموں یا عیب جو ؤں کے دل میں اس عبارت پر ابل سکتی تھیں لیکن یہی تنہا بات نہیں ہے جس موقع پر "تذکرۃ الرشید" کے مؤلف نے حضرت والا کا یہ قول نقل کیا ہے وہ موقع آپ کے تجدیدی مقام کے بیان ہی کا موقع ہے بیان ہو رہا ہے ۔

" حق تعالیٰ کے چاہیتے (چہیتے) پیغمبر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرحومہ امت میں جن خوش نصیب اور پاک طینت حضرات کو مرتبۂ قرب و ولایت کیساتھ نوازا گیا اور سچے ایمان کی حلاوت اور اطمینان کے ساتھ یقین واذعان کی روشنی جن کے قلوب میں ڈالی گئی ان میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کے

دل فیض منزل کو ایک خاص خصوصیت کے ساتھ یہ اندرونی لذت عطا ہوئی۔ جس کا ثمرہ یہ تھا کہ زمانے کے صاحب نسبت مشائخ اور اہل دل، حجاز طریقت اولیاء اللہ کے آپ سردار تھے عالم کے ہادی اور راہبر نائبین رسول کے گروہ کی سیادت آپ کے حوالے کی گئی تھی" الخ

آگے اسی طرح کی چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں۔

"احتمال خطا اور امکان زلت کے درجہ میں درجہ میں آپ یقیناً بشر تھے مگر ہادی و راہبر عالم ہونے کی حیثیت سے چونکہ آپ اس بے لوث مسند پر بٹھائے گئے تھے جو بلحاظ پیغمبر کی میراث ہے اس لئے آپ کی قدم قدم پر حق تعالے کی جانب سے نگرانی و نگہبانی ہوتی تھی آپ اولیاء اللہ کے اس اعلیٰ طبقہ میں رکن اعظم بن کر داخل ہوئے تھے جن کے اقوال و افعال، اور قلب و جوارح کی ہر زمانہ میں حفاظت کی گئی ہے اور جن کی زبان اور اعضاء بدن کو تائید و توفیق خداوندی نے مخلوق کو گمراہی سے بچانے کے لئے اپنی تربیت و کفالت میں لے رکھا ہے آپ نے کئی مرتبہ یہ الفاظ بحیثیت تبلیغ اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمائے "سن لو حق وہی ہے: .... الخ

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص۱۷)

یہ اپنے زمانے کی پیشوائی اور مقام تجدید کا ہی بیان ہے یا کچھ اور؟ اس پر آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو مولانا رشید احمد صاحب کا یہ مقام تسلیم نہیں۔ لیکن اس مقام تجدید کے بارے میں اوپر جو حقائق مستند حوالوں سے گوش گزار کر دیئے گئے ہیں ان کے بعد یہ کہنے کی کوئی گنجائش کسی کے لئے نہیں رہتی کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ

علیہ کا یہ قول نیابت رسول کی حد سے تجاوز اور دوسرے تمام پیشوایان اسلام کی ، توہین ہے ۔لیکن جاہلوں کو خبر تو ہو کہ مقامِ تجدید بھی کوئی چیز ہوتی ہے اور کیا ہوتی ہے؟

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کی وضاحت میں ہم نے یہاں تک جو کچھ عرض کیا اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ممدوح کو یقین تھا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں ، کتاب وسنت کی روشنی میں اور دلائل شرعیہ کی بنیاد پر کہتا ہوں اس لئے وہ حق ہے اور ہدایت ونجات اس کے اتباع پر موقوف ہے ۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے جن ، بندوں کو تجدید دین واصلاح امت کے اس مقام پر فائز فرماتا ہے ان کا یہی حال ہوتا ہے ان کا دل اس یقین سے بھر دیا جاتا ہے کہ ان کا راستہ حق وہدایت کا راستہ ہے ۔

ہماری ان معروضات سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے اس ارشاد اور تقویۃ الایمان کی اُس عبارت میں کوئی ٹکراؤ نہیں جس کو ارشد صاحب نے اسی سلسلہ میں "زلزلہ" کے صفحہ ۹۰ پر نقل کیا ہے اس میں تو حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس بات کو شرک قرار دیا ہے کہ اللہ کی طرح کسی کو حکم دینے اور راہ ورسم مقرر کرنے کا حق دار سمجھا جائے اور اس کے کلمہ ہی کو اپنی سند سمجھا جائے ۔ یہ بات اور زیادہ صاف ہو کر سامنے آجاتی ہے ۔ اگر یہ ارشد صاحب اس موقع کی تقویۃ الایمان کی پوری عبارت دیانت داری کے ساتھ نقل کر دیتے مگر یہ کیوں کر ہوتا ؛ دھوکہ دہی اور بد دیانتی پر ان لوگوں کا سارا کاروبار چل رہا ہے ۔

ناظرین کرام ! تقویۃ الایمان کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں ۔ حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ۔

" یہی اصل دین ہے کہ اللہ ہی کے حکم پر چلیے اور کسی کا حکم اس کے مقابل ہرگز

نہ مانیے لیکن اکثر لوگ یہ نہیں چلتے بلکہ اپنے پیروں کی رسول کو اللہ کے
حکم سے مقدم سمجھتے ہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور
اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی ان ہی باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے
اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں۔ پھر جو کوئی یہ معاملہ مخلوق سے کرے تو اس پر
بھی شرک ثابت ہوتا ہے" (تقویۃ الایمان ص۴۸، ۴۹)

یہ ہے "تقویۃ الایمان" کی اصل عبارت، اس میں صراحتہً یہ بات کہی گئی ہے کہ اصل
دین یہ ہے کہ اللہ کے حکم پر چلا جائے اور اس کے مقابلے میں کسی کا حکم نہ مانا جائے لیکن
بہت سے لوگ اس کے برخلاف اپنے پیروں کی رسول کو اللہ کے حکم سے مقدم سمجھتے ہیں،
اسی طرز عمل کو حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرک قرار دیا ہے اور بلاشبہ یہی ہے
حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور پوری جماعت دیوبند کا
مسلک و موقف، اور کیا کوئی شخص ایمان کے دعوے کے ساتھ اس سے اختلاف کر سکتا
ہے؟

بہرحال تقویۃ الایمان کی پوری عبارت سامنے آجانے کے بعد کسی کو اس کا شبہ
بھی نہیں ہو سکتا کہ اس میں اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیر بحث ارشاد
میں کوئی ٹکراؤ ہے۔

(۴)

ارشد القادری صاحب نے "ارواح ثلٰثہ" (مجموعہ روایات امیر شاہ خانصاحب)
کی ایک روایت درج کی ہے جس میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق بیان
کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ آپ جوش میں تھے اور تصور شیخ کا مسئلہ چھڑا ہوا تھا تو اس موقع

پر آپ نے فرمایا۔

"تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا ہے اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا"

اسی طرح فرمایا کہ۔

"اتنے سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے قلب میں رہے اور میں نے کوئی بات بغیر آپ کے پوچھے نہیں کی۔ یہ کہہ کر اور جوش ہوا اور فرمایا کہ دل، عرض کیا گیا فرمایئے، مگر خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا بس رہنے دو۔"

اس پر علامہ ارشد صاحب فرماتے ہیں۔

"یعنی معاذ اللہ اب خدا کا چہرہ دل میں تھا" (زلزلہ ص۹۶)

کس قدر جاہلانہ بات ہے! اگر آدمی جاہل مطلق نہ ہو تو اس میں "معاذ اللہ" کی کیا بات ہے؟ کیا معاذ اللہ! معاذ اللہ! خدا کا چہرہ اس آدمی کے نزدیک شیطان کا چہرہ ہے جسے مومن کے دل میں نہیں ہونا چاہیئے؟ یا لفظ چہرہ پر جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول میں اسے یہاں محذوف نظر آیا ہے، اعتراض ہے، اسے خبر نہیں قرآن میں کتنی ہی جگہ وجہ اللہ، وجہ اللہ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی چہرہ ہی ہیں۔

اس کے آگے اور شان علم دیکھئے، ارشاد ہوا ہے۔

"یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد حضور کا نور نہیں ہے بلکہ حضور سے خود حضور ہی مراد ہیں۔ کیوں کہ نور ایک جوہر لطیف کا نام ہے اس کے ساتھ ہم کلام ہونے کے کوئی معنی ہی نہیں"

اگر آپ نے "زلزلہ" کا مطالعہ کیا ہے تو اس میں جابجا استبعاد اور تعجب کے اظہار کیلئے

لا الہ الا اللہ پڑھا ہو گا ذرا ایک بار یہاں بھی پڑھ لیجئے۔ کیوں کہ ایسی طرفہ بات، آپ نے کم ہی سنی ہو گی: نور ایک جوہر لطیف ہے کا نام ہے اس کے ساتھ ہم کلام ہونے کے کوئی معنی ہی نہیں"۔

اس کو جہالت سمجھا جائے یا حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالے علیہ اور جماعت علماً دیوبند پر اعتراض کا جنون کہ یہ مسلّم حقیقت بھی یہاں علامہ ارشد صاحب کی نظر سے اوجھل ہو گئی کہ اللہ تبارک وتعالے جو مجرد نور ہے مادیت کا سایہ بھی اس کے پاس نہیں۔ اس نور ہی نور سے سیدنا حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو ہم کلامی کا شرف حاصل رہا ہے۔ ہاں اگر اس کا انکار کر دیجئے تو یہ بات بھی کچھ بامعنی ہو سکتی ہے کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے نور سے ہم کلامی نہیں ہو سکتی۔ اس کے بغیر تو یہ سراسر جاہلانہ اور احمقانہ بات ہے۔ ویسے آپ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے بارے میں یہی بے معنی عقیدہ رکھتے ہوں اور اس نور سے ہم کلامی و دل کی آبادی آپ کے یہاں کسی کا نصیب نہ ہو تو یہ محرومی آپ کو مبارک۔ ہمارا تو عقیدہ بھی یہی ہے اور اللہ تبارک و تعالےٰ کی دین سے کم و بیش حال بھی یہی ہے کہ۔ ع " در دل مسلم مقام مصطفےٰ است"

جہالت کے اس شاہکار کو دیکھ کر بہت سوں کو خیال ہو گا کہ ایسے فاضل بے بدل کی خرافات پر کیوں ہم اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ مگر اس کا کیا کیجئے کہ شیطانی تلبیسات سے نپٹنے کے لئے اللہ تبارک وتعالےٰ کو پیغمبروں جیسی بیش قیمت ہستیاں اتارنا پڑیں اور دجال کی سراپا شعبدہ بازیوں کا توڑ کرنے کے لئے بھی امام مہدی اور سیدنا حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول طے ہے۔ ان ہستیوں کے مقابلہ میں ہم کیا اور ہماری قیمت کیا؟

خیر! جیسا کہ اوپر کی مختصر گفتگو سے ظاہر ہو گیا کہ یہ لوگ دن رات عشق نبوی کے دعوے کرنے کے باوجود عاشقانِ صادق کے اس حال سے محروم ہیں کہ

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار ، جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی۔

اس لئے یہ اس حال اور مقام کی تاثیر سے بھی آشنا نہیں ہیں۔ یہ جانتے ہی نہیں کہ جس وجود کے آئینۂ دل کا حال یہ ہو گا کہ وہاں مقام مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم ہو وہ وجود اگرچہ "نزدیکاں را بیش بود حیرانی" کے مقتضے سے اپنے آپ کو سراپا تقصیر دیکھتا ہو گا، مگر بشریت کے درجہ میں سب کچھ ممکن ہوتے ہوئے واقعہ میں اس سے کسی ایسی بات کا صدور بعید ہو گا جسے شرعی زبان میں منکر اور معصیت کہا جائے۔

اسی ناآشنائی کی بدولت یہ ارشد صاحب ایک فردِ جرم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ پر یہ عائد کرتے ہیں کہ ایک مدت تک حضور سے پوچھے بغیر کچھ نہ کرنے کی بات کہہ کر

"اپنے جسم وجوارح اور زبان وقلم کی ساری تقصیرات کو انہوں نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا ہے کیوں کہ یہ دعوٰی ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ ان ایام میں ان سے کوئی خلافِ شرع کام صادر نہیں ہوا"

ہم نے جو بات اوپر عرض کی اسے زیادہ عام فہم پیرائے میں یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جس شخص کو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم سے ایسا ربطِ خاطر نصیب ہو جائے کہ ہر وقت حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی معیت کا احساس ہوتا ہو تو کیسے ممکن ہے کہ وہ کوئی غلط کام اور غلط بات کر گزرے؟

صحبت کی تاثیر ہی اہلِ ایمان کے لئے یہ تھی کہ وہ اس صحبت کے لمحات میں خود کو بالکل اللہ تبارک وتعالےٰ کے سامنے محسوس کرتے تھے اور عبدیت کی عجیب وغریب کیفیت سے

سرفراز رہتے تھے ہکتنے ہی اصحاب کرام کا بیان اس پر شاہد ہے ۔

واقعہ یہ ہے کہ ہم یہ نہیں سمجھتے تھے کہ یہ مدعیان عشق رسول اور دعوای داران طریقت وحقیقت ان کوچوں کی دولتوں سے محرومی کے علاوہ ان کے ادراک وتصور سے بھی اس درجہ عاری اور نابلد ہیں ۔

(۵)

اکابر دیوبند کی سیاسی تاریخ

یہ پانچویں بحث ۔ جو بزرگان دیوبند کی سیاسی تاریخ سے متعلق ہے ۔ میرے محترم بھائی مولانا عتیق الرحمن صاحب سنبھلی کے قلم سے ہے ۔ میں نے اس سلسلہ میں ارشد صاحب کے اٹھائے ہوئے سوالات پر کچھ معلومات حاصل کرنے کے لئے ان سے رجوع کیا تھا ۔ اور یہی چیز ان کے اس کتاب میں شریک ہونے کی تقریب بن گئی ۔ ارشد صاحب کی کتاب دیکھی اور پھر میرے جواب کا مسودہ ۔ یہ سب دیکھ کر کہا میاں ؟ ارشد صاحب نے یہ سب لالعینی طومار باندھا ہے تم نے ناحق اس قدر علمی بحث کی زحمت اٹھائی خاص کر یہ سیاسی تاریخ والے سوالات تو ہرگز کسی خالص علمی بحث کے قابل نہیں ہیں ۔ لاؤ یہ مجھی کو دیدو ! تو ان کا جواب جیسا ہونا چاہیئے وہ میں ہی لکھ دوں ۔ میرے لئے یہ بہت ہی خوشی کی بات تھی چنانچہ انہی کے حوالے کر دیا ۔ پھر ان کا لکھا ہوا جواب جو دیکھا تو بڑی حسرت ہوئی کہ کاش یہ پوری کتاب انہی کے قلم سے ہوتی ۔ میں نے کبھی ان میں ان بحثوں سے دلچسپی نہیں دیکھی تھی اس لئے یہ خیال ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اس کتاب میں دلچسپی لینے پر

آمادہ ہو جائیں گے ۔ بہر حال پوری کتاب ان کے قلم سے ہونے کا تو موقع نکل گیا ۔لیکن جتنے حصے میں بھی ان کا قلم لگ گیا ہے وہ میرے لئے بڑی خوشی کا باعث ہے اسے میں ان کے نام کے اظہار کے ساتھ ہی کتاب میں درج کرنا زیادہ بہتر خیال کرتا ہوں "

(عارف)

لگے ہاتھوں

مولانا ارشد القادری نے جماعت دیوبند کے مذہبی اصولوں کی "دو رخی" ثابت کرتے کرتے "لگے ہاتھوں" (یہ خود ارشد صاحب کے الفاظ ہیں) ان کی سیاسی تاریخ بھی بگاڑنے اور دشمنان اسلام سے ان کے جانبازانہ جہاد و پیکار اور مسلسل معرکہ آرائی کی وہ تاریخ بھی مسخ فرمانے کی کوشش کی ہے جو کم از کم برصغیر ہند و پاک میں آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور بیرونی دنیا کے اہل علم و خبر میں بھی ایک محترم و مسلّم حقیقت کا درجہ رکھتی ہے ؎

پتا پتا ، بوٹا بوٹا ، حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

مولانا صاحب خوش ہیں کہ انہوں نے بقول خود "لگے ہاتھوں" دیوبندیوں کو ایک اور کاری زخم لگا دیا اور وہ تلملا کے رہ گئے ہوں گے کہ ع

کھاؤں کدھر کی چوٹ بچاؤں کدھر کی چوٹ !

مگر ہمیں بھی کچھ کم خوشی نہیں ہے کہ انہوں نے "لگے ہاتھوں" والا وار کر کے لوگوں کو یہ بات منوانی حد سے زیادہ آسان کر دی کہ موصوف اس کتاب "زلزلہ" کی تصنیف کے وقت بدترین ابلہ فریبی اور ہر ناکردنی کر کے رہنے کی قسم کھا کے بیٹھے تھے ۔ انہوں نے قسم کھائی تھی کہ حق و صداقت کا جتنا خون وہ اس کتاب کے صفحات میں کر سکتے ہیں

اس میں کسر نہ چھوڑیں گے ۔ ہر دجل، ہر فریب، ہر قطع و برید، اور ہر وہ غلط بیانی کام میں لائیں گے جس سے ان کے عوام فریب مذہبی کاروبار میں روڑہ بننے اور حقیقت دین و ایمان بتانے والی جماعت دیوبند پر جتنی خاک بھولے عوام کی نظر میں اڑ سکتی ہو اڑ جائے ۔ بلا سے پڑھے لکھوں میں ہنسی ہی اڑا کرے ۔

مولانا صاحب اس "لگے ہاتھوں" والے وار میں حضرت مولانا نانوتوی نور اللہ مرقدہ کے ایک خادم (دیوانجی) کا ایک مکاشفہ سوانح قاسمی کے حوالے سے درج فرمانے کے بعد لکھتے ہیں ۔

"مجھے اس مقام پر اس کے سوا اور کچھ نہیں کہنا ہے کہ جو لوگ اپنا عیب چھپانے کے لئے دوسروں پر انگریزوں کی کاسہ لیسی اور ساز باز کا الزام عائد کرتے ہیں وہ گریبان میں منہ ڈال کر ذرا اپنے گھر کا یہ کشف نامہ ملاحظہ فرمالیں ۔" (ص ۹۳)

پھر ارشاد ہوتا ہے ۔

"اور بات کشف ہی تک محدود نہیں، تاریخی دستاویزات بھی اس امر واقعہ کی تائید میں ہیں کہ انگریزوں کے ساتھ نیاز مندانہ تعلقات اور رازدارانہ ساز باز دارالعلوم دیوبند اور منتظمین و عمائدین کا ایسا کارنامہ ہے جسے انہوں نے فخر کے ساتھ بیان کیا ہے ۔" (ایضاً)

اور پھر نمونے کے طور پر "چند تاریخی حوالے" بھی سپرد قلم کر دیئے ہیں ۔

پہلا تاریخی حوالہ

ان تاریخی حوالوں میں ایک تو دارالعلوم دیوبند کے معائنہ کے لئے آنے والے ایک انگریز کی تحریر معائنہ کا اقتباس ہے

جسے سب سے پہلے نمبر پر دے کر مولوی صاحب نے ؏

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

کا مصرعہ بڑے ذائقے کے ساتھ چست فرمایا ہے کیوں کہ اس اقتباس میں ایک جملہ ان کو نظر یہ پڑا کہ۔

"یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد و معاون سرکار ہے"۔ (ص ۹۴)

مولوی صاحب کو اطمینان ہے کہ ان کے حلقے میں کوئی ایسا پڑھا لکھا اور اپنے ذہن سے سوچنے والا آدمی نہیں پایا جاتا جو یوں سوچے کہ یہ انگریز مدرسہ دیکھنے اور اہل مدرسہ سے ملنے آیا تھا نہ کہ لڑنے۔ یہ کوئی انسپکٹر آف اسکولز بھی نہیں تھا جس کے حلقہ میں دیو بند کا مدرسہ آتا ہو۔ اور مدرسہ کو اچھا برا جو جی میں آئے لکھ جائے اور ایسے معائنہ لکھنے والے اپنے نقطہ نظر سے تعریف، اور ضرورت ہو تو تالیف و تقریب کی ہی بات لکھا کرتے ہیں، چاہے اندر سے کچھ بھی خیال ہو۔ اس لئے یہ گواہی "لاکھ پہ بھاری" تو کیا ہوتی سرے سے گواہی کہلانے کی بھی نہیں ہے۔ بلکہ غور کیا جائے تو، اس سے بالکل الٹی گواہی نکل رہی ہے کیوں کہ اس انگریز کو یہ فقرہ لکھنے کی (جسے علامہ ارشد القادری صاحب نے سر پہ رکھ کے رقص فرمایا ہے)، ضرورت ہی کیا پیش آئی تھی اگر یہ مدرسہ واقعہ میں موافق سرکار ہوتا؟ یا کم از کم یہ بات مسلمہ سی نہ ہوتی کہ انگریز سرکار اسے اپنے خلاف سمجھتی ہے؟ ایک مدرسہ جو حکومت وقت کا ممد و معاون ہو اس کے معائنے میں "لیفٹیننٹ گورنر کا ایک خفیہ معتمد انگریز" بطور تعریف یہ لکھے گا کہ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں ہے؟ اتنا بڑا احمق انگریز گورنر کا معتمد خاص نہیں ہو سکتا یہ تو کسی معاون و وفادار ادارے کی تحسین و تعریف کی کوئی پسندیدہ صورت نہیں ہے

بلکہ اس کے لئے ایک شکایت پیدا کرنے کی صورت ہے کہ اسے خلاف سرکار سمجھے جانے کا بھی کوئی امکان مانا گیا جو نمائندہ سرکار ایسے خیال کو دفع کرنے اور ہمیں مطمئن کرنے کی ضرورت سمجھ رہا ہے کہ سرکار ہمارے ادارے کو اپنے خلاف نہیں سمجھتی۔ اس لئے کبھی نہیں سنا گیا ہوگا کہ کسی سرکار نے کسی کو وفاداری کا سرٹیفکیٹ دیتے ہوئے یہ بھی لکھا ہو کہ یہ ہمارے خلاف نہیں ہے۔

الغرض مولانا قادری صاحب کو اپنے حلقے میں اس طرح سوچ سکنے والے آدمیوں کے نہ ہونے کا کامل اطمینان ہے اور دوسروں کے تاثرات سے یہ لوگ سروکار نہیں رکھتے ورنہ ان کے از خود سوچنے اور سمجھنے کی بات تھی کہ کوئی بھی آزاد ذہن کا اور سمجھدار آدمی ان کی اس تاریخ سازی کو پڑھے گا تو بجز اس کے کچھ نہیں کہے گا کہ قبلہ محترم! یہ گواہی انگریز حکومت سے دارالعلوم دیوبند کی وفاداری کی نہ ہوئی بلکہ الٹی اس بات کی ہوئی کہ یہ دارالعلوم حقیقت میں خلافِ سرکار تھا۔

لیکن الحمدللہ! کہ دارالعلوم دیوبند جس ادارہ کا نام ہے اسے کسی ایسی گواہی کی ضرورت نہیں۔ اس کی پوری صد سالہ تاریخ کا ایک ایک ورق اپنے کردار کا بہترین گواہ اور ہر خارجی گواہی سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔ ورنہ اسی واقعہ کے اندر ایک اور گواہی یہ دکھائی جا سکتی ہے کہ علامہ ارشد القادری صاحب کو اس "تاریخی دستاویز" میں یہ کہیں نہیں ملا کہ "لاٹ صاحب بہادر" کے اس معتمد کی پذیرائی میں وہ وفادارانہ اور نیاز مندانہ انداز بھی کہیں برتا گیا ہو جس کے متعلق وہ "تاریخی دستاویزوں" سے ایک امر واقعہ ثابت ہونے کا دعوےٰ رکھتے ہیں۔ ورنہ اصل دستاویز تو وہی ہوتی جس پر مولانا "مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری" کا مصرعہ چست فرماتے!

مگر جیسا کہ ہم نے کہا ایسی گواہیوں کی ضرورت اسے ہے جس کا اپنا مثبت کردار کچھ کم روشن ہو۔

مولانا صاحب کوشش کریں معلوم نہ ہو کہ دارالعلوم دیوبند کو رام کرنے کے لئے گورنر صاحبان کے صرف معتمد نمائندے ہی نہیں آئے بلکہ بعض دفعہ گورنر صاحب نے بھی تکلیف فرمائی۔ لیکن اس پتھر میں جونک نہ ان سے لگی نہ ان سے لگی۔ البتہ ایسے مواقع سے یہ فائدہ ضرور اٹھایا گیا کہ دشمن اگر خود کو دھوکہ میں ڈالنے کا موقع دے رہا ہے تو اسے دھوکے میں رکھنے کا ہی رویہ اختیار کیا جائے۔

دوسرا تہلکہ خیز حوالہ

دوسرے نمبر پر "سوانح قاسمی" کے حاشیے سے موجودہ مہتمم دارالعلوم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم کے بیان کے دو ٹکڑے درج کئے گئے ہیں۔

(۱) "مدرسہ دیوبند کے کارکنوں میں اکثریت، ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پنشنر تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک و شبہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی"

(۲) "گورنمنٹ کی طرف سے ایک انکوائری کے تذکرہ میں)

"اس وقت یہی حضرات آگے بڑھے اور اپنے سرکاری اعتماد کو سامنے رکھ کر مدرسہ کی طرف سے صفائی پیش کی جو کارگر ہوئی" (ص ۹۵)

ہم نے کہا تھا کہ مولانا ارشد القادری صاحب اپنی اس کتاب کے لئے قلم اٹھاتے وقت یہ قسم کھا کے بیٹھے تھے کہ حق و صداقت اور دیانت کا جتنا خون وہ ان صفحات میں کر سکتے ہیں کر کے رہیں گے۔ چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم

کا ایک تہلکہ خیز بیان تصنیف کرنے کے لئے انہوں نے یہ ثواب کا کام خود ہی طے کر لیا ہے۔

"سوانح قاسمی کے مصنف حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی اس بحث پر دارالعلوم کے بورج رواں کی حیثیت سے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا نام شروع کے دور میں جو نمایاں نہیں ہوا تو اس کی وجہ سیاسی مصلحت تھی یا کچھ اور؟

حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم حاشیہ میں یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ اور جو کچھ بھی اس کی وجہ رہی ہو وقت کی سیاسی مصلحت بھی ضرور اس کی ایک وجہ ظاہر تھی۔ یہ حاشیہ کتاب کے صفحہ ۲۴۶ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۴۷ تک گیا ہے یعنی ایک صفحہ سے زیادہ کا تھا۔ اس کی وہ چند سطریں یہاں پڑھ لینے کی ضرورت ہے جن میں قادری صاحب کی اصل مقصدی گفتگو درج ہوئی ہے۔ فرماتے ہیں۔

" اس وقت کے نازک حالات، حضرت والا کا وارنٹ، روپوشی، سرکاری دشمنوں کا پیچھے پیچھے لگا رہنا، پھر حضرت والا کے ان جذبات و نظریات کا ماضی سے زیادہ مستقبل کیلئے ہوتا جو اس وقت اجراء مدرسہ کی روح اور آج ایک مستقل مکتب خیال اور ملت کی تاریخ بنے ہوئے ہیں جن کی رو سے یہ مدرسہ تعلیمی ہونے کیساتھ ساتھ گویا اہل اللہ کی سیاست کا ایک مرکز بھی تھا کچھ ایسی باتیں نہ تھیں جو کلیتہً پردۂ خفا میں آل یا کم از کم بحیثیت مجموعی حکومت وقت کی نگاہوں سے بالکل اوجھل ہوں ایسی صورت میں حضرت والا کا بحیثیت بانی یا بحیثیت کسی ذمہ دار عہدیدار کے سامنے آنا بلاشبہ مدرسہ کو خطرات و مہالک کا شکار بنا سکتا تھا

اور ابتدا ہی سے حکومت وقت کی نگاہیں اس پر کڑی ہوجاتیں جس سے وہ حریت پرور مقاصد بروئے کار نہ آسکتے تھے جن کے لئے یہ تاسیس عمل میں آئی تھی۔ ان حالات میں حضرت والا کا کسی رسمی ذمہ داری، کی صورت میں سامنے نہ آنا اور سب کچھ ہونے کے باوجود کچھ بھی نہ ہونے کو نمایاں رکھنا ایک اچھی خاصی سیاسی مصلحت کی صورت ہوجاتی ہے"۔

(سوانح قاسمی حاشیہ صـ۲۴۶)

اس کے آگے بحث کے اس نکتہ پر کلام کرتے ہوئے کہ اگر ایسا تھا تو عام ممبران یا ممتحنین کی فہرست میں بھی حضرت رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کا نام کیوں آیا؛ قاری صاحب مدظلہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ اتنی بات سے کسی عہدے دارانہ ذمہ داری کی صورت نہیں ظاہر ہوئی۔ علاوہ ازیں اس فہرست میں ایسے حضرات کی اکثریت تھی۔

جو تارک الدنیا اور مسجد نشیں بزرگ تھے جنہیں سیاست سے تو بجائے خود، عام شہری معاملات سے بھی کوئی خاص لگاؤ نہ تھا اور یا ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پینشنر تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک وشبہ کرنے کی گنجائش ہی نہ تھی"۔ (صـ۲۴۶، ۲۴۷)

بعدازاں لکھتے ہیں۔

اس پر بھی مخالفین مدرسہ نے حضرت ہی کے تعلق کو بنیاد قرار دے کر مدرسہ کو حکومت وقت کی نگاہوں میں مشتبہ کر دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ حتیٰ کہ گورنمنٹ کو تحقیقات کرانی پڑی۔ اس وقت یہی حضرات آگے بڑھے اور اپنے سرکاری اعتماد کو سامنے رکھ کر مدرسہ کی صفائی پیش

کی جو کارگر ہوئی ۔ ورنہ اگر شخصی طور پر عہدیدارانہ ذمہ داریوں کے ساتھ
حضرت والا آگے ہوئے ہوتے تو ظاہر ہے کہ مدرسہ کی طرف سے ان بزرگوں
کی صفائی اور یقین دہانی کارگر نہ ہوسکتی تھی "۔ (صفحہ ۲۴)

یہ ہے حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ کے اس بیان کی اصلی،
صورت جسے ایک "تہلکہ خیز دستاویز" بنانے کے لئے حضرت مولانا ارشد القادری صاحب
نے اس میں سے صرف وہ فقرے لے کر اپنی کتاب میں درج کردیئے ہیں جن پر ہم نے
خط کھینچ دیا ہے ۔ مگر کیا کوئی صاحب آدمیوں کی دنیا میں ایسے ہیں جو حضرت مولانا قاری
محمد طیب صاحب مدظلہٗ کے بیان کی یہ اصل صورت دیکھنے کے بعد بھی، اس بیان کی
رو سے دارالعلوم دیوبند اور اس کے اصل ذمہ داروں کو انگریزوں سے نیازمندانہ
اور سازبازانہ تعلقات رکھنے کا مرتکب کہنے کی ہمت فرماسکیں۔

ہم کن الفاظ میں اپنی اس تکلیف کا اظہار کریں کہ جناب قادری صاحب نے
محض گروہ بندانہ بغض وعناد میں خدا ناترسی کا یہ ریکارڈ قائم کرکے لوگوں کو یہ کہنے
کا موقع دیا ہے کہ یہ عبا و قبا اور جبہ و دستار والے پیشوایان ملت ومذہب بھی کس
گھٹیا درجہ تک کرتی ہوسکتے ہیں! ہم کہہ چکے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند اور جماعت
دیوبند کا معاملہ انگریزوں کے سلسلے میں ایسا نہیں ہے کہ جس پر کوئی مدعی غبار اڑانے
میں کامیاب ہوسکے ۔ یہ چاند پر تھوکنا اور سورج پر خاک اڑانا ہے جس کا نتیجہ ازل
سے ایک ہی رہا ہے ۔ ایک پوری تاریخ کو جو ہزاروں افراد کے جہاد و پیکار، قید و بند
مصائب و آلام اور جہد مسلسل کے واقعات سے بنی اور اس ملک کے چپہ چپہ پر ہی نہیں
اس سے باہر بھی خون اور پسینے کی روشنائی سے لکھی گئی اور ۱۹۴۷ء تک تسلسل کے

ساتھ لوگوں کی نظروں سے گزری۔ ایسی تاریخ کو ایک ارشد القادری نہیں ہزار، دس ہزار قادری بھی چاہیں تو اسے چھپا دینے یا مسخ کر دینے پر قادر نہیں ہو سکتے۔ اس سے بھی آگے سن لیجئے۔

کہ اگر خود دیوبند والوں کی کسی کتاب میں بھی اس تاریخ کی عام شہرت کیخلاف کچھ لکھا ہوا ہے تو اس کی مدد لے کر بھی اس برحق شہرت کا تختہ الٹ پلٹ ڈالنے کی کوشش ایک دیوانگی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی۔ ارباب جہاد و پیکار کی تاریخ میں ایسے نازک وقت بھی آتے ہیں کہ دشمن کو دھوکہ دینے کے لئے اپنے اصلی کردار کو چھپانا پڑتا ہے اور صاف گفتاری کے بجائے مصلحت کی زبان اور قلم سے کام لینے کا تلخ گھونٹ پینا ضروری ہو جاتا ہے۔ اُسے ارشد القادری صاحب جیسے لوگ نہیں سمجھ سکتے جن کے کنبے، قبیلے میں بھی کسی نے ان خار دار وادیوں کی سیر نہیں کی۔ لیکن اس راہ کے تمام رہروؤں کی تاریخ میں ایسے اوراق کہیں نہ کہیں ضرور ملتے ہیں۔ ایسا ہی وہ ایک وقت تھا جب ۱۸۵۷ء کے جہاد کا پانسہ انگریزوں کے حق میں پلٹ جانے کے بعد، دیوبند کے بزرگوں نے دارالعلوم کے نام سے ایک نئے محاذ کی بنا ڈالی تو اس کے روح رواں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہ نے اپنے آپ کو پیچھے رکھ کر ایسے لوگوں کو سامنے رکھا جن پر انگریز حکومت کو شک وشبہ کی نظر ڈالنی مشکل ہوئی۔ اسی طرح جب اسی نزاکت کے دور میں کچھ آگے چل کر بعض لوگوں نے ان بزرگوں

؎ ان حضرات کے لئے جو الفاظ حکیم الامت حضرت مولانا محمد طیب صاحب دامت برکاتہم نے لکھے ہیں۔ اور قادری صاحب نے نقل کئے ہیں وہ صرف یہی ہیں کہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

میں سے کسی کے حالات سپرد قلم کئے تو اس وقت بھی ان کے قائم کئے ہوئے ادارے دل اور نئے ڈھنگ کے تعلیمی سلسلوں سے گورنمنٹ کی نظر ہٹائے رکھنے کے لئے مصلحت یہی تھی کہ ان کے جہاد و پیکار کے حالات انگریزوں کے خلاف ان کے سخت جذبات دھیمے اور ذومعنی الفاظ میں لکھے جائیں اور اس بات کو ان کتابوں کا ہر پڑھنے والا بخوبی سمجھ سکتا تھا۔ اسی لئے آج

٭ گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پنشنر تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک و شبہ کرنے کی گنجائش ہی نہ تھی "۔ ان الفاظ سے " انگریزوں کے ساتھ نیازمندانہ تعلقات اور رازدارانہ سازباز " کی بو کسی ایسے ہی شخص کو آسکتی ہے جس کے فسادِ نیّت نے اس کے تمام حاسوں میں نہایت بودار فساد پیدا کر دیا ہو کیوں کہ یہ جس وقت کی بات ہے یعنی اس ۱۸۵۷ء کے کچھ ہی بعد کی، جس میں فتح یاب ہو کر انگریزوں نے سارے ملک میں مسلمانوں پر وہ قیامت توڑی تھی کہ رگ رگ سے خون بہتا تھا، ہر طرف پھانسیوں کی گرم بازاری تھی، اندھا دھند ہنگامہ دار و گیر بپا تھا۔ گلی کوچوں میں کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے اور ہر مسلمان کے دل سے خون میں ڈوبی ہوئی آہیں مدتوں تک نکلتی رہی تھیں۔ ایسے میں کون بدنصیب مسلمان ہوگا جو ان ظالموں سے " رازدارانہ سازباز اور نیازمندانہ تعلقات" رکھنے کا روادار ہو۔ اور پھر وہ بھی وہ لوگ جو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ جیسے مجاہدین ۱۸۵۷ء کے گرد جمع ہونے کا حوصلہ رکھتے ہوں!!! یہ وقت تو ایسا تھا کہ سرسید جیسا آدمی بھی جس نے مسلمانوں کو انگریزوں سے وفاداری کی عمر بھر تلقین کی " اسباب بغاوت ہند " لکھ کر ان ظالموں کے خلاف چیخ پڑنے پر مجبور ہوا اس لئے ہم تو اس زمانہ میں مسلمانوں کے اندر کسی نیازمند سرکار کا تصور بھی نہیں

تک کسی کو یہ خبط لاحق نہیں ہوا کہ ایسی عبارتوں کی بنیاد پر اصل حقیقی اور جیتی جاگتی تاریخ کے منہ آتے۔

تیسری یورش یہاں تک جو کچھ عرض کر دیا گیا اس کے بعد ضرورت تو نہیں رہ جاتی کہ "لگے ہاتھوں" والے وار میں مولانا صاحب نے تیغ آزمائی کے او

کر سکتے۔ ہاں مولانا ارشد صاحب کے اوپر والوں میں ایسے لوگ اس وقت بھی پائے گئے ہوں تو ان کا اسے لبعید نہ سمجھنا ٹھیک ہے۔ جناب ارشد القادری صاحب میں اگر کچھ ہوش، گوش ابھی باقی رہ گیا ہو تو ہم انہیں پیر دانا حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی نصیحت یاد دلائیں گے کہ ہر جگہ گھوڑا دوڑانے کی نہیں ہوتی ہے

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ۔ کہ جاہا سپر باید انداختن

وہ کہاں اس تاریخ جہاد وپیکار کی باتوں میں اپنی ہنسی اڑوانے داخل ہو گئے ان کے لئے مذہبی فتنہ انگیزی، اور گندم نمائی جو فروشی کا میدان ہی بہت ہے محبت رسول (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم) کے دعوے کر کے سچے محبوں کے خلاف لوگوں کو ورغلایا کریں۔ نذر ونیاز اور عرس ومیلاد کے حق میں نکتے تراش کر عوام کو دام فریب میں پھنسایا کریں۔ ان موضوعات پر کتابیں لکھیں جن پر عام پڑھے لکھے خود کوئی رائے قائم کرنے کی معلومات نہیں رکھتے۔

لیکن ان تاریخی باتوں میں قلم فرسائی تو اہل علم و دین ہی میں نہیں ان عام پڑھے لکھوں میں بھی ان کا مضحکہ بنوا دے گی۔ ع

ہم نیک وبد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں۔

جتنے جوہر دکھاتے رہیں ان پر بھی الگ سے کچھ کہا جائے مگر مختصر کچھ کہہ جانے میں مضائقہ بھی نہیں، لہٰذا اور سنیئے :

اسی سوانح قاسمی میں جس کے ایک حاشیہ پر اوپر کی گفتگو ہوئی، ایک واقعہ صاحب سوانح حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے مقام ولایت کے تذکرہ میں اس بات کی مثال کے طور پر درج ہوا ہے کہ اگرچہ آپ اپنے مرتبہ کو بےحد چھپانے کا مزاج رکھتے تھے اور خاص کر باطنی قوت کا استعمال کبھی اپنی یا اپنے اہل خانہ و اقارب کی ضرورتوں میں بھی نہیں کرتے تھے مگر کبھی کسی بیچارہ غریب کا کام آپڑے تو پھر آپ کا حال دوسرا ہوتا تھا اور اس قوت کے استعمال میں کوئی تکلف نہ فرماتے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ۔

ایک دفعہ دیوبند سے نانوتہ واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ کا خاص حجام راہ میں آتا ہوا ملا، جو آپ ہی کے پاس جا رہا تھا اس نے ضرورت عرض کی کہ

تھانہ دار نانوتہ نے ایک عورت کے بھگانے کا جرم مجھ پر لگا کر چالان کا حکم دیا ہے، میں بالکل بے خطا ہوں خدا کے واسطے مجھے بچائیے" اس کے بعد راوی کا بیان ہے کہ آپ نے نانوتہ پہنچ کر مسجد میں بیٹھتے ہی "مجھ سے فرمایا کہ منشی محمد یٰسین کو بلاؤ" جو آپ کے خاص کار پرداز تھے ان منشی محمد یٰسین صاحب کے آتے ہی۔

عجب شان جلالی سے فرمایا کہ اس غریب حجام کو تھانہ دار نے بے قصور پکڑا ہے تو اس سے کہہ دو کہ یہ حجام، ہمارا آدمی ہے اس کو چھوڑ دو، ورنہ تم بھی نہ بچوگے اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی ڈالو گے تو تمہارے ہاتھ میں ہتھکڑی پڑے گی"۔

منشی محمد یٰسین صاحب تھانہ دار کے پاس پہنچے اور حضرت کا ارشاد سنایا جس پر اس نے

گھبرا کر کہا۔ " اب کیا ہو سکتا ہے روزنامچہ میں اس کا نام لکھ دیا گیا ہے "

یہ بات حضرت تک پہنچی تو منشی محمد یٰسین صاحب کو پھر یہ حکم دے کر واپس فرمایا کہ۔

" جا کر کہہ دو کہ اس کا نام روزنامچے سے نکال دو "

اس پر وہ غریب بہت پریشانی میں پڑ کر خود حضرت کی خدمت میں یہ کہنے کے لئے حاضر ہوا کہ

" حضرت نام نکالنا بڑا جرم ہے اگر نام اس حجام کا نکالا تو میری نوکری جاتی رہے گی "

آپ نے فرمایا۔

" اس کا نام روزنامچے سے کاٹ دو تمہاری نوکری نہیں جائے گی "

آگے راوی کا کہنا ہے کہ۔

اس حجام کو اس نے چھوڑ دیا اور برابر تھانہ داری رہا "

(سوانح قاسمی جلد اول ص ۳۳۰ تا ۳۳۱)

اس واقعہ کا حوالہ دے کر قبلہ ارشد القادری صاحب فرماتے ہیں کہ۔

" مولوی قاسم صاحب نانوتوی اگر انگریزی حکومت کے باغیوں میں تھے تو پولیس کا محکمہ اس قدر ان کے تابع فرمان کیوں تھا ؟

کیوں تھا ؟ یوں تھا۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان تھے ! اور جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے " تابع فرمان " ہو جاتے ہیں ان کی یہی شان ہوتی ہے ! من کان للّٰہ کان اللّٰہ لہ ، جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے ، اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے ، کیا یہ مشہور حدیث بھی مولانا قادری صاحب نے نہیں پڑھی ؟ اور وہیں حاشیہ میں جہاں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے متعلق یہ حکایت درج ہوئی ہے۔ مصنف (مولانا گیلانی علیہ الرحمۃ)

نے بخاری شریف کی ایک روایت کا جو ترجمہ درج کیا ہے وہ بھی مولانا صاحب کی نظر سے بالاتر ہی رہا ہے۔ کہ

"بندہ جب اپنے خالق کا محبوب بن جاتا ہے، تو ارشادِ ربانی ہے کہ میں اس کی بینائی ہوجاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے۔ اس کی شنوائی ہوجاتا ہوں، جس سے سنتا ہے۔ اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں، جن سے پکڑتا ہے۔ اس کے پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے چلتا ہے"

(ج ۱ ۔ ص ۲۲۳)

ہم بتا چکے ہیں کہ یہ حکایت حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے مقام ولایت کے تذکرہ میں درج ہوئی ہے۔ بس چاہیئے تو یہ تھا کہ قادری صاحب اس بات کا ذکر کرکے یہ حکایت وہاں درج کرتے جہاں انہوں نے حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی کرامتوں کی روایات درج کی ہیں اور پھر کہتے کہ لیجئے صاحب یہ لوگ اپنے بزرگوں کے لئے تو خدائی میں بھی دخل مانتے ہیں۔

لیکن قسمت کو تو یہ منظور تھا کہ قادری صاحب کی عقل و خرد کا اور دیانت و صداقت کا پردہ ذرا اچھی طرح چاک ہو اس لئے انہوں نے اس حکایت کو بانیٔ دارالعلوم کی اعلیٰ انگریز حکام سے "سازباز" ثابت کرنے کے لئے منتخب فرمایا۔

رہ رہ کر خیال آتا ہے کہ کس درجے کے سیدھے اور بے خبر لوگوں کا طبقہ ان علماءِ کرام کے ہاتھ لگا ہے کہ اوندھی سے اوندھی بات کہتے اور لکھتے ہوئے بھی انہیں ڈر نہیں ہوتا کہ کوئی اس پر ہنس دے گا۔ بھلا کوئی تُک ہوئی کہ قصبہ کے تھانیدار نے ایک بات مان لی تو اس سے انگریزوں سے سازباز ثابت ہوگئی! ٹھیک ہے کہ تم تو ان بزرگوں کو

اپنی کم نصیبی سے، صاحب ولایت نہیں مان سکتے۔ لیکن اس کے ماننے میں بھی کونی دقت ہے کہ یہ تھانیدار جواسی قصبہ کا تھانیدار تھا انہیں خدا رسیدہ بزرگ مانتا ہو؛ یا اس علاقہ میں جو ان کی وجاہت تھی محض اس کا لحاظ کرنے پر ہی مجبور رہو؛

ان میں سے کون سی بات ایسی ہے جو نہیں ہو سکتی؛ جب کہ اس کے برعکس "اوپر کے حکام"، اور وہ بھی "مرکزی حکام" سے "ساز باز" والے تعلقات کا علم ایک ہندوستانی تھانیدار ہونے کی بات کسی تھوڑی سی عقل والے کی بھی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ کھلے تعلقات ہوں تو ضرور ایک تھانیدار بے چارہ بھی واقف ہو سکتا ہے مگر ڈھکے چھپے اور ساز باز والے تعلقات ہوں تو اس کی خبر اس بے چارہ کے فرشتوں کو بھی ہونے سے رہی۔ مگر واہ رے مولانا قادری صاحب! یہ سیدھی سیدھی باتیں پس پشت ڈال کر چلے ہیں کہ اسے تو "انگریزوں کے خلاف دیوبندی اکابر کے افسانۂ جہاد و بغاوت کی پوری بساط

الٹ دینے والی سنسنی خیز کہانی"[1] بنا کے چھوڑیں گے!۔

حالانکہ جہاں تک آپ کے مریدوں اور معتقدوں کا سوال ہے ان کے لئے تو کسی کہانی کی بھی ضرورت نہیں۔ صرف آپ فرما دیجئے کہ دیوبندی جو کچھ جہاد و بغاوت کی باتیں کرتے ہیں سب افسانہ ہیں۔ وہ بیچارے مان لیں گے لیکن جنہیں دلیل و ثبوت کی ضرورت ہے وہ آپ کی اس سستی "سنسنی خیزی" پر ہنس دیں گے کہ کیا "دو آنے والا جاپانی طمنچہ" مولانا صاحب شیروں کا شکار کرنے کے لئے لائے ہیں؟ ایک طرف جیتی جاگتی اور، غلو پسند بریلویوں کو چھوڑ کر، مسلم و غیر مسلم سب کی مانی ہوئی حقیقت ہے اور دوسری طرف یہ تھانیدار کی کہانی! ہائے ری کم سوادی! اور ہائے ری کج ادائی!! اگر ان مولانا صاحب کو اس معاملے میں مشراوک کہا جائے تو بالکل موزوں ہوگا۔ انہی کی طرح ایک مشہور لعک

[1] زلزلہ صفحہ ۹۲،

ہندوستان میں ہیں جو روز مضامین لکھتے ہیں کہ "تاج محل" مغل بادشاہ نے نہیں ہندوؤں نے بنوایا تھا۔ لال قلعہ اس بادشاہ کا بنوایا ہوا نہیں تھا۔ قطب کی لاٹ بھی مسلمانوں کا کارنامہ نہیں ہے۔ وغیرہ ذالک من الھفوات۔

ایک سوال جو سر چڑھ کر پکارتا ہے

سوانح قاسمی جلد دوم سے ایک عبارت لے کر سوال فرمایا گیا ہے کہ۔

"جب حضرت خضر کی صورت میں نصرت حق انگریزی فوج کے ساتھ تھی تو ان باغیوں کے لئے کیا حکم ہے جو حضرت خضرؑ کے مقابلہ میں لڑنے آئے تھے؛ کیا اب بھی انہیں غازی اور مجاہد کہا جا سکتا ہے۔

(زلزلہ صفحہ ۹۹)

سوانح قاسمی کی وہ عبارت ایک روایت کے ذیل میں ہے۔ روایت کے راوی ہیں نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان صاحب شیروانی اور جن کے بارے میں روایت ہے وہ ہیں حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یعنی نہ یہ خاص معنٰی میں دیوبندی اور نہ وہ دیوبندی، تعلق دونوں بزرگوں کو دیوبند کے بزرگوں سے بھی تھا، اور دیوبند کے بزرگوں کو ان دونوں سے۔۔ بلکہ حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بعض بزرگان دیوبند کا ارادتمندانہ تعلق رہا ہے اور ان کے مزار کو بریلی والے بھی مانتے ہیں۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو۔ مگر دیوبندیوں پر وار کرنے کے جنون میں جیسے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ہاتھ صاف کئے گئے ویسے ہی حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اس جنون کی زد سے نہیں بچ پائے۔ ان کے متعلق سوانح قاسمی کے مصنف مولانا

گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک روایت نواب صدر یار جنگ کے حوالے سے یہ درج کی ہے کہ .

۱۸۵۷ء میں، انگریزوں کے مقابلے میں جو لوگ لڑ رہے تھے ان میں حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے . اچانک ایک دن مولانا کو دیکھا گیا کہ بھاگے جارہے ہیں اور کسی چوہدری کا نام لے کر جو باغیوں کی فوج کی افسری کر رہے تھے، کہتے جاتے تھے کہ لڑنے سے کیا فائدہ؟ خضر کو تو میں انگریزوں کی صف میں پا رہا ہوں "

دوسری ایک روایت اسی سلسلے میں انھی راوی نے مولانا گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ بیان فرمائی کہ " غدر کے بعد جب گنج مراد آباد کی ویران مسجد میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب جاکر مقیم ہوئے تو اتفاقاً اسی راستے سے جس کے کنارے مسجد ہے، انگریزی فوج گزر رہی ہے . مولانا مسجد سے دیکھ رہے تھے اچانک مسجد کی سیڑھیوں سے اتر کر، دیکھا گیا کہ انگریزی فوج کے ایک سائیس سے ...... باتیں کرکے پھر مسجد واپس آگئے " اس کے آگے راوی (نواب صدر یار جنگ) کا بیان ہے کہ .

اب یاد نہیں رہا ، پوچھنے پر یا از خود فرمانے لگے کہ سائیس جس سے میں نے گفتگو کی تھی یہ خضر تھے . میں نے پوچھا یہ کیا حال ہے ؟ تو جواب میں کہا کہ حکم یہی ہوا ہے "

اس کے بعد مولانا گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے .

" یہ روایت نواب صاحب سے سنی ہوئی ہے . باقی خود خضر کا مطلب کیا ہے؟ حضرت حق کی مثالی شکل تھی جو اس نام سے ظاہر ہوتی ہے . تفصیل کے لئے

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کی کتابیں پڑھنے گویا
جو کچھ دکھایا جا رہا تھا (یعنی انگریزوں کا غلبہ) ،
" اسی کے باطنی پہلو کا یہ مکاشفہ تھا "
(حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۱۰۳)

اس پر حضرت ارشد القادری صاحب وہ معترضانہ سوال فرماتے ہیں کہ جس کا ذکر پہلے کر دیا گیا۔ کہ پھر " ان باغیوں کے لئے کیا حکم ہے جو حضرت خضرؑ سے لڑنے آئے تھے؟ ان کا حکم ؟۔ ان کا حکم وہی ہے جو ان حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے جناب ارشاد فرمائیں گے۔ جو حضرت خضرؑ سے (باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر ان کا علم لدنی دیکھنے ان کے پاس گئے تھے) ان کے ہر فعل پر لڑ جاتے تھے اور بالآخر ان سے جدائی پر مجبور ہو گئے !۔ پتہ نہیں قرآن میں بیان کیا گیا یہ قصہ آپ کو معلوم بھی ہے یا نہیں ؟

یہ جواب تو ہوا مولانا صاحب کے سوال کی معقولیت و نامعقولیت کو ناپے بغیر، لیکن اس نظریے جانچنے کے بعد خود آپ سے پہلا سوال یہ ہے کہ کیا اس روایت میں حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علاوہ کسی اور کے لئے بھی لکھا ہے کہ اسے خضرؑ نظر آتے ؟ حضرت شاہ صاحب کو نظر آئے تھے وہ میدان سے ہٹ گئے دوسروں کو نظر آنے کا جب کوئی ذکر نہیں تو اس اعتراض کا کیا تک کہ وہ حضرت خضر سے لڑ رہے تھے اس ضمن ایک دلچسپ بات یہ بھی محسوس ہوتی ہے کہ سوانح قاسمی میں اس روایت کے ذکر سے مولانا ارشد صاحب نے یہ سمجھ لیا کہ یہ شاہ فضل الرحمٰن صاحب بھی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کے دوش بدوش دوآبہ کے

علاقے میں انگریزوں سے لڑ رہے تھے۔ چنانچہ سوال کرنا چاہیئے کہ جب ان کے ایک ساتھی بزرگ نے یہ اطلاع انہیں دے دی تھی پھر کیوں وہ انگریزوں سے لڑتے رہے؛ بے چارے مولوی صاحب کو یہ پتہ نہیں کہ شاہ فضل الرحمٰن صاحب اودھ میں تھے اور اودھ دوآبہ سے کافی دور ہے۔

خیر یہ دلچسپ بات تو اپنی جگہ، ذرا دوسرا سوال کرنے دیجئے کہ حضرت یہ آپ نے کہاں پڑھا ہے کہ اگر کسی دشمن فوج کے متعلق کسی بزرگ کا یہ مکاشفہ معلوم ہو جائے کہ حضرت خضر کی شکل یا کسی دوسری شکل مشیت خداوندی اس دشمن فوج کے ساتھ ہے تو مقابلہ میں لڑنے والے مسلمانوں کو ہتھیار پھینک کر ضرور میدان سے ہٹ جانا چاہیئے ورنہ وہ بجائے غازی اور مجاہد کے گنہگار ہوں گے؟۔

آپ نے کہیں کچھ پڑھا بھی ہے یا یوں ہی نام "محمد فاضل" ہو گیا؟ علامہ صاحب! کسی بھی بزرگ کا مکاشفہ کسی دوسرے پر حجت نہیں۔ یہ صرف پیغمبروں کا مرتبہ ہے کہ ان کا مکاشفہ بھی وحی کے ہم رتبہ اور حجت!

اور چلیئے سب باتیں آپ ہی کی ٹھیک! خدا آپ کے جنون اعتراض کو عمر دراز دے اس کے صدقے میں ایک جگہ تو آپ نے مان لیا کہ یہ دیوبند کے بزرگ انگریزوں سے لڑے تھے۔ حق اسی طرح سر چڑھ کر بولا کرتا ہے اور اس لئے اب اپنی زبان کے مطابق خود آپ کے اپنے "سر پہ چڑھ کر آواز دینے والے" اس سوال کا جواب ارشاد فرمایئے کہ آپ جو ان بزرگوں کی انگریزوں سے جنگ و جہاد کو اب تک "افسانہ" ٹھہراتے آ رہے ہیں وہ سب آپ کا جھوٹ اور جعل تھا یا نہیں؟

اس کے بعد ایک بات جو اوپر اشارہ میں آئی ہے عوام کے لئے ذرا کھول کر کہہ دینی چاہیئے

کہ مسلمانوں کا غلبہ ہو یا ان کے دشمنوں کا غلبہ سب خدا ہی کے اور اس کے اذن و مشیت سے ہوتا ہے۔ انگریزوں کا غلبہ بھی ۱۸۵۷ء میں بلاشبہ اسی اصول کے ماتحت ہوا اور اسی مشیتی اور تکوینی تائید و نصرت کو صاحب کشف بزرگ صورت خضر وغیرہ میں دیکھا کرتے ہیں اس کے ظاہر کر دینے کا نام کوئی "دشمنان اسلام کی بارگاہ میں نیازمندی" رکھے۔ جیسا کہ مولانا قادری صاحب نے کیا ہے تو یہ محض جہالت ہے یا خدا سے بے خوف ہو کر ابلہ فریبی۔

اُجالے میں چوری

دیو بندیوں کی شہرت انگریز دشمنی کے "تابوت" میں آخری کیل ٹھونک دینے کی کوشش میں ایک گرفت قطب عالم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر بھی فرمائی گئی ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے "تذکرہ نگار نے جہاد ۱۸۵۷ء کے بعد کے حالات میں آپ کے لئے ہر دم خطرۂ گرفتاری اور اس کے عواقب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

"مگر آپ کوہِ استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے اور سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہو گا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے جو چاہے کرے۔"

اس پر قادری صاحب لن ترانی فرماتے ہیں کہ۔

"کچھ سمجھا آپ نے؟ کس الزام کو جھوٹا کہہ رہے ہیں۔ یہی کہ انگریزوں کے خلاف انہوں نے علم جہاد بلند کیا تھا۔ (زلزلہ ص۔۔)"

جی ہاں! سمجھا ہی نہیں دیکھا ہم نے کہ حضرت بایں جبہ و دستار کھلی روشنی میں چوری فرما رہے ہیں۔ تذکرہ نگار حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول نہیں نقل کر رہا ہے کہ "آپ فرماتے تھے" بلکہ اپنا خیال ظاہر کر رہا ہے کہ "آپ سمجھے ہوئے تھے"....

اور آپ یہ الفاظ نقل کر کے بھی آگے کی عبارت کو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا قول بتانا چاہتے ہیں !

یہ حوالے کی عبارت تو تذکرہ نگار نے اس کے حالات میں لکھی ہے جب حضرت، رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ صرف خطرے میں تھے ، گرفتار نہیں ہوئے تھے لیکن اس کے چار ہی صفحے آگے گرفتاری کے بعد انگریز حاکم کی عدالت میں پیشی اور سوال وجواب کا حال بھی انہوں نے لکھا ہے ۔ قادری صاحب نے اسے بھی اپنے شکار کی تلاش میں جھانکا تو ضرور ہوگا ۔ اور اب بھی جس کا جی چاہے دیکھ لے ۔ اس آخری درجے کے کڑے وقت میں بھی اگر کوئی آدمی اس ہستی کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میں ، کوئی لوچ ، کوئی گھماؤ پھراؤ ، اور حضور سرکار دکھا دے تو کم از کم ہمارا خط غلامی اس کی خدمت میں حاضر ہے ! یہی تذکرہ نگار جو مذکورہ بالا عبارت جیسے صفحے کے صفحے اپنی طرف سے حضرت کی صفائی اور بے گناہی ظاہر کرنے کے لئے لکھ گئے ہیں ۔ جب آپ کی حراست کے ضمن میں آپ کا عدالتی بیان نقل کرنے کے مقام پر پہنچتے ہیں تو کیا لکھتے ہیں ؟ یہ کہ :

" جس وقت حاکم کے حکم سے عدالت میں بلائے جاتے (یعنی جیل خانہ سے) تو ظاہر ہو کر بے تکلف گفتگو کرتے اور جو وہ دریافت کرتا بے تکلف اس کا جواب دیتے تھے ...... اور حقیقت حال کے موافق ـــــ کبھی آپ سے سوال ہوتا کہ " رشید احمد تم نے مفسدوں کا ساتھ دیا اور فساد کیا " ؟ آپ جواب دیتے " ہمارا کام فساد نہیں نہ ہم مفسدوں کے ساتھی " ۔ کبھی دریافت ہوتا کہ " تم نے سرکار کے مقابلے میں ہتھیار اٹھائے " ؟ آپ اپنی تسبیح کی طرف اشارہ کر کے فرماتے " ہمارا ہتھیار تو یہ ہے " ! کبھی حاکم دھمکاتا کہ ہم تم کو پوری سزا

دیں گے۔ آپ فرماتے "کیا مضائقہ ہے، مگر تحقیق کر کے!....."

(تذکرۃ الرشید، قدیم ایڈیشن، صفحہ ۸۰)

قادری صاحب! یہ تھے ان مجاہدوں کے انداز اور ان کی زبان۔ آپ کو اگر تکلیف نہ ہو تو سنئے ایک صدا پھوٹ رہی ہے ؎

کون ہوتا ہے حریفِ مےِ مردافگنِ عشق
ہے مکرر لبِ ساقی پہ صلا میرے بعد

تو ایک بار پھر گزارش ہے کہ جس کسی کو انگریزوں سے قطب عالم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالے علیہ کی "نیاز مندی" ثابت کرنے کا شوق ہو وہ ایک لفظ آپ کی زبان کا نکلا ہوا ایسا دکھ دے اور ہم سے خطِ غلامی لکھا لے!

سوچنے کی بات ہے کہ ایک آدمی جو حاکموں سے رو در رو اس زبان اور اس لہجے میں بات کرتا ہے وہ ان کی پیٹھ پیچھے "نیاز مندی" کی زبان بولے گا؟ رہی یہ بات کہ ان کے ایک معتقد نے ان کی صفائی میں لوچدار زبان کیوں استعمال کی؟ تو اس کا اصلی جواب تو اگر وہ زندہ ہوتے تو خود ہی دے سکتے تھے۔ البتہ ہماری نظر میں وجہ وہی ہے جس کی طرف عنوان ۵ کے ضمن میں اشارہ بھی آگیا ہے کہ انہوں نے اس اطمینان کی بنا پر کہ ایک امتِ تاریخ پر ان کے کچھ لکھ دینے سے پردہ توڑ نہیں جائے گا۔ اپنے زمانے کی مصلحت یہی سمجھی ہوگی کہ انگریز حکومت کو مغالطہ میں ڈال دینے والی زبان استعمال کریں۔ بالخصوص جب کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالے علیہ پہ الزام ثابت بھی نہیں ہوا تھا اور صاف بری ہوگئے تھے تو اس کا پورا موقع بھی تھا اس زبان کو علمی اصطلاح میں توریہ کی زبان کہتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایسا لفظ بولا جائے کہ جس سے دوسرا کچھ سمجھے اور اپنی مراد کچھ ہو۔ جیسے کہ اسی عبارت

میں جس کا حوالہ مولانا قادری صاحب نے دیا ہے "سرکار" کا لفظ ہے جس کا مطلب خدائی سرکار بھی ہوسکتا ہے اور دنیوی سرکار یعنی حکومت وقت بھی۔ قادری صاحب نے اس عبارت کا وہ پہلا جملہ چھوڑ دیا ہے جسے ہم نے نقل کیا۔ یعنی۔

"آپ کو استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے"۔

اس جملے کو پڑھنے کے بعد کوئی شخص حتمی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ آگے آنے والے لفظ "سرکار" سے مراد انگریزی سرکار تھی بلکہ کم ازکم برابر کے درجہ میں دوسرا آدمی یہ کہنے میں حق بجانب ہوگا کہ لکھنے والے کی مراد اس سے "خدائی سرکار" ہے۔ ورنہ خدا کے حکم پر راضی ہونے کا کیا مطلب ؟ قادری صاحب نے پہلا جملہ حذف کر دینے کی دانستہ کاروائی اسی لئے کی ہے کہ۔ معاملہ کا یہ پہلو کسی کے سامنے نہ آئے۔ ورنہ ان کا غبارہ تھوڑی دیر کے لئے بھی نہ پھول پائے گا۔ مگر قادری صاحب ! دجل وفریب کے پاؤں نہیں ہوتے اور بہت ہی جلد رسوائی کا سامنا ہوجاتا ہے۔ آپ کو اپنے ہاتھوں کی صفائی پر ناز ہے تو یہاں بھی نیازمندوں کی نظر کمزور نہیں۔

دیوان جی کا مکاشفہ

بات جہاں سے چلی تھی اس پر گفتگو ابھی باقی ہے یعنی، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے ایک خادم "دیوان جی" کا مکاشفہ کہ دارالعلوم دیوبند کے چار دں طرف ایک سرخ ڈورا تنا ہوا ہے" اور اس مکاشفہ کی تعبیر میں حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا یہ بیان کہ

"وہ اپنے اس کشفی مشاہدہ کی تعبیر خود یہ کیا کرتے تھے کہ نصرانیت اور تجدد و آزادی کے آثار ایسا معلوم ہوتا ہے دارالعلوم میں نمایاں ہوں گے۔"

(سوانح قاسمی ج ۲ صـ۱۰۳، حاشیہ)

اس پر ارشد صاحب فرماتے ہیں کہ: "جو لوگ اپنا عیب چھپانے کے لئے دوسروں پر انگریزوں کی کاسہ لیسی اور ساز باز کا الزام عائد کرتے ہیں وہ گریبان میں منہ ڈال کر ذرا اپنے گھر کا یہ کشف نامہ ملاحظہ فرمائیں"۔

ملاحظہ فرمالیا! مگر اس سے تو یہ ثابت ہے کہ ہم لوگ اپنا کوئی عیب چھپانے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ کسی عیب کے پیدا ہوجانے کا بھی اندیشہ ہو تو اس کی فکر کرنے کے لئے اگر ضرورت ہوتی ہے تو عیب چینوں سے ڈرے بغیر آپس میں کھل کر اس کا تذکرہ کرتے ہیں اور اسی کا تو یہ نتیجہ ہے کہ ارشد صاحب کو ایک ایسا مکاشفہ بھی ہماری ہی کتاب میں ہاتھ آیا جس پر انہوں نے جلن میں بغلیں بجالیں کہ ان کے گروہ پر کبھی کسی نے انگریزوں سے ساز باز اور کاسہ لیسی کا الزام عائد کیا ہے۔

مگر اس سے ارشد صاحب کا یہ مدعا خدا جانے کیسے پورا ہوتا ہے کہ جماعت دیوبند پر انگریزوں کی کاسہ لیسی کا الزام الٹ دیا جائے؛ نصرانیت اور تجدد و آزادی کے آثار تو ایسے لوگوں پر بھی پوری طرح طاری ہوئے ہیں۔ جن کی انگریزوں سے لڑائی کا انکار اب بھی کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ یہ احمقانہ دعوے کوئی کرے کہ انگریزوں سے ہندوستان میں کوئی لڑا نہیں وہ یوں ہی آپ سے آپ ہندوستان سے چلے گئے۔ ایک ہندوستان کیا ساری دنیا میں انگریزی سامراج کے خلاف آزادی کی تحریکوں میں پیش پیش اسی طبقے کے لوگ رہے جس نے انگریزی تعلیم حاصل کی اور انگریزی تہذیب کو بھی پوری طرح اپنایا۔ لہٰذا اس سے تو انگریزوں کی کاسہ لیسی اور ساز باز ثابت ہوتی نہیں، کوئی اور تدبیر فرمایئے۔!

ارشد صاحب کا مدعا تو اس مکاشفے کو نقل کرنے سے بس اتنا ہی تھا جو افسوس ہے کہ پورا نہ ہوا۔ لیکن الحمد للہ کہ انھوں نے بزرگان دیوبند کو سند افتخار اپنے ہاتھوں سے، بخش دی کہ یہ لوگ اپنی جماعت کے دینی مستقبل کے بارے میں خطرات سے بے نیاز نہ ہونے اور واہمہ بھی ہو جائے تو متفکر ہونے اور اس سے اگلی نسلوں تک کو آگاہ کر جانے میں بھی بالکل اپنے نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے نقش قدم پر تھے۔ آپ نے اپنی امت کو آئندہ کے دینی انحراف اور بگاڑ سے کس کس طرح خبردار کیا ہے؟ اس سے وہ عام مسلمان بھی بے خبر نہیں ہیں جو تھوڑی بہت دینی معلومات کا ذوق رکھتے ہیں۔ کیا مولانا ارشد القادری صاحب بے خبر ہیں؟

تو پھر یہ بات مخالفانہ بغلیں بجانے کی ہے یا تحسین و آفرین کی؟ کہ بزرگان دیوبند تو بالاتر۔ ان کے ایک خادم کو بھی مستقبل کا اندیشہ اپنے ادراک کے مطابق نظر آگیا تو اسے جماعت کی آگاہی کے لئے بیان کر دیا اور اگلی نسلوں نے اسے، یہودیوں کی طرح اپنے بارے میں خطرات اور بگاڑ کی آگاہیوں کو چھپانے کے بجائے، نسلاً بعد نسل منتقل ہوتے رہنے کا سامان اپنے بس بھر کر دیا۔ اور شاید اسی دینی فکر کے طفیل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ آج تک تو ان آثار میں سے کوئی نمایاں نہیں ہوا۔

فالحمد للہ علی ذالک۔

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔

۶

ارشد القادری صاحب نے "زلزلہ" میں اپنے موضوع اور مدعا سے ہٹ کر دخودان کی اصطلاح میں لگے ہاتھوں جو چند مباحث چھیڑے اور چند سوالات اٹھائے ہیں ان پر ہم نے نمبر وار گفتگو شروع کی تھی ۔ ناظرین کرام پانچ نمبر پڑھ چکے ہیں ۔ ہمارے نزدیک صرف دو باتیں اور ایسی باقی ہیں جن کے بارے میں کچھ لکھنے کی ضرورت ہے ۔

حضرت سید احمد شہیدؒ کے جہاد کی نوعیت

ارشد صاحب نے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی خود نوشت سوانح حیات سے ایک عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے ۔

"آپ ہی انصاف سے بتائیے کہ مذکورہ حوالہ کی روشنی میں سید صاحب کے اس لشکر کے متعلق سوا اس کے اور کیا رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ وہ ٹھیک انڈین نیشنل کانگرس کے رضا کاروں کا ایک دستہ تھا جو ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ، لادینی حکومت، قائم کرنے کے لئے اٹھا تھا"

("زلزلہ ص۱۴۲)

حضرت سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہما اور ان کے رفقاء کا جہاد کوئی زمانہ ماقبل تاریخ کا واقعہ نہیں ہے ۔ بس تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے کی بات ہے اور تاریخی طور پر اس میں اتنا لکھا جا چکا ہے جس کے بعد اس کی غایت وغرض اور نوعیت کے بارے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی ۔ اس کے بارے میں قادری صاحب کا یہ کہنا کہ وہ ہندوستان میں لادینی حکومت قائم کرنے کی جد وجہد تھی ۔ اسی طرح

کی ہے جس طرح کی مضحکہ خیز باتیں تاج محل اور قطب مینار وغیرہ کے بارے میں مسٹر اوک لکھا کرتے ہیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک اس پر کسی طویل بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ رہا "نقش حیات" کا حوالہ سو اس کے متعلق خود حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا ایک مکتوب نقل کر دینا ہم کافی سمجھتے ہیں۔

حضرت مولانا مرحوم و مغفور کی حیات میں "نقش حیات" کے مطالعہ سے بعض حضرات کو شبہ ہوا تھا۔ انہوں نے اس بارے میں خود حضرت رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو لکھا۔ اس کا حضرت نے جواب دیا۔ خط لکھنے والے یہ صاحب مدرسہ دینیات کھنڈہ ضلع اعظم گڑھ کے مولانا محمد فاروق صاحب تھے۔ ان کے خط کے جواب میں مولانا نے جو مکتوب تحریر فرمایا تھا وہ انھوں نے ۴ مارچ ۱۹۵۰ء کے سہ روزہ "دعوت" دہلی میں شائع کرا دیا تھا اور اسی کے حوالے سے اسی زمانہ میں "رسالہ "الفرقان" " میں شائع ہوا تھا۔ یہاں ہم وہ مکتوب "الفرقان" ہی سے نقل کر رہے ہیں۔

مکتوب حضرت مولانا مدنی علیہ الرحمۃ!

محترم المقام! زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مزاج شریف! والانامہ مورخہ ۱۸ر شوال مطابق ۱۹ر مئی باعث سرفرازی ہوا، تھا جس میں تین اعتراضات "نقش حیات جلد ثانی" پر لکھے ہیں بوجہ بیماری اور عدیم الفرصتی عریضہ لکھنے سے معذور رہا۔ اور آج کی تاریخ آگئی امید وار معافی ہوں!۔ (پہلا اعتراض!) موجودہ سیکولر اسٹیٹ کو حضرت شاہ عبدالعزیز

صاحب کی تعریفِ دارالاسلام پر دارالاسلام قرار دیتا ہے۔

محترما! میں نے کسی جگہ کتاب مذکور میں اس سیکولر اسٹیٹ کو دار الاسلام نہیں لکھا ہے۔ نہ جمہور کے قول پر اور نہ حضرت شاہ صاحب کے قول پر پھر میں نہیں سمجھتا کہ آپ کا یہ اعتراض کس طرح وارد ہوتا ہے۔ موجودہ حکومت کے جن شرمناک کارناموں کا آپ ذکر فرما رہے ہیں مجھ کو ان کا انکار نہیں۔ پھر میں کس طرح اس کو دارالاسلام قرار دے سکتا ہوں، اور اگر کسی جگہ موجودہ سیکولر اسٹیٹ کی تائید کرنے کے الفاظ سے آپ نے اس کو سمجھا تو وہ از قبیل اہون البلیتین ہے نہ بحیثیت دارالاسلام"......

(یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتوے کی کچھ تفصیل تھی اسے حذف کر دیا گیا ہے۔ ——— الفرقان)

دوسرے اور تیسرے اعتراض میں آپ کا یہ اعتراض کہ حضرت سید صاحبؒ کو سیکولر اسٹیٹ بنانے کا ارادہ کرنے والا اور انگریزوں کو نکالنے والا میں قرار دیتا ہوں، بالکل خلاف واقعہ اور تصریحات سے روگردانی ہے۔

بہرحال یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض کوئی عبارت ایسی ہے جس کی دلالت مطابقی یہی ہے، دوسری توجیہ اس میں نہیں ہو سکتی تو وہ غلط ہے میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔ والسلام

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

از دارالعلوم دیوبند ۸ ذیقعدہ ۱۳۷۶ھ الفرقان

شعبان و رمضان ۱۳۷۷ھ

عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ مکتوب ۵۸ھ میں، یعنی اب سے ۱۶ سال پہلے "سہ روزہ دعوت دہلی" اور "ماہنامہ الفرقان" میں اور ان کے علاوہ بھی ملک کے متعدد جرائد میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کے بعد حضرت مولانا مرحوم و مغفور کے حوالے سے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے رفقاء کے جہاد کے بارے میں یہ دعوے کرنا کہ ان کا مقصد ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ یعنی لادینی حکومت قائم کرنا تھا، اگر بد دیانتی نہیں تو کیا ہے؟ ہمیں قابل وثوق ذریعے سے یہ بھی معلوم ہے کہ ارشد صاحب اس مکتوب سے ناواقف اور بے خبر نہیں ہیں۔

(۷)

کیا شاہ شہید اولیاء اللہ کے کشف الہام کے منکر ہیں؟

زلزلہ کے صفحہ ۲۱۲ پر ارشد صاحب نے تقویۃ الایمان کے حوالے سے ایک عبارت اس طرح نقل کی ہے۔

"یہ سب جو غیب دانی کا دعوے کرتے ہیں، کوئی کشف کا دعوے رکھتا ہے کوئی استخارے کے عمل سکھاتا ہے .... یہ سب جھوٹے ہیں اور دغا باز۔"

(تقویۃ الایمان ص ۲۲)

اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرے سے کشف کے منکر ہیں اور اس بنیاد پر ایک سوال کیا ہے۔ یہاں بھی ان قادری صاحب نے اسی دجل و فریب سے کام لیا ہے جس میں وہ اپنے کو بڑا با کمال سمجھتے ہیں۔ ہم تقویۃ الایمان کی اس موقع کی پوری عبارت نقل کرتے ہیں اس سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ ان

جناب نے کیا کرتب دکھایا ہے ۔

مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اشراک فی العلم کے بیان میں سورۂ لقمان کی آخری آیت کی بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ تفسیر کی ہے ۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ۔

" اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ سب جو غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں کوئی کشف کا دعوے رکھتا، کوئی استخارہ کا عمل سکھاتا ہے، کوئی تقویم اور پترا نکالتا ہے ۔ کوئی رمل قرعہ پھینکتا ہے، کوئی فالنامہ لئے پھرتا ہے، یہ سب جھوٹے ہیں اور دغاباز ۔ ان کے جال میں ہرگز نہ پھنسنا چاہیئے "۔

اس پوری عبارت کو پڑھ کر کسی کو شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اس کا اولیاء اللہ کے کشف سے کوئی تعلق ہے، اس میں تو ان ٹھگوں اور پیشہ وروں کو جھوٹا اور دغاباز کہا گیا ہے جو بے چارے جاہل عوام کو لوٹنے کے لئے غیب دانی کا دعوےٰ کرتے ہیں ۔ کوئی کہتا ہے کہ میں کشف کے ذریعہ سب کچھ معلوم کر لیتا ہوں ۔ کوئی کہتا ہے کہ میرے پاس استخارے کا ایسا عمل ہے جس کے ذریعہ کسی کام کا اچھا بُرا نتیجہ بتا سکتا ہوں ۔ کوئی پترا نکالتا ہے، کوئی رمل قرعہ پھینکتا ہے ۔ کوئی کھولتا ہے ۔ اور ان ذریعوں سے "غیب دانی" کا دعوےٰ کرتا ہے ۔ بلا شبہ ایسے پیشہ ور ٹھگ ہر زمانہ میں رہے ہیں اور آج بھی ہیں ۔ شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے یہاں انہی لوگوں کے بارے میں لکھا ہے کہ ۔

" یہ سب جھوٹے ہیں اور دغاباز ، ان کے جال میں ہرگز نہ پھنسنا چاہیئے "۔

اس عبارت کے بعد متصلاً حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے لکھا ہے کہ

" لیکن جو شخص آپ دعوےٰ غیب دانی کا نہ رکھتا ہو اور غیب کی بات معلوم کرنے کا اختیار نہ رکھتا ہو بلکہ اتنی ہی بات بیان کرتا ہو کہ کچھ بات

کبھی اللہ کی طرف سے مجھے معلوم ہوتی ہے، سو وہ میرے اختیار میں نہیں کہ جو بات میں چاہتا ہوں تو معلوم کر لوں۔ یا جب میں چاہوں تو دریافت کر لوں۔ تو یہ بات ہو سکتی ہے کہ وہ سچا ہو یا مکار !!

(تقویۃ الایمان ص۳۲)

اس عبارت کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو مذکورہ بالا قسم کے پیشہ ور ٹھگوں کی طرح اختیاری غیب دانی کا دعوےٰ نہ رکھتے ہوں بلکہ صرف یہ کہتے ہوں کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کی طرف سے کبھی کوئی بات مجھ کو معلوم ہو جاتی ہے تو ایسے لوگوں کے بارہ میں اس عبارت میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ یہ بات کہنے والے سچے ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کشف والہام کی صورت ہے۔

الغرض حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اس عبارت کی اوپر کی سطروں میں غیب دانی اور کشف وغیرہ کا دعوےٰ کرنے والے پیشہ ور ٹھگوں کو جھوٹا اور دغا باز کہا ہے۔ اور اس کے متصل اگلی سطروں میں حقیقی کشف والہام کا اعتراف کیا ہے[1]۔

لیکن ارشد القادری صاحب نے پوری دیدہ دلیری کیساتھ اپنے فن فریب کاری کا کمال

---

[1] ہم اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۲ پر اولیاء اللہ کے کشف والہام کے بارہ میں حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر کسی قدر تفصیل سے ان کی کتاب "منصب امامت" سے پیش کر چکے ہیں۔ اور ناظرین کرام کو معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی اس بے نظیر کتاب میں اولیاء اللہ کے الہام وکشف کو قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے ثابت کیا ہے۔

دکھایا ہے کہ اس پوری عبارت میں قطع و برید کر کے صرف دو سطر کی ایسی عبارت بنادی جس سے کتاب کے ناظرین یہ سمجھ لیں کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالے علیہ کشف کے سرے سے منکر ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ قادری صاحب نے پوری کتاب میں اسی فن کاری کا کمال دکھایا ہے ارشد صاحب نے "زلزلہ" میں اپنے اصل موضوع اور مدعا سے ہٹ کر جو مباحث چھیڑے اور سوالات اٹھائے تھے ان میں صرف انہی چند مباحث کو ہم نے قابل توجہ سمجھا جن پر ہم نے صفحہ ۱۴ سے یہاں تک سات نمبروں میں بحث کی ہے اس کے بعد "زلزلہ" میں کوئی ایسی بات ہمارے نزدیک باقی نہیں رہی جس کے مستقل جواب کی ضرورت ہو۔

فالحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات۔

خاتمۂ کلام

ارشد صاحب کا بنایا ہوا مقدمہ سراسر جعل و فریب!

ہمارے ناظرین کرام میں سے جن حضرات نے "زلزلہ" کا مطالعہ کیا ہوگا ان کو اس سے معلوم ہوا ہو گا اور جنہوں نے اس کا مطالعہ نہیں کیا ان کو ہمارے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ ارشد القادری صاحب نے اپنی اس کتاب کی شکل میں علمائے دیوبند کے خلاف ایک مقدمہ بنا کر قوم کی عدالت میں پیش کیا ہے۔ ان کا استغاثہ اور دعوٰے خود ان کے مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ :

"جن امور کو علمائے دیوبند انبیاء و اولیا کے حق میں شرک قرار دیتے ہیں انہی امور کو وہ اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں عین ایمان و اسلام سمجھتے ہیں۔

(زلزلہ ص۱)

اس دعوٰے کے ثبوت میں انہوں نے پہلے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ وغیرہ علمائے دیوبند کی وہ عبارتیں پیش کیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی مخلوق کے حق میں علم غیب کا اور اپنے ارادہ و اختیار سے کائنات میں تصرف کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔

اس کے بعد انہوں نے علمائے دیوبند ہی کے حلقہ کی بعض ان کتابوں کے حوالہ سے جن میں مختلف بزرگوں کے حالات و واقعات لکھے گئے ہیں سترا استی کے قریب ایسے

واقعات نقل کئے ہیں جن میں کشف والہام کے طور پر ان بزرگوں کے بعض مخفی باتوں پر مطلع ہو جانے کا یا کرامت وغیرہ کی قسم کے کسی تصرف کا ذکر کیا گیا ہے۔

لیکن ارشد صاحب نے اپنے ناظرین کی سادہ لوحی پر پورا اعتماد کر کے یہ کھلا فریب دینے کی کوشش کی ہے کہ ان کتابوں کے مصنفین نے ان حکایات و واقعات میں اپنے بزرگوں کے لئے وہ علم غیب اور وہ تصرف ثابت کیا ہے جس کو یہ لوگ انبیاء واولیاء کے لئے ثابت کرنا شرک قرار دیتے ہیں۔

ہم ان کے اس فریب کا پردہ پوری طرح چاک کر چکے ہیں۔ یہاں ہم خود اپنے ناظرین کرام سے عارض کرتے ہیں کہ اگر انہوں نے "زلزلہ" نہ دیکھا ہو تو وہ اس کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ ارشد صاحب نے ابلہ فریبی کا کیسا کمال دکھایا ہے۔

یہاں ہم اپنے رب کریم کے اس احسان عظیم کا شکر کے ساتھ ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس نے ہمارے اکابر علمائے دیوبند اور ان سے عقیدت رکھنے والوں کے دلوں میں توحید ایسی راسخ کر دی ہے کہ وہ بھولے سے بھی اپنے کسی بزرگ بلکہ کسی مخلوق کے لئے وہ علم غیب اور کائنات میں وہ تصرف ثابت نہیں کر سکتے، جس کا کسی کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔ یہ ہرگز ہمارے بزرگوں کا ذاتی کمال نہیں بلکہ خداوند پاک کا احسان ہے کہ اس نے اس رنگ میں رنگ دیا ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۞

ہمارا چیلنج اور اعلان

ہم ارشد صاحب کو اس خاتمۂ کلام میں پھر چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اکابر جماعت دیوبند میں کسی کی کوئی ایک ہی ایسی

عبارت پیش کریں جس میں اپنے کسی بزرگ کے لئے یا کسی مخلوق کے لئے وہ علم غیب اور وہ تصرف ثابت کیا گیا ہو جس کا غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔

وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ○

اسی کے ساتھ ہم ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ اگر کوئی گمراہ ہمارے کسی بزرگ کے لئے علم غیب اور کن فیکونی تصرف ثابت کرے تو وہ بھی ہمارے نزدیک بت پرستوں اور قبر پرستوں کی طرح قطعاً مشرک اور جہنمی ہے۔

ارشد صاحب جعل و فریب کے مجرم اور سزا کے مستحق

بہرحال ارشد القادری صاحب نے "زلزلہ" کی شکل میں علمائے دیوبند کے خلاف جو استغاثہ اور مقدمہ بنا کر قوم کی عدالت میں پیش کیا تھا۔ ناظرین کرام کو معلوم ہو گیا کہ اس کی بنیاد سراسر دجل و فریب پر ہے۔ اگر ہماری اس دنیا کی کسی با اختیار عدالت میں کسی کے خلاف وہ ایسا دعویٰ اور استغاثہ بنا کر پیش کرتے تو وہ خارج ہی نہ ہوتا بلکہ قادری صاحب جعل و فریب کے مجرم قرار پا کر سزایاب ہوتے۔

مگر انہیں اطمینان ہے کہ قوم کی عدالت سے ان کو کوئی سزا نہیں ملے گی۔ لیکن ہم انہیں آگاہی دیتے ہیں کہ یوم آخرت کی خداوندی عدالت پر ان کا ایمان ہو یا نہ ہو وہ برحق ہے اور ایسے مجرمین اس عدالت کی سزا سے ہرگز نہ بچ سکیں گے۔

وَسَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَىَّ مُنۡقَلَبٍ يَّنۡقَلِبُوۡنَ ○

یہ فن کاری ایک شیطانی کمال

ہاں ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ ارشد صاحب نے اپنا استغاثہ اور مقدمہ ایسے انداز میں

پیش کیا ہے کہ جو لوگ ان مسائل و مباحث سے واقف نہیں ہیں وہ آسانی سے دھوکہ کھا سکتے ہیں۔ لیکن یہ فن کاری دینی نقطہ نظر سے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بقول ایک شیطانی کمال ہے۔ حضرت امام موصوف کا ارشاد ہے۔

اعلم ان الشیطان لا یغوی الانسان الا بکلام مقبول الظاهر مردود الباطن ولولا حسن ظاهره لما انخدعت به القلوب

(احیاء علوم الدین ج ۳، ص ۲۹۲)

معلوم ہونا چاہیئے کہ شیطان آدمی کو ایسے ہی کلام سے گمراہ کرتا ہے جو سرسری اور ظاہری نظر میں قابل قبول اور دلنشین ہو لیکن باطن اور حقیقت کے لحاظ سے غلط، باطل، اور مردود ہو۔ اور اگر شیطان کے کلام میں ظاہری حسن اور خوش نمائی نہ ہو تو بندگان خدا کے دل اس سے دھوکہ نہ کھائیں۔

ارشد صاحب کا انعامی اعلان

ارشد صاحب نے زلزلہ کے شروع میں لکھا ہے کہ دیو بندی کتابوں کے جتنے حوالے دیئے گئے ہیں ان میں سے ایک حوالہ بھی غلط ثابت کرنے پر دس ہزار روپے انعام کا اعلان کیا جاتا ہے۔

(زلزلہ ص ۳)

یہ اعلان پیشہ ور اشتہاریوں والا اعلان ہے۔ اس طرح کے انعامی اعلان کرنا مرزا غلام احمد قادیانی کا خاص شیوہ اور شعار تھا۔ اور یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص دعویٰ کرے کہ قرآن مجید میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی گئی ہے اور ثبوت میں کہے سورۃ نساء کے ساتویں رکوع کے بالکل شروع میں فرمایا گیا ہے۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ

(اے ایمان والو نماز کے پاس نہ جاؤ) اور ساتھ ہی ارشد صاحب کے الفاظ میں چیلنج کرتے کہ اس حوالہ کو غلط ثابت کرنے والے کے لئے دس ہزار روپے انعام کا اعلان کیا جاتا ہے۔

یا "ستیارتھ پرکاش" کے مصنف "سوامی دیانند جی آنجہانی" کا کوئی چیلہ مسلمانوں کو چیلنج کرے کہ "ستیارتھ پرکاش" کے چودھویں باب میں قرآن مجید اور اسلام پر جو اعتراضات "سوامی جی" نے کئے ہیں اور اس سلسلہ میں قرآنی آیتوں کے جو حوالے دیئے ہیں ان کے غلط ثابت کرنے پر دس ہزار یا دس لاکھ انعام کا اعلان کیا جاتا ہے۔

ارشد القادری صاحب نے حوالوں میں جس دجل و فریب سے کام لیا ہے ہمارے ناظرین کرام اس سے کسی قدر واقف ہو چکے ہیں اور ہر صاحب کو ہم دعوت دیتے ہیں کہ اصل کتابوں کو سامنے رکھ کر وہ حوالوں کے بارہ میں ان کی کرتب بازی بچشم خود دیکھ لے۔

زلزلہ کا دوسرا ایڈیشن اور ارشد صاحب کے دو نئے کرتب!

ابھی چند روز پہلے ہمارے علم میں آیا کہ "زلزلہ" کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے، ہم نے حاصل کر کے اس کا مطالعہ کیا۔ اس میں انہوں نے اپنی اور اپنی کتاب کی وقعت بڑھانے کے لئے دو نئے کرتب دکھلائے ہیں۔

مولانا علی میاں سے متعلق افسانہ

ارشد صاحب نے اس دوسرے ایڈیشن کے پیش لفظ میں لکھا ہے:۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ میں جب مولانا علی میاں کے سامنے "زلزلہ" کا وہ حصہ پیش کیا گیا جس کا تعلق ان کی کتاب "سیرت سید احمد شہیدؒ" میں بیان کئے گئے ایک واقعہ سے ہے تو انہوں نے اصل کتاب منگوائی سوئے اتفاق کہئے کہ حوالہ کی عبارت اور اصل کتاب کی عبارت میں "دو لفظ" کا فرق نکل آیا ..... الخ

(زلزلہ دوسرا ایڈیشن صـ۴۷)

آگے ارشد صاحب نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے، اور بے ضرورت طوالت کے ساتھ ۳، ۵ صفحے لکھے ہیں، ان سب کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد ندوۃ العلماء کے وہ چند طلباء جو (بقول قادری صاحب) "زلزلہ" کی حمایت میں سرگرم تھے تحکم بن گئے ان میں سے کسی نے ارشد صاحب کو خط لکھا کہ آپ نے "سیرت سید احمد شہیدؒ کے حوالے سے جو عبارت زلزلہ میں نقل کی ہے اس میں اور اصل کتاب کی عبارت میں یہ فرق ہے۔

آگے ارشد صاحب نے اس کا جواب دیا ہے۔ کہ میں نے "سیرت سید احمد شہیدؒ کے جس مطبوعہ نسخے سے زلزلہ میں عبارت نقل کی ہے میرے حوالہ کی عبارت حرف بحرف اس کے مطابق ہے۔ اس کے بعد آپ نے سیاق و سباق کے قرائن سے بھی اسی عبارت کا صحیح ہونا ثابت کیا ہے۔

ہم "سیرت سید احمد شہیدؒ" رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، کی اس عبارت کے سلسلے میں صرف اتنا عرض کریں گے کہ زلزلہ میں جو عبارت اس کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے، وہ صحیح ہے۔ ارشد القادری صاحب نے جس ایڈیشن کا حوالہ دیا ہے وہ اس کا تیسرا ایڈیشن ہے اس میں وہ عبارت اسی طرح ہے۔ اور اس کے بعد کے چوتھے اور آخری ایڈیشن میں بھی دجو لاہور سے شائع ہوا ہے)، اسی طرح وہ عبارت ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی عرض کر دیں کہ ہم نے "علم غیب" اور "تصرف" اور وحی و الہام اور معجزہ و کرامت کے بارے میں جو اصولی اور تفصیلی بحث کی ہے۔ جس نے ارشد صاحب کے بنائے ہوئے سارے ہی مقدمہ کو جعل و فریب ثابت کر دیا ہے۔ اسی نے اس اعتراض و سوال کو بھی ختم کر دیا ہے جو ارشد صاحب نے سیرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اس

عبارت کی بنیاد پر اٹھایا تھا۔ اس طرح کے سارے واقعات کے بارہ میں اہل توحید و
سنت کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے وحی و الہام کے ذریعہ حضرات
انبیاء و اولیاء کو اطلاع دی جاتی ہے۔ اور اسی کی قدرت اور اسی کے حکم سے کوئی خارق
عادت امر ظہور میں آتا ہے اس لئے ایسے واقعات میں "علم غیب اور تصرف" کا وہ سوال
اٹھانا جو ارشد صاحب نے اٹھایا ہے صرف ابلہ فریبی ہے۔ یہ بحث پوری تفصیل سے
کتاب و سنت کی روشنی میں پہلے کی جا چکی ہے اس لئے یہاں صرف اس اشارہ پر اکتفا
کیا جاتا ہے۔

یہ ساری بات تو ضمنی طور پر لکھی گئی۔ ہمیں تو یہاں حضرت مولانا علی میاں کے بارے
میں صرف اتنا بتلانا تھا کہ دوسرے ایڈیشن کی اس بات کا ذکر ہم نے حضرت مولانا مدظلہ
سے کیا اور ان کے بارے میں ارشد صاحب نے جو لکھا ہے وہ ان کو سنایا تو حضرت مولانا
ممدوح نے فرمایا۔

"مجھ سے کبھی کسی نے اس بارہ میں کوئی بات نہیں کی، نہ میں نے آج سے پہلے
"زلزلہ" کی صورت دیکھی نہ مجھے معلوم تھا کہ زلزلہ میں سیرت سید احمد شہیدؒ کا
بھی کوئی حوالہ دیا گیا ہے۔ الغرض مجھ سے متعلق یہ جتنی بات لکھی گئی ہے وہ
سراسر افسانہ ہے"۔

ہمارے نزدیک ارشد القادری صاحب نے اپنے ناظرین میں اپنی اور اپنی کتاب کی قدر
وقیمت بڑھانے کے لئے حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ سے متعلق یہ افسانہ گڑھا ہے۔

ابھی حال ہی میں ان قادری صاحب کے ایک قدیم شناسا نے ذکر کیا کہ یہ پہلے افسانہ
نگاری کرتے تھے اور ان میں اس کی اچھی خاصی صلاحیت تھی لیکن کسی نے ان کو بتلا دیا کہ

ں سے بہت زیادہ نفع بخش ، مذہبی فتنہ انگیزی کا کاروبار ہے اور پھر انہوں نے اپنے
لئے اسی میدان اور پیشہ کو پسند کر لیا ۔ اللہ تبارک و تعالےٰ ہی جانتا ہے کہ بات کہاں تک
صحیح ہے ۔ ان کی کتاب زلزلہ ہی سے یہ اندازہ تو ہمارا بھی ہے کہ افسانہ نویسی کی ان
میں اچھی صلاحیت ہے ۔

زلزلہ اور امریکہ کی لائبریری

زلزلہ کے دوسرے ایڈیشن کے اسی پیش لفظ میں قادری صاحب نے زلزلہ کی مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ۔

> یہ بھی قبول عام کی بات کہی جا سکتی ہے کہ یونائیٹڈ اسٹیٹ آف امریکہ کی لائبریری آف کانگریس کے ایک مراسلہ کے مطابق واشنگٹن میں انیس [19] لائبریریوں کے تعاون سے جو دنیا کی سب سے بڑی لائبریری قائم کی جا رہی ہے اس کے منتظمین نے ہندوستانی زبان کی کتابوں میں سے نمائش کے لئے "زلزلہ" کو منتخب کیا ہے ۔ اس مراسلہ کا اردو ترجمہ اسی پیش لفظ میں کہیں ملاحظہ فرمائیے ۔"
>
> (زلزلہ صلا)

پھر آگے صفحہ ۵۰ ۔ ۵۱ پر مراسلہ کا ترجمہ بھی دیا گیا ہے) ۔ کوئی بتلائے کہ اس کو اگر
ارشد صاحب کا کرتب اور پیشہ ورانہ چال نہ کہا جائے تو آخر کیا کہا جائے ۔ ان کے سادہ
لوح اور ناواقف معتقدین اور زلزلہ کے بے چارے ، بے خبر ناظرین اس سے یہی سمجھیں گے
کہ ہمارے مولانا قادری صاحب کی کتاب کی غیر معمولی اور بین الاقوامی مقبولیت کی محکم دلیل ،
اور گویا آسمانی شہادت ہے کہ امریکہ کی ایسی عظیم الشان لائبریری کے منتظمین نے ہندوستانی
زبان کی کتابوں میں سے نمائش کے لئے زلزلہ کو منتخب کیا ہے ۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جو

مصنف کسی بھی اچھے یا برے ،حق یا باطل موضوع پر کوئی کتاب لکھے ،اگر اس کا ذکر اخبارات و رسائل میں آجائے اور اس لائبریری کے منتظمین کو اس کا علم ہوجائے تو بعینہٖ یہی مراسلہ اس کے پاس آتا ہے ۔ اگر بالفرض کوئی مصنف فحشیات کے موضوع پر کوئی کتاب لکھے یا معاذ اللہ خدا اور مذہب کے خلاف کوئی کتاب لکھی جائے اور اخبارات و رسائل میں اس کا چرچا ہوجائے تو اس کے مصنف کے پاس بھی یہی مراسلہ آجائے گا ۔

ہمارا خیال ہے کہ ارشد القادری صاحب اس بات سے ناواقف نہ ہوں گے لیکن انہوں نے اپنے ناظرین کی سادہ لوحی اور ناواقفی سے فائدہ اٹھانے کے لئے امریکہ کی لائبریری کے اس مراسلہ کو "زلزلہ" کی مقبولیت اور بحیثیت مصنف کے اپنی کامیابی کی ایسی دلیل بنا کر پیش کیا ہے گویا کہ وہ آسمانی شہادت ہے ۔ شاید قادری صاحب نے ان کرتبوں کے استعمال میں قادیانیوں سے بھی استفادہ کیا ہے ۔ یہ ان لوگوں کا خاص فن ہے۔

ارشد القادری صاحب نے زلزلہ کی شکل میں ہندوستان کے علمائے حق اور جماعت اہل حق پر اپنے اسلاف مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کا پرانا طریقہ چھوڑ کر ایک نئے انداز سے جو حملہ کیا تھا ۔ اللہ تبارک وتعالےٰ کی مدد و توفیق سے اس کا پورا جواب ہوگیا ۔ مگر ناظرین کرام میں سے کوئی صاحب محسوس کریں کہ فلاں مبحث پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے وہ ہمیں مطلع کریں ۔ انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ اڈیشن میں ہم ان کی فرمائش کی تعمیل کریں گے ۔

قادری صاحب نے "زلزلہ" میں بالکل نیا اور مظلومانہ انداز اختیار کرکے اس کی بھی ہوشیارانہ کوشش کی ہے کہ ان کی جماعت کا اب تک جو کردار اور رویہ رہا ہے ، اس پر پردہ ڈالا جائے ۔ اور وہ بالکل پس منظر میں چلا جائے ۔ اس لئے ہم نے ضروری

سمجھا کہ اس جواب کے ساتھ ضمیمہ کے طور پر مختصرًا بریلوی فتنہ کی تاریخ اور اس کے بانی مولوی احمد رضا خان صاحب اور ان کے خاص اخلاق کے کردار کے بارہ میں بھی کچھ لکھ دیا جائے۔ اگلے صفحے سے ناظرین کرام اسی کو پڑھیں گے ۔"

ضمیمہ

بریلی کا تکفیری فتنہ

مختصر تاریخ وتعارف

جن لوگوں کی اسلام اور امتِ مسلمہ کی تاریخ پر نظر ہے وہ واقف ہیں کہ عہدِ نبوت اور دورِ خلافتِ راشدہ کے بعد سے امت میں طرح طرح کے فتنے اور مذہبی اختلافات پیدا ہوتے رہے ہیں اور ان کی وجہ سے مسلمان مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹتے رہے اور امت کی وحدت پارہ پارہ ہوتی رہی۔ اور قطعاً شبہ نہیں کہ ان سب فتنوں میں اصل ہاتھ شیطان کا رہا۔ ان میں بعض فتنے وہ ہیں جو ہمارے اس برصغیر ہی سے اٹھے (جو پہلے ایک ملک "ہندوستان" تھا اور اب تین حصوں میں بٹ گیا ہے اور جس میں دنیا کے سارے ملکوں سے زیادہ مسلمانوں کی آبادی ہے)، جہاں تک اپنی واقفیت اور معلومات ہیں کسی بھی مذہبی فتنے نے اتنے وسیع پیمانے پر مسلمانوں میں اختلاف وافتراق نہیں پیدا کیا اور ان کو باہم اتنا نہیں لڑایا اور ٹکرایا۔ جتنا کہ ہمارے ملک اور ہمارے اس دور میں (یعنی چودھویں صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی میں)، پیدا ہونے والے بریلی کے تکفیری فتنے نے جس کے خاص علمبردار مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی تھے۔ جن کے بارے میں ہندوستان وپاکستان کے پڑھے لکھے مسلمان عام طور سے جانتے ہیں کہ اکابر امت کی طرف انتہائی خبیث اور گندے

عقیدے منسوب کرکے ان کی تکفیر کرنا ان کا خاص وظیفہ اور مرغوب ومحبوب کاروبار وشغلہ تھا۔

اللہ عزیز وحکیم کی حکمت ہے اس نے مخلوق کی ہدایت کے لئے انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا اور ان کے قلوب میں بنی آدم کی خیر خواہی اور ہدایت ورہنمائی کی تڑپ اور اس کے لئے بے چینی ودیعت فرمادی اور یہی چیز درجہ بدرجہ ان کے نائبین و وارثین کو عطا فرمائی۔ اور اسی عزیز وحکیم نے شیاطین الانس والجن کو بھی پیدا فرمایا اور ان میں اور ان کی ذریت میں اولاد آدم کی بدخواہی اور ان کو فتنہ وفساد اور گمراہی میں مبتلا کرنے کا ایسا مادہ رکھ دیا کہ یہی گویا ان کی فطرت وجبلت ہے اور وہ اسی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

ندوۃ العلماء کا قیام اور وسیع پیمانے پر خاں صاحب بریلوی کی تکفیری سرگرمیوں کا آغاز!

جہاں تک ہمارا علم اور مطالعہ ہے وسیع پیمانے پر مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی تکفیری مہم کا جوش وخروش، اس وقت شروع ہوا جب ۱۳۱۱ھ میں کانپور کے ایک جلسہ میں (جس کے خاص داعی اور محرک مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے اور جس میں ہندوستان بھر کے مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے اکابر علماء اور مشاہیر شریک تھے اور خود مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی شریک تھے) ندوۃ العلماء کے نام سے علمائے ہند کی ایک وسیع المقاصد انجمن یا مجلس کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ ہمارے علم میں ہندوستانی علماء ومشائخ کی یہ پہلی وسیع تنظیم اور ان کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی پہلی مبارک کوشش تھی۔

ندوۃ العلماء کے خلاف خانصاحب بریلوی کی جنگ

مولوی احمد رضا خاں صاحب کسی بات سے ناراض ہو کر جلسہ کے اختتام سے پہلے ہی، واپس آگئے۔ ان کی کتابوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بے حد کٹر قسم کے آدمی تھے انہوں نے ندوۃ العلماء کے خلاف اشتہار بازی، اور رسالہ بازی کی ایک طوفانی مہم شروع کر دی تھی۔ ان کے ایک خلیفہ مولوی محمود جان کاٹھیاواڑی نے ان کی ایک منظوم سوانح عمری ذکر رضا کے نام سے لکھی ہے اس میں ان کے سب بڑے اور درخشاں کارنامے کی حیثیت سے اس کا ذکر کیا ہے کہ "اعلیٰ حضرت نے ندوہ اور ندوہ والوں کے رد میں بے گنتی اشتہارات کے علاوہ سو کے قریب رسالے لکھے اور ندوہ کا نام و نشان مٹا دیا"۔ (ذکر رضا ص۱۱)

---

[1] ۱۳۱۱ھ میں ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا تھا تو وہ علماء کی انجمن اور ایک مجلس ہی تھی جس کے مقاصد بہت وسیع تھے دینی مدارس کی اصلاح اور ان کو عصر حاضر کی ضروریات کے مطابق زیادہ مفید بنانے کی جدوجہد اس کے اہم مقاصد میں سے تھی اس مجلس اور انجمن ہی کو مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اپنی گولہ باری کا نشانہ بنایا تھا اس وقت ندوہ کسی مدرسہ کا نام نہیں تھا دارالعلوم ندوۃ العلماء اس کے بہت بعد قائم ہوا تھا جو اب تک جاری ہے۔ الغرض مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تکفیری مہم کا نشانہ موجودہ دارالعلوم ندوۃ العلماء نہیں تھا۔ بلکہ ہندوستان کے مختلف الخیال علماء کی وہ تنظیم تھی جو ۱۳۱۱ھ میں قائم ہوئی تھی اور بلاشبہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی اس تکفیری مہم نے اس کو بے حد نقصان پہنچایا۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ندوہ کی تخریب اور اہل ندوہ کی تکفیر میں سو کے قریب جو رسالے لکھے تھے ان میں سے بہت سوں کے دیکھنے کا ہمیں بھی اتفاق ہوا ہے ان سب میں اہل ندوۃ کے کفر کی سب سے بڑی دلیل یہ دی گئی ہے کہ انہوں نے وہابیوں غیر مقلدوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے، اور وہ لوگ اسماعیل دہلوی (یعنی حضرت شاہ اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ) کو اپنا بڑا اور پیشوا مانتے ہیں اور وہ ستر وجہ سے یا اس سے بھی زیادہ وجوہ سے کافر ہے۔

(رسل السیوف الہندیہ اور الکوکبۃ الشہابیہ وغیرہ)

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ندوۃ العلماء کے خلاف یہ تکفیری مہم ۱۳۱۷ھ سے چلائی شروع کی تھی، برسوں تک پورے زور و شور سے یہ گولہ باری ہوتی رہی، یہاں تک کہ حرمین شریفین کے علماء سے بھی (ان کو یہ بتلا کر کہ یہ ندوہ والے ملحد و بے دین ہیں اور ان کے عقائد ایسے ملحدانہ اور کافرانہ ہیں) ان کے کفر کا فتوےٰ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حاصل کیا اور "فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین" کے نام سے چھپوا کر ہزاروں کی تعداد میں شائع کیا۔

یہ واقعہ ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب اپنے اس فن کے کامل استاد اور بڑے ماہر تھے۔ ندوہ والوں کے پاس اگرچہ اصحاب علم و قلم کی فوج تھی لیکن ان بریلوی خاں صاحب کے تکفیری اشتہاروں اور رسالوں کی نہ تھمنے والی بارش کو دیکھ کر انہیں بالآخر یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ خیریت اسی میں ہے کہ ان باتوں کا کوئی نوٹس نہ لو اور کوئی جواب نہ دو بس اپنے کام میں لگے رہو۔

ندوۃ العلماء کے بعد اکابر علماء دیوبند پر نظر عنایت

اکابر علمائے دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما اور ان کے رفقاء انگریزی حکومت کے خلاف ۱۸۵۷ء کی جنگ میں شاملی کے محاذ پر ناکام ہوجانے اور پورے ہندوستان پر انگریزوں کا پورا تسلط قائم ہوجانے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے، بلکہ کہنا چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالٰی نے ان کے قلوب میں یہ ڈالا کہ اب اس ملک میں اللہ تعالٰی کے مقدس دین کی خدمت اور حفاظت کا خاص ذریعہ ایسے دینی مدارس ہوں گے جن میں مخصوص طرز کی دینی تعلیم وتربیت سے وہ افراد تیار کئے جائیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی امانت علم وہدایت کے وارث وامین ہوں اور دین کو اپنے جان ومال اور ہر چیز سے زیادہ عزیز سمجھیں اپنی زندگیاں اسی کے لئے وقف کردیں۔

اس منصوبے کے مطابق ان حضرات نے سب سے پہلے ضلع سہارنپور کے قصبۂ دیوبند میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ اللہ تعالٰی نے اس میں برکت دی اور چند ہی برسوں میں، اس شجرۂ طیبہ کے یہ ثمرات دیکھنے میں آئے کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی۔ شیخ الہند، حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہوی، اور بعد کے طبقات میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی (حکیم الامت) حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری اور حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی، رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین، جیسے حضرات پیدا ہوئے جو علم نبوت کے حامل ووارث ہونے کے ساتھ امت کے لئے آئمہ رشد وہدایت اور ملت اسلامیہ ہندیہ کے دین وایمان کے پاسبان بھی تھے۔

دارالعلوم دیو بند میں یہ ٹھوس تعلیمی و تربیتی اور تعمیری کام اخلاص وللہیت اور پوری خاموشی کے ساتھ ہوتا رہا۔ اس کے فضلاء ملک میں پھیلتے رہے جو جہاں جاکر بیٹھ گیا اپنے اخلاص وللہیت اور امانت کی بے لوث دینی خدمت کی وجہ سے اس خطہ کے مسلمانوں کا مرجع بن گیا۔ پھر اسی مقصد کے لئے اسی طرز پر مختلف شہروں میں اور بھی متعدد مدرسے ان حضرات نے قائم کئے۔ یہ سب دارالعلوم دیو بند ہی سے نکلی ہوئی نہریں اور اسی شجرۂ طیبہ کی شاخیں تھیں اور یہ امت مسلمہ ہندیہ کے دینی قلعے اور اسلامی شریعت کی چھاؤنیاں تھیں۔

ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ دارالعلوم دیو بند اور اس کے اکابر کو ملک میں علم و دین کے لحاظ سے ایک خاص مرجعیت اور مرکزیت حاصل ہوگئی اور یہاں کے باخبر اور باشعور مسلمان دارالعلوم کو ہندوستان میں دین محمدی کا مرکزی قلعہ سمجھنے لگے۔

ٹھیک اس وقت جب کہ دارالعلوم دیو بند اور اکابر علمائے دیو بند کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے مقبولیت عامہ کا یہ مقام حاصل ہوا، مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جو تقریباً دس سال سے ندوۃ العلماء کے پیچھے پڑے ہوئے تھے اور اپنے نزدیک ندوہ کی انجمن کو درہم برہم کر کے اس مہم کو سر کر چکے تھے، اپنی "نظر عنایت" ان اکابر علمائے دیو بند کی طرف پھیردی ۱۳۲۳ھ میں ان کی کتاب "المعتمد المستند" چھپی جس میں پہلی دفعہ اکابر حضرات دیو بند حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی، قطب عالم حضرت گنگوہی، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم وغیرہ کی قطعی تکفیر کی اور لکھا کہ

"یہ ایسے کافر ہیں کہ جو کوئی ان کے کفر میں شک و شبہ کرے وہ بھی قطعی کافر اور جہنمی ہے"

اکابر علمائے دیوبند کا خاموشی اور صرفِ نظر کا فیصلہ

میں نے اپنے بعض اکابر سے سنا ہے کہ کافی مدت تک تو اکابر دارالعلوم کو مولوی احمد رضا خاں صاحب کی اس کتاب اور اس میں کئے گئے تکفیری جملے کی اطلاع بھی نہیں ہوئی۔ پھر غالباً ۱۳۲۳ھ میں حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو، جو اس وقت دارالعلوم کے جوان العمر فضلاء میں سے تھے، کہیں اس کا پتہ چلا۔ انہوں نے کسی طرح کتاب حاصل کی اور اپنے استاذ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اب ہم لوگوں کی طرف رُخ کیا ہے، مجھے جواب دینے کی اجازت دی جائے میں اس سے نپٹ لوں گا۔ جب حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے زیادہ اصرار کیا تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کو ساتھ لے کر قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو جماعت دیوبند کے شیخ و مقتدا اور دارالعلوم کے سرپرست تھے۔

مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے وہی بات حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کی۔ قطبِ عالم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

ارے بھئی تم کہاں تک اس شخص (یعنی مولوی احمد رضا خاں صاحب) کی باتوں کا جواب دوگے اور کہاں تک کتابیں لکھوگے وہ تو روز، روز نئے الزام گڑھے گا اور کتابوں پہ کتابیں اور اشتہاروں پہ اشتہار چھاپے گا اس کو تو دنیا میں بس یہی کام ہے، شاید یہی اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقدر کر دیا ہے۔ ندوہ والوں کے ساتھ جو کچھ اس نے کیا ہے وہ سامنے ہے اس لئے میری رائے تو یہی ہے کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو اور دینی خدمت کے اپنے

کام میں لگے رہو۔ اپنی آخرت کی فکر کرو ۔ بہرحال اس وقت یہی طے رہا کہ مولوی احمد رضا خاں کی ان خرافات کا کوئی جواب نہ دیا جائے ۔

اس وقت تک مولوی احمد رضا خاں کے اس فتنہ کا عام مسلمانوں پر کوئی اثر بھی نہیں پڑا تھا بلکہ کوئی خاص چرچا بھی نہیں ہوا ۔ کیوں کہ یہ کتاب "المعتمد المستند" عربی میں تھی۔

مولوی احمد رضا خاں کی فریب کاری اور "حسام الحرمین" کا فتنہ

غالباً اپنے اس تکفیری فتوے اور فتنے کی بے اثری دیکھ کر ہی مولوی احمد رضا خاں نے ۱۳۲۳ھ کے آخر میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور اکابر علمائے دیوبند کی تکفیر کا ایک فتوے مرتب کر کے وہاں کے علمائے کرام اور مفتیان عظام کے پاس پہنچے اور نہایت ہی مکارانہ اور پرفریب انداز میں ان حضرات سے فریاد کی کہ، ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں پر بڑا سخت وقت آگیا ہے وہاں ارتداد اور زندقہ کی آندھیاں چل رہی ہیں ۔ کچھ لوگ مسلمانوں ہی میں جن کو عوام علما اور مشائخ بھی سمجھتے ہیں ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو نہایت خبیث قسم کے کافرانہ عقیدے رکھتے ہیں ۔ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کی شان عالی میں گستاخیاں کرتے ہیں، عقیدۂ ختم نبوت کے منکر ہیں ۔ اللہ تبارک وتعالےٰ کو اور اس کے کلام پاک کو معاذ اللہ جھوٹا کہتے ہیں اور لوگ ان کو عالم مولوی سمجھ کر ان کی باتوں کو قبول کر رہے ہیں ۔

ہم غرباء اور ضعفاء سے جہاں تک ہو سکتا ہے ہم اس فتنہ کا مقابلہ کر رہے ہیں لیکن ہمارے ملک میں اس فتنہ نے طوفانی آندھی اور سیلاب کی شکل اختیار کر لی ہے آپ حضرات یعنی حرمین شریفین کے علمائے کرام اور مفتیان عظام کی مدد کے بغیر اس فتنے کے روکنے میں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے ۔ آپ حضرات اللہ کے مقدس شہر مکہ مکرمہ اور اس کے رسول علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے پاک شہر مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں ہندوستانی مسلمانوں کے قلوب میں آپ کی خاص عظمت اور وقعت ہے اگر آپ حضرات ان مرتدین کی تکفیر کے اس فتویٰ کی تصدیق فرما دیں تو ہمارے ملک کے عام مسلمان اس فتنہ سے محفوظ ہو جائیں گے ۔ ورنہ یہ فتنہ ایسا شدید اور طوفانی ہے کہ ان کا ایمان پر قائم و ثابت رہنا سخت مشکل ہے ۔

الغیاث الغیاث یا خیل اللہ ۔ المدد المدد اے خدا کے لشکرو

یا فرسان عساکر رسول اللہ ۔ المدد المدد اے لشکر محمدی کے شہسوارو

الغرض مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حرمین شریفین کے ان علمائے کرام کے سامنے جو اصل واقعات و حالات سے بالکل بے خبر تھے، اور اردو زبان نہ جاننے کی وجہ سے اکابر علمائے دیوبند کی وہ کتابیں بھی نہیں پڑھ سکتے تھے جن کی طرف مولوی احمد رضا خان صاحب نے انکار ختم نبوت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی توہین و تنقیص جیسے کافرانہ مضامین منسوب کئے تھے، اپنا یہ جعلی فتوےٰ اس انداز میں اور اس تمہید کے ساتھ پیش کیا کہ گویا ہندوستانی مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت اب بس اس فتوے سے اور اس پر علماء حرمین کی تصدیقی مہر لگ جانے سے وابستہ ہے ۔ اگر یہ نہ ہوا تو خدانخواستہ وہ سب مرتد اور شدھی ہو جائیں گے ۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب کا یہ مکارانہ، پر فریب بیان حسام الحرمین کی تمہید میں دیکھا جا سکتا ہے،

حرمین شریفین کے بہت سے نیک دل علماء نے مولوی احمد رضا خان صاحب کی ان پر فریب باتوں کو حقیقت اور واقعہ سمجھا اور انہوں نے پورے ایمانی جذبہ کے ساتھ ان کے اس تکفیری فتوے پر تصدیقیں لکھ دیں ۔ اور پھر یہی فتویٰ اردو ترجمہ کے ساتھ حسام

الحرمین کے نام سے شائع ہوا۔ اور پروپیگنڈے کی پوری طاقت کے ساتھ پورے ملک میں ہنگامہ اور شور برپا کر دیا گیا کہ جماعت دیوبند کے ان اکابر اور مشاہیر (حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم) کے متعلق مکہ و مدینہ کے علمائے کرام نے بھی یہی فتوےٰ دیا ہے کہ یہ سب ایسے قطعی کافر اور مرتد ہیں کہ جو شخص ان کے کافر اور جہنمی ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر اور جہنمی ہے اور ان میں سے ایک ایک کے قتل کرنے میں ہزاروں کافروں کے مارنے سے زیادہ ثواب ہے۔ (معاذ اللہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ)

یہ واقعہ ۱۳۲۵ھ یا ۱۳۲۶ھ کا ہے۔ میں نے اپنے بعض اکابر سے سنا ہے کہ مولوی احمد رضا خان کی اس مکارانہ چال نے اور بے پناہ پروپیگنڈے نے ہندوستانی مسلمانوں میں ایک طوفانی فتنہ برپا کر دیا اور بہت سے وہ لوگ بھی جو مولوی احمد رضا خان کی بدنام زمانہ فتوے بازی سے بالکل اثر نہیں لیتے تھے، علمائے حرمین کے نام سے اس فتنے میں مبتلا ہوگئے اور حالات ایسے ہوگئے کہ خاموشی اور صرف نظر کی کوئی گنجائش نہیں رہی اور شرعاً یہ ضروری ہوگیا کہ اس افترا پردازی کی تردید کی جائے اور اللہ تبارک وتعالےٰ کے بندوں کو اس فتنہ میں مبتلا ہونے سے بچایا جائے۔

اکابر علماء دیوبند کا مدافعت اور جواب کا فیصلہ

اس فتویٰ حسام الحرمین میں جن چار بزرگوں کی کتابوں اور تحریروں پر کفر کا حکم لگایا گیا تھا جن کے اسمائے گرامی اوپر درج ہو چکے ہیں، ان میں سے صرف دو اس وقت بقید حیات تھے۔ (۱) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی (۲) حضرت مولانا خلیل احمد

صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہما ۔ ان دونوں بزرگوں نے اسی زمانے میں اپنے ، بیانات دیئے جن میں صراحت کے ساتھ لکھا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے ، حسام الحرمین میں ہم لوگوں کی طرف جو عقائد اور جو مضامین منسوب کئے ہیں وہ ان کا ہم پر محض افترا ، اور بہتان ہے ایسے عقیدے رکھنے والوں کو ہم خود خارج از اسلام سمجھتے ہیں ۔

ان بزرگوں کے یہ بیانات اسی زمانے میں مختلف رسالوں میں شائع ہو گئے تھے ۔ (مثلاً "السحاب المدرار" "الختم علی لسان الخصم" "قطع الوتین" وغیرہ) ، بلکہ حضرت مولانا اشرفعلی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا بیان تو "بسط البنان" کے نام سے ایک مستقل رسالہ کی شکل میں بھی شائع ہوا تھا ۔

اسی زمانہ میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب اپنے تکفیری فتوے پر حرمین شریفین کے علما ، کی تصدیق حاصل کر کے جب وہاں سے ہندوستان آ گئے تو حرمین شریفین کے بعض علما ، کو معلوم ہوا کہ اس ہندوستانی مولوی (احمد رضا خاں) ، نے جس تکفیری فتوے پر ہم سے تصدیق کرائی ہے اس میں دوسرے فریق کے عقائد کے بارے میں غلط بیانی کی گئی ہے ان لوگوں کے عقیدے ایسے نہیں ہیں ۔

اس پر وہاں کے بعض علمائے کرام نے خود علمائے دیوبند کی طرف رجوع کر کے معاملہ کی تحقیقات کرنا ضروری سمجھا ۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں نے اپنے فتوے میں اکابر علمائے دیوبند کی طرف جو عقیدے منسوب کئے تھے اور اس کے سوا اور بہت سی باتیں جو ان کے بارے میں زبانی ان حضرات سے کہی تھیں ان سب امور سے متعلق ان حضرات نے سوالات لکھ کے ، علمائے دیوبند سے ان کا جواب چاہا ۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے ان کا مفصل جواب تحریر فرمایا ۔ اور وہ جواب حرمین شریفین کے علمائے کرام

کے پاس بھیجا گیا۔ ان تمام حضرات نے ان جوابات پر اپنا اطمینان ظاہر کیا اور لکھا کہ یہی عقیدے اہل السنۃ والجماعۃ کے ہیں اور ان میں کوئی بات بھی مسلک اہل السنۃ کے خلاف نہیں ہے۔ یہ سوالات و جوابات ہندوستان اور حرمین شریفین کے علمائے کرام کی تصدیقات کے ساتھ اسی زمانہ میں اردو ترجمہ کے ساتھ کتابی صورت میں "التصدیقات لدفع التلبیسات" کے نام سے شائع ہو گئے تھے۔

الحمدللہ! ان چیزوں کی اشاعت سے وہ فتنہ جو "حسام الحرمین" کی وجہ سے ہندوستان میں برپا ہو گیا تھا بڑی حد تک ختم ہو گیا۔ پھر اسی دور میں حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری، اور حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نے "حسام الحرمین" کے مستقل رسائل میں مفصل جوابات بھی لکھے جن میں پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ دکھلایا کہ مولوی احمد رضا خاں نے "حسام الحرمین" میں اکابر علمائے دیوبند کی طرف جن عقیدوں کو منسوب کیا ہے ان کی حقیقت جعل او فریب کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ ان رسالوں نے معاملہ کو اور بھی زیادہ صاف کر دیا اور گویا جماعت دیوبند کی طرف سے اس وقت یہ بحث ختم کر دی گئی، لیکن مولوی احمد رضا خاں اور ان کے متبعین کی طرف سے تکفیر اور تفریق کی مہم اسی طرح چلتی رہی مگر اس میں کچھ جان نہیں رہی۔

تحریک خلافت میں شریک ہونیوالے فرنگی محلی اور بدایونی علماء پر بھی فتوےبازی اور ان کو "فرقۂ گاندھویہ" کا لقب!

پھر پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۹ء کے بعد جب مقامات مقدسہ پر یورپ کی اتحادی طاقتوں کا قبضہ ہو گیا اور خلافت اسلامیہ نرغہ میں آگئی۔ اور ہندوستان میں تحریک خلافت اٹھی اور یہاں کے نوے فیصدی سے زیادہ علماء اپنے مسلکی،

اختلافات کو نظر انداز کر کے مقاماتِ مقدسہ اور خلافتِ اسلامیہ کی حفاظت کے لئے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوگئے یہاں تک کہ وہ علماء بدایوں بھی اس قافلہ میں شریک ہوگئے جو اب تک مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تکفیری مہم میں ان کے پورے ہم نوا بنے تھے۔ تو مولوی احمد رضا خاں صاحب نے تحریکِ خلافت میں شریک ہونے والے ان تمام علماء کا نام "فرقۂ گاندھویہ" رکھا اور اپنی عادت کے مطابق ان کے خلاف رسالوں اور اشتہاروں کی جنگ شروع کر دی اور اس جنگ میں اپنا خاص نشانہ حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اور علمائے بدایوں کو بنایا ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

مولوی احمد رضا خاں کے بعد ان کی ذریت اور اخلاف کا رویّہ

مولوی احمد رضا خاں صاحب کا انتقال تو تحریکِ خلافت کے دور ہی میں ۱۳۴۰ھ میں ہوگیا لیکن وہ اپنے بعد اپنے اخلاف کی ایک خاص ٹولی چھوڑ گئے جس نے ان کے اس تکفیری کاروبار کو اسی طرح جاری رکھا۔

بریلوی فتنہ کا تکمیلی کارنامہ اور مکمل آئینہ تجانب اہل السنۃ

اگر کوئی صاحب اس رضاخانی بریلوی تکفیری فتنہ کے حدود اربعہ کو جاننا چاہیں تو اس کے لئے ان کو اس سلسلہ کی صرف ایک کتاب "تجانب اہل السنۃ عن اہل الفتنۃ" کا مطالعہ کافی ہوگا۔ چونکہ ہمیں اندازہ ہے کہ ہمارے ناظرین کرام میں سے ایک فیصد کو بھی اس کتاب کے مطالعہ کا موقع نہ ملا ہوگا اور نہ غالباً مل سکے گا۔ اس لئے چند، اقتباسات ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔ یہ کتاب ہمارے نزدیک مولوی احمد رضا خاں صاحب

کے تکفیری مشن کا پورا آئینہ اور بریلوی فرقہ کا صحیفہ جامعہ ہے ۔ ناظرین کرام پڑھیں اور عبرت حاصل کریں۔

(۱)

مسلمانوں کی تمام جماعتوں کا شجرہ اور مکمل تکفیر

" اسی پیر نیچر (سر سید احمد خاں) کے اذناب و متبعین و مقلدین و معتقدین، وہ نمین نیا چہرہ ہیں جو مسلمانوں کے دین و ایمان اور ان کے دنیوی سر و سامان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے ہمیشہ نئی نئی کمیٹیاں، نئی نئی پارٹیاں گڑھتے رہتے ہیں اور بعض بندگان زر اور بدنام کنندہ نکونامے چند نام کے مولویوں کو اپنے کفری مقاصد کی ترویج و اشاعت کے لئے اپنا آلۂ کار بنا لیتے ہیں۔ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس و ندوۃ العلماء و خدام کعبہ و خلافت کمیٹی و جمعیۃ العلماء ہند و خدام الحرمین و اتحاد ملت، و مجلس احرار، و مسلم لیگ، و اتحاد کانفرنس، و مسلم آزاد کانفرنس، و غازی فوج، و جمعیۃ تبلیغ الاسلام انبالہ، و سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور، و امارت شرعیہ بہار شریف، و آل پارٹیز کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں اسی مقصد کے لئے ان ہی کفرہ نیا چہرہ نے اپنی نیچریت و دہریت پھیلانے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو دین سے آزاد اور دنیوی سر و سامان سے بھی تہی دست بنانے کے لئے وقتاً فوقتاً خود اپنے ہاتھوں سے یا دوسرے بد دینوں بد مذہبوں کو اپنا شریک کار بنا کر یا بعض جاہلوں، سادہ لوح بے وقوفوں یا چند دین فروش دنیا خریدانوں کو اپنے دام فریب میں پھانس کر انہیں اپنا آلۂ کار بنا کر گڑھی ہیں۔

پھر جب ان ملعونوں نے دیکھا کہ بہت سے غربا اہل اسلام ان کمیٹیوں کی

طرف متوجہ نہیں ہوتے اور بے چارے دن بھر محنت و مزدوری کر کے رات کو اپنے گھر آ کر بیوی بچوں کا پیٹ بھرنے اور نماز و روزہ و میلاد شریف و گیارہویں شریف و سوئم و چہلم و عرس وغیرہا اعمال اسلامیہ میں نہایت خاموشی کے ساتھ مشغول ہیں ان کو ان نیچری کانفرنسوں کی طرف مطلقاً کبھی توجہ نہیں ہوتی .... اور نیچری مرتدوں کو اپنی ہنگامہ آرائیوں کے لئے ایسے ہی بھولے بھالے سنی مسلمانوں دین پاک کے نام پر جی جان سے قربان ہونے والوں کی ضرورت تھی تو ان بے دینوں نے ان عوام مسلمین کے پھانسنے کے لئے اصلاح قوم کے نام سے قومی عصبیت کو آڑ بنا کر کپڑا بننے والوں کی مومن کانفرنس، جمیعۃ المؤمنین، جمیعۃ الانصار، روئی دھنکنے والوں کی جمیعۃ المنصور، کپڑا سینے والوں کی جمیعۃ الادریسیہ۔ قصابوں کی جمیعۃ القریش، سبزی فروشوں کی جمیعۃ الراعین، پٹھانوں کی افغان کانفرنس، میمنوں کی میمن کانفرنس، مسلم کھتریوں کی مسلم کھتری کانفرنس، حجاموں کی جمیعۃ آل عباس، کمبوہوں کی آل انڈیا کمبوہ کانفرنس، پنجابیوں کی آل انڈیا پنجابی کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں خود گڑھیں یا اپنے دادا استادوں سے گڑھوائیں تاکہ غریب دیندار مسلمانوں کو قومی جکڑبندیوں میں جکڑ کر قومی ترقی، قومی اصلاح و فلاح کا سبز باغ دکھا کر ان کو گمراہ کیا جا سکے۔"

(تجانب اہل السنۃ صفحہ ۱۰۹)

اللہ کے لئے بتائیے! کہ مسلمانوں کی کون سی جماعت اور کون سا حلقہ ایسا ہے جس کو اس عبارت میں نشانہ نہ بنایا گیا ہو، اس کی خبر نہ لی گئی ہو؟

مسلم لیگ

اس کتاب تجانب اہل السنۃ" میں ص؎ سے ص۱۲۲ تک مسلم لیگ کی خبر لی گئی ہے اس مضمون میں پہلے مسلم لیگ کے ان چار مقاصد کا ذکر کیا گیا ہے جو اس کے دستور میں درج تھے اور فارم ممبر شپ پر بھی چھپے تھے ۔ (یعنی ہندوستان میں آزاد جمہوری حکومت کا قیام ۔ ہندوستانی مسلمانوں کے سیاسی و مذہبی حقوق و مفادات کی حفاظت ہندوستان کے مختلف مذہبی فرقوں میں اتحاد و اتفاق کی کوشش ۔ ہندوستان کے مسلمانوں میں رشتہ اخوت اور بھائی چارہ کو مضبوط کرنے کی فکر و جد وجہد) ملخصاً پھر ان مقاصد پر تفصیل سے تنقید کی گئی ہے اور مسلم لیگ کے بارہ میں فتوے داغا گیا ہے ۔ اس سلسلہ کی چند سطریں یہ ہیں ۔

" یہ چاروں مقاصد لیگیہ مشتمل بر محرمات و خباثات و شناعات بلکہ منجر باشد ضلالات و کفریات ہیں" (ص۱۲۲)

" لیگ کا دستور اساسی بکثرت کفریات و ضلالات دو بالات پر مشتمل ہے" (ص۱۲۱)

مولانا ابوالکلام آزاد

مولانا آزاد مرحوم و مغفور کے بارے میں کئی صفحے میں گل افشانی فرمائی گئی ہے اس سلسلہ کی بھی چند سطریں ملاحظہ ہوں ۔

مسٹر ابوالکلام آزاد کے عقائد نجسہ کی تفصیل تام اور ان پر رد اور شرعی احکام .... رسالۂ مبارکہ مسمیٰ بنام تاریخی " قہر القہار علیٰ اصول الکا ندھویۃ الکفار" اور حضور پر نور امام اہلسنت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قبلہ فاضل بریلوی مولانا شاہ عبد المصطفیٰ محمد احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضٰہ عنا کے رسائل مقدسہ مسمیٰ بنام تاریخی " تابع النور علیٰ سوالات جبلفور" میں ملاحظہ ہوں گے" (تجانب اہل السنۃ ص۱۹۱)

"یہی مرتد ابوالکلام آزاد اپنی اسی ناپاک کتاب ترجمان القرآن میں لکھتا ہے" (ص۱۹۴)

"ان ناپاک، ملعون عبارتوں میں دین سے آزاد مسٹر ابوالکلام مرتد نے صاف صاف بک دیا" (ص۱۹۵)

بریلویوں میں اگر کسی کو شرافتِ نفس نصیب ہے تو وہ اس "پاکیزہ نویسی" کی داد دے!

مولانا شبلیؒ ـــــ مولانا حالیؒ ـــــ ڈاکٹر اقبالؒ

بریلویوں کی خاص اصطلاح میں ایک فرقہ "صلح کلیہ" بھی ہے۔ اس سے مراد غالباً وہ حضرات تھے جو مسلمانوں کو مشورہ دیتے تھے کہ وہ آپس میں نہ لڑیں اور مصالحت پسندی کا رویہ اختیار کریں۔ مولانا شبلی مرحوم، مولانا حالی مرحوم، اور ڈاکٹر اقبال مرحوم و مغفور کا خاص جرم ان بریلویوں کے نزدیک یہ ہے کہ وہ بھی اسی طرح کے تھے۔ بریلویوں کے "مقدس صحیفہ تجانب اہل السنۃ" میں تینوں حضرات کی اس طرح خبر لی گئی ہے (ذائقہ تو ناظرین کرام کا یقیناً خراب ہوگا لیکن اس سلسلہ کے بھی چند اقتباس یہاں پڑھ لیجئے)

"ان صلح کلی لیڈروں میں اعظم گڑھ کے مولوی شبلی۔ اور الطاف حسین حالی، اور زمانہ حال کے مشہور شاعر ڈاکٹر اقبال بہت نمایاں ہستی رکھتے ہیں ان کی صلح کلیت اپنی حد سے گزر کر شدید نیچریت و دہریت تک پہنچی ہوئی ہے انہوں نے اپنے مضامین نظم و نثر کے ذریعہ سے نیچریت کا زبردست پرچار کیا ہے شبلی اعظم گڑھی کی نیچریت و دہریت اس کی کتابوں "سیرۃ النبی والفاروق و سیرت النعمان" میں اپنے زندیقی کرشموں کی بہار اور الحادی جو بنوں کا ابھار دکھا رہی ہے"

(صفحہ ۲۸۹)

مولانا حالی مرحوم کے بارے میں ارشاد ہے۔

• الطاف حسین حالی نے ایک مسدس لکھا جس کا نام "مدوجزر اسلام" رکھا۔ نیچری لیڈروں، صلح کلی واعظوں نے اس کی اشاعت میں ایڑی چوٹی کا زور لگادیا۔ (صفحہ ۲۹۰)
آگے مسدس حالی کے بارے میں لکھا ہے۔ "(حالی اپنے مسدس کے" صفحہ ۱۹ پر کہتا ہے

سکھائی انہیں نوع انساں پہ شفقت | کہا ہے یہ اسلامیوں کی علامت
کہ ہمسائے سے رکھتے ہیں وہ محبت | شب و روز پہنچاتے ہیں وہ انکو راحت

وہ جو حق سے اپنے لئے چاہتے ہیں
وہی ہر بشر کے لئے چاہتے ہیں

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر | نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر
کسی کے گر آفت گزر جائے سر پر | پڑے غم کا نہ سایہ اس بے اثر پر

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

ڈرایا تعصب سے انکو یہ کہہ کر | کہ زندہ رہا جو اور مرا جو اسی پر
ہوا وہ ہماری جماعت سے باہر | وہ ساتھی ہمارا نہ ہم اس کے یاور

نہیں حق سے کچھ اس محبت کا بہرہ
کہ تم کو اندھا کرے اور بہرہ

ان نو شعروں میں حالی نے اس ملعون صلح کلیت کا افترا حضور اقدس سید القاہرین علی اعداء رب العالمین صلی اللہ تعالے علیہ وعلی آلہ وسلم پر کیا ہے۔

جس کی تعلیم لیگیوں کے "سیاسی پیغمبر مسٹر جینا نے اپنی "سیاسی امت" کو اپنے پیغام عید الفطر ۱۳۵۷ھ میں دی ہے" (ص ۲۱۴)

"مسٹر حالی کے اس مسدس میں بیسیوں کفریات کے اظہار ہیں اور ہزار ہا ضلالات کے طومار" (ص ۲۲۴)

اقبال رح

آخر میں ذرا ڈاکٹر اقبال مرحوم و مغفور کے بارے میں بھی سن لیجئے!

"اسی طرح فلسفی، نیچریت ڈاکٹر اقبال صاحب نے اپنی فارسی، و اردو نظموں میں دہریت اور الحاد کا زبردست پیگنڈہ کیا ہے۔ کہیں اللہ عزوجل پر اعتراضات کی بھرمار ہے، کہیں علمائے شریعت و آئمہ طریقت پر حملوں کی بوچھار ہے، کہیں سیدنا جبریل امین و سیدنا موسیٰ کلیم و سیدنا عیسیٰ مسیح علیہم الصلوۃ کی تنقیصوں، توہینوں کا انبار ہے، کہیں شریعت محمدیہ علی صاحبہا و آلہ الصلوۃ والتحیۃ و احکام مذہبیہ و عقائد اسلامیہ پر تمسخر و استہزاء و انکار ہے، کہیں اپنی زندیقیت و بے دینی کا فخر و مباہات کے ساتھ کھلا ہوا اقرار ہے" (ص ۲۲۴، ۲۲۵)

امید ہے کہ "تجانب اہل السنۃ" کے ان اقتباسات سے ناظرین کرام نے رضاخانی بریلوی فرقہ کے ذوق و مزاج اور تمیز و تہذیب سے ناآشنا اس کی پست ذہنیت اور اس کے تکفیری جنون کا کچھ اندازہ کر لیا ہوگا۔ اور ان کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا ہوگا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی کون سی جماعت، کون سا حلقہ، اور کون بھلا آدمی ہے جو ان کی تکفیری گولہ باری کا نشانہ نہ بنا ہو۔

تجانب اہل السنّۃ بریلویوں کا صحیفہ جامعہ

یہ "تجانب اہل السنّۃ" جو ایک سوال کے جواب میں بطور فتوے کے لکھی گئی ہے۔ بڑے سائز کے قریبًا پونے پانچ سو صفحات کی ضخیم کتاب ہے اور مولوی احمد رضا خاں اور ان کے اخلاف کے سارے تکفیری فتووں اور رسالوں کا جامع دفتر اور بریلوی فرقہ کا مستند صحیفہ جامعہ ہے۔

بریلویوں کے مشہور عالم و مناظر مولوی حشمت علی خاں جن کو اس فرقے کے علماء بھی مظہر اعلیٰ حضرت کہتے اور لکھتے تھے، اور اسی لئے مولوی حامد رضا خاں صاحب نے لاہور کے مناظرہ میں ان کو اپنا وکیل مطلق بنایا تھا، انہوں نے اسی "تجانب اہل السنّۃ" کے بارے میں اپنی پوری رضا خانی بریلوی برادری کو مخاطب کر کے بطور وصیت اور نصیحت کے لکھی ہے کہ۔

> "فقیر ...... کی اپنے تمام مخلص سنی بھائیوں، دوستوں، عزیزوں، مریدوں متوسلوں کو یہ شرعی وصیت دینی نصیحت ہے کہ اس فتوائے مبارکہ (تجانب اہل السنّۃ) کو اپنا دستور العمل بنائیں اسی کو کھرا کھوٹا پرکھنے کا معیار ٹھہرائیں"
>
> (تجانب اہل السنّۃ ص۳۰۳، تحریر مولوی حشمت علی خاں صاحب)

"زلزلہ" کے مصنّف سے ایک سوال

اس موقع پر ہم "زلزلہ" کے مصنف ارشد القادری صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آئمہ سلف (مولوی احمد رضا خان اور مولوی حشمت علی خاں وغیرہ) کا تکفیری گولہ باری کا پرانا اور موروثی موضوع اور طریقہ چھوڑ کر "زلزلہ" والا یہ نیا مصنوعی موضوع اور

اور طرز بحث کیوں اختیار کیا ؟

کیا آپ نے بھی محسوس کر لیا ہے کہ " عالم الحرمین " سے لے کر " تجانب اہل السنۃ " تک تکفیر کے جو فتوے اور گولے داغے گئے وہ غلط اور بد دیانتی پر مبنی تھے ؟ اگر ایسا ہے تو کھل کر اس کا اعتراف اور اعلان کیجئے ۔ اور اگر آپ یہ اعتراف نہ کریں تو ہم اور معاملہ پر غور کرنے والے سب حقیقت شناس یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ اتنی بات آپ نے ضرور سمجھ لی ہے کہ اب زمانہ اس تکفیری کاروبار کے چلنے کا نہیں رہا ، اس کے بازار اب بند ہو گئے اس لئے آپ نے یہ دوسرا راستہ اختیار کیا ہے ۔ یہ بات ایمانداری کی ہو یا نہ ہو لیکن ایک درجہ کی دنیا دی سمجھ داری کی بات ضرور ہے ۔

مولوی احمد رضا خاں اور ان کی ذریت کی فاحشانہ زبان اور ذہنیت ! کیا کوئی شریف آدمی یہ زبان بول اور لکھ سکتا ہے ؟

مولوی احمد رضا خاں بریلوی خالص دینی و مذہبی مباحث میں بھی اپنے مخالفین کے حق میں بعض اوقات بڑی غیر شریفانہ بلکہ فاحشانہ زبان استعمال کرتے تھے ۔ اور سنا ہے کہ اس کو قابل فخر کمال سمجھتے تھے ۔ اگرچہ ناظرین کرام کے ذوقِ سلیم پر گراں گزرے گا لیکن بریلوی فتنہ کی حقیقت و نوعیت سمجھنے کے لئے اس سے واقف ہونا بھی ضروری ہے ۔

ناظرین کرام کو ان لوگوں کی بدزبانی کا کسی قدر اندازہ تو " تجانب اہل السنۃ " کے مندرجہ بالا اقتباسات سے بھی ہو گیا ہو گا لیکن ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں ان کے اعلیٰحضرت

اور "امام الکل" مولوی احمد رضا خاں صاحب کی ایک دو عبارتیں بھی نمونہ کے طور پر نقل کر دی جائیں۔ فتاوی رضویہ میں ایک جگہ "وہابیوں" کی خبر اس طرح لی گئی ہے۔

"وہابی ایسے کو خدا مانتا ہے ..... جس کا .... کھانا، پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ پھرنا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا، حتی کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا، کوئی خباثت، کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں"

(فتاوی رضویہ جلد اول ص۳۳)

مضمون کی افترا پردازی سے قطع نظر اس ملعون عبارت کے نقل کرنے سے اس وقت مقصد صرف یہ دکھانا ہے کہ بریلویوں کے یہ اعلیٰ حضرت اور امام الکل کس ذوق اور ذہنیت کے آدمی تھے اور زبان کتنی پاکیزہ پائی تھی۔ ان اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کے ایک صاحبزادے مولوی مصطفیٰ رضا خان صاحب ہیں (جو اب تو اسّی برس سے زیادہ کے بزرگوار ہو چکے ہیں اور بقید حیات ہیں)، اور اب وہی ان کے جانشین اور سارے بریلویوں کے قبلہ و کعبہ ہیں اور بریلوی فرقہ کے عوام و خواص اب انہیں کو "اعلیٰ حضرت" کہتے اور لکھتے ہیں۔

ابھی چند صفحے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ مولوی احمد رضا خان کے "حسام الحرمین" میں، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ پر ایک کافرانہ عقیدہ کا جو بہتان لگایا تھا، حضرت مولانا موصوف نے اس سے اپنی برأت ظاہر کرنے کے لئے ایک مختصر رسالہ "بسط البنان" کے نام سے ایک عالم ربانی کی زبان میں لکھا تھا (جو عام طور سے ملتا ہے اور آج بھی دیکھا جا سکتا ہے)، اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملے گا جو تہذیب

وہ وقار سے ذرا بھی گرا ہوا ہو ۔ اس لسبط البنان کے جواب میں ایک رسالہ "وقعات السنان" اسی زمانہ میں آج کے "اعلیٰ حضرت" ان مولوی مصطفیٰ رضا خاں صاحب کے نام سے شائع ہوا تھا یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ وہ واقع میں مولوی مصطفیٰ رضا خاں کا لکھا ہوا تھا یا ان کے نام سے ان کے والد بزرگوار بڑے اعلیٰ حضرت ہی نے لکھا تھا ۔ بہرحال اس میں جو زبان استعمال کی گئی تھی وہ ان بریلوی حضرات کی "عالمانہ اور مناظرانہ" پاکیزہ زبان کا خاص نمونہ ہے۔

ناظرین کرام کسی طرح مندرجہ ذیل اقتباسات کو پڑھلیں اور سوچیں کہ اس طرح کی عبارتیں کس کیرکٹر کے آدمی کے قلم سے نکل سکتی ہیں ؟

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق لکھا گیا ہے ۔

(۱) "یہ اپنی دوشقی میں وہ تیسرا داخل کر کے" (وقعات السنان ص۲۵)

اس کے چند سطر بعد اسی صفحہ پر مکرر ارشاد ہے ۔

(۲) "اس کی دوشقی میں اس تیسرے کا دخول" "

(۳) "مسماۃ یہ تیسرا بھی کیسا ہضم کر گئی" (وقعات السنان ص۲۵)

(۴) "رسلیا والا بھی کیا یاد کریگا کسی کڑے سے پالا پڑا تھا" " (ص۲۴)

(۵) "اب وہ کھولول جس سے مخالف چوندھیا کر بٹ ہو جاتے اور آنکھ کھولے تو چوپٹ ہو جائے" (ص۴۹)

(۶) "رسلیا کہتی ہے میں یوں نہیں مانتی میری ٹھیرائی پر اترو، دیکھوں تو اس میں تم میری ڈیڑھ گرہ کیسے کھولے لیتے ہو ؟ (ص۵۰)

(۷) "رسلیا کی کلا بازیاں ملاحظہ ہوں خصم کے کڑے وار کی گھبراہٹ میں سب کچھ تو ان کہی بول گئی" (ص۲۶)

اور سنیئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے۔

(۸) " اب جو مسلمانوں نے آڑے ہاتھوں لیا چھکے چھوٹ گئے، سینے ٹوٹ گئے، تیور پھٹ گئے، دم الٹ گئے، معاف کیجئے، معاف کیجئے، آپ جیتے میں ہارا۔

ع لب نازک سے صدا آنے لگی بس بس کی۔

(۹) " رسلیا کی چک پھیریاں تو گوہر کو بھی مات کر گئیں، اب مسلمانوں کے چھلنے کو پھر کا واکاٹتی ہے"۔

آخر میں ناک بند کر کے اور متلی کو کسی طرح روک کے انتہائی بدبودار بس ایک سطر اور پڑھ لیجئے!

(۱۰) " اف ری رسلیا تیرا بھولا پن، خون پوچھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے"۔ (صـــــ)

اللہ و رسول اور قرآن پر ایمان لانے والے مسلمانو! تمہیں اسلامی شرم و حیا، اور اخلاق محمدی کا واسطہ، اللہ کی بخشی ہوئی شرافت اور انسانیت کا واسطہ، ذرا سوچو اور بتاؤ کیا کوئی شریف آدمی ——— ایسی مغلظات بک سکتا ہے، کیا تم نے آوارہ بدچلن بازاریوں کے سوا کسی کافر سے بھی ایسی شرمناک باتیں کبھی سُنی ہیں؟

لیکن یہ بریلویوں کے "اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت" کی "پاکیزہ" زبان ہے۔ کیا اس کا ایک ایک لفظ ان لوگوں کے کیریکٹر کی طرف کھلے اشارے نہیں کر رہا؟

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مشہور حدیث ہے کہ اختلاف و نزاع کے موقع پر گالیاں بکنا اور بدزبانی کرنا، منافقانہ خصلت اور نفاق کی علامت ہے" اور ایک دوسری حدیث شریف میں ہے کہ "مومن بندہ فحش گو اور بدزبان نہیں ہوتا"۔ (ترمذی)

یہاں پھر ہم زلزلہ کے مصنف ارشد القادری صاحب سے ایک سوال کرتے ہیں، ہمیں

خوشی ہے کہ آپ نے زلزلہ میں اپنے ان "آئمہ اسلاف" کی یہ غلیظ اور بدبودار زبان استعمال نہیں کی۔ مگر ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ اس زبان کے بارہ میں آپ کی رائے کیا ہے؟ اس زبان کے لکھنے والے آپ کے چھوٹے یا بڑے "اعلیٰ حضرت" جن کے ایک رسالہ سے دس عبارتیں اوپر نقل کی گئی ہیں، خدا و رسول اور انسانیت و اخلاق کے مجرم ہیں یا نہیں؟ حدیث نبویؐ کے مطابق حقیقی ایمان سے محروم اور منافق ہیں یا نہیں؟ آپ نے جس ضمیر اور انصاف کی زلزلہ میں بار بار دہائی دی ہے اگر خود آپ کے پاس بھی اس کا ذرہ ہے تو بتائیے کہ کیا ایسی زبان بولنے اور لکھنے والے کو شریف آدمی بھی کہا جا سکتا ہے؟

فاحشانہ ذہنیت کا ایک اور انتہائی تکلیف دہ نمونہ

مولوی احمد رضا خاں صاحب شاعر بھی تھے "حدائق بخشش" ان کے کلام کا غالباً سب سے بڑا مجموعہ ہے جو تین حصوں میں ہے، اس کا تیسرا حصہ مولوی حشمت علی خاں صاحب کے چھوٹے بھائی محب الرضا مولوی محبوب علی خاں رضوی لکھنوی نے مرتب کرا کے پہلی دفعہ "نابھہ پریس" نابھہ (پنجاب) میں چھپوا کر شائع کیا تھا، وہی ہمارے سامنے ہے۔ اس میں ایک قصیدہ ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بھی ہے اس قصیدے کے دو شعر یہ ہیں۔ (حضرت صدیقہ کی شان میں لکھا ہے) ؎

تنگ و چست ان کا لباس اور جوبن کا ابھار | مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن میرے دل کی صورت | کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر

(حدائق بخشش حصہ سوم ص ۳۷)

جو شخص سید کائنات امام المرسلین حبیب رب العالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی حرم محترم ام المؤمنین سیدتنا حضرت صدیقہ طاہرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی شان اقدس میں یہ ، بازاری زبان استعمال کرتا ہے ، اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کی ذہنیت کس قدر غلیظ ہے اور وہ شرم وحیاء کے ایمانی عنصر سے کتنا محروم۔

مرنے سے کچھ پہلے مولوی احمد رضا خاں کی ایک خاص وصیت

مولوی احمد رضا خاں صاحب کا تعارف ناقص اور ناتمام رہے گا اگر ان کی ایک خاص وصیت کا ذکر نہ کیا جائے جو انہوں نے انتقال سے کچھ ہی پہلے لکھائی تھی۔ "وصایا شریف" ایک رسالہ ہے جس کو مولوی احمد رضا خاں صاحب کے انتقال کے بعد ان کے بھتیجے اور خلیفہ مولوی حسنین رضا خاں نے مرتب کر کے شائع کیا تھا۔ اس میں مولوی احمد رضا خاں کے کچھ حالات بھی ہیں اور ایک وصیت نامہ بھی ہے۔ جس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ انہوں نے انتقال سے قریباً دو گھنٹے پہلے لکھایا۔ اور اس پر دستخط کئے۔ اس وصیت نامہ میں بارھویں نمبر کی وصیت یہ ہے۔

"اعزّہ اگر بطیب خاطر ممکن ہو سکے تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں ___ دودھ کا برف خانہ ساز ، اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو ___ مرغ کی بریانی ___ مرغ پلاؤ ___ خواہ بکری کا شامی کباب ___ پراٹھے اور بالائی ___ فیرنی ___ اردکی پھریری دال مع ادرک و لوازم ___ گوشت بھری کچوریاں ___ سیب کا پانی ___ انار کا پانی ___ سوڈے کی بوتل ___ دودھ کا برف۔"

ہم اس وصیت پر کوئی تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے، یہ وصیت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے ذوق و مزاج اور ان کی زندگی کے رخ اور نصب العین کا پورا آئینہ ہے۔

بریلی کے تکفیری فتنہ اور اس کے علمبردار خانصاحب بریلوی کے تعارف میں یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے یہ ہمارے لئے کوئی خوشگوار کام نہیں تھا لیکن ہم نے اس کی ضرورت اسلئے سمجھی کہ ارشد القادری صاحب نے "زلزلہ" میں معصومیت اور مظلومیت کا جو نیا روپ جو بھرا ہے اور "قوم کی عدالت" میں جس مظلومانہ انداز میں اپنا "استغاثہ" پیش کیا ہے اور فریاد کی ہے ناظرین کرام کو معلوم ہو جائے کہ یہ فن کاری اور بہروپیے پن کے سوا کچھ نہیں ہے۔

خدا کا فضل ہے کہ اکابر علمائے حق کے ایسے خادم ابھی موجود ہیں جو ایسے بہروپیوں کے مکارانہ لباس کو تار تار کر کے ان ہی کی تاریخ اور ان ہی کی کتابوں سے ان کی اصلی عریاں تصویر بر سرِ عام دکھا سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں ہم نے اس کی ضرورت اس لئے بھی سمجھی کہ ایک طویل مدت سے یعنی ملک کی آزادی ۱۹۴۷ء سے بھی پہلے سے بریلی کے اس تکفیری فتنہ کو شاید بالکل مردہ سمجھ کر ہمارے علمی اور دینی حلقوں میں بھی بالکل ناقابل توجہ بلکہ نسیاً منسیاً کر دیا گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء اور مظاہر العلوم جیسے مرکزی دینی مدارس سے فارغ ہونے والے عام فضلاء بلکہ ہمارے دور کے اساتذہ تک اس بریلی فتنہ کی حقیقت و نوعیت اور امت کے حق میں اس کی زہرناکی اور شدید مضرت سے بالکل ناواقف ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ طبیب اور معالج جس بیماری کی حقیقت و نوعیت اور خطرناکی سے واقف نہ ہو اس کا صحیح علاج و مداوا نہیں کر سکتا۔

پھر اس ناچیز کا یہ بھی تجربہ ہے کہ جس مسلمان میں معمولی سی سمجھ بوجھ اور کچھ بھی دینی شعور ہو گر بس کے سامنے بریلی کے تکفیری فتنہ کی حقیقت و نوعیت، اس کی تاریخ اور مولوی احمد رضا خاں

اور ان کی ذریت کے تکفیری وتخریبی کارناموں کی تفصیل ان ہی کی کتابوں سے رکھدی جائے تو وہ خودبخود اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ غالباً ان لوگوں کے دل خدا کے خوف اور است کے درد سے بالکل ہی خالی ہیں اور یہ دیانت داری اور شرافت سے بھی بالکل محروم ہیں اور ان کا کام تعمیر کے مقابلہ میں صرف تخریب اور دین وملت کے خادموں سے بس لڑنا جھگڑنا ، اور اپنے دام افتادہ عوام کو بس ان سے دور رکھنا ہے اور انکا مقصد اور مطمح نظر صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کے جو ناواقف حلقے عرصے سے ان کی جائیداد بنے ہوئے ہیں وہ حقیقت سے واقف اور باخبر ہوکر ان کے قبضہ سے نہ نکل جائیں ۔

بہرحال بریلی کے تکفیری فتنہ اور اس کے بانی وعلمبردار مولوی احمد رضا خاں اور ان کی ذریت کے متعلق یہ چند صفحات اسی غرض اور مقصد سے لکھے گئے ہیں ۔

واللہ المستعان ولاحول ولا قوۃ الا
باللہ العلی العظیم :

کتبہٗ : قاری سیف اللہ خالد غفرلہٗ

ارزاں اور خوبصورت دینی مطبوعات جن کے بغیر آپ کی لائبریری نامکمل ہے

العلم والعلماء	علامہ ابن عبد البرؒ مالکی اندلسیؒ	عکسی عمدہ جلد مجلد
اسلام کے بنیادی عقائد	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	عکسی سفید بکس بورڈ
اعجاز القرآن	// // //	// // //
العقل والنقل	// // //	// // //
اسلام میں مشورہ کی اہمیت	حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ	// // //
آداب النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)	// // // //	// // //
احکام حج (انگریزی)	// // // //	// // //
آئینہ اسلام (انگریزی)	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	// // //
اسلام کا اقتصادی نظام	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	عکسی عمدہ جلد مجلد
اسلام کا اخلاقی نظام	مولانا محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند	عکسی سفید بکس بورڈ
آفتاب نبوت کامل	// // // //	سفید کاغذ مجلد
اسلامی تہذیب و تمدن	// // // //	مجلد
اجتہاد اور تقلید	// // // //	عکسی سفید بکس بورڈ
اصول دعوت اسلام	// // // //	// // //

انسانیت کا امتیاز	مولانا محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند	عکسی سفید بکس بورڈ
اسرائیل کتاب وسنت کی روشنی میں	〃 〃 〃	〃 〃 〃
ابن ماجہ شریف اردو کامل	حدیث کی مشہور کتاب کا اردو ترجمہ	عکسی مجلد
اذان اور اقامت	مولانا سید میاں اصغر حسینؒ	عکسی سفید بکس بورڈ
اسلامی آداب	مولانا عاشق الٰہی بلند شہری	〃 〃 〃
اوقاف القرآن	مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	〃 〃 〃
اکابر کا احسان وسلوک	حضرت مولانا محمد ذکریا مدظلہ	عکسی بکس بورڈ
اکمال الشیم یعنی عطر التصوف	از مولانا خلیل احمد سہارنپوری	مجلد کلاں
انتصار الاسلام مع تشریح	حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ	مجلد
انتخاب بخاری شریف	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی (۲ جلد)	عکسی مجلد عمدہ
بزم اشرف کے چراغ	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلفاء کا تذکرہ	عکسی گلیز کاغذ مجلد
بریلوی فتنہ کا نیا روپ	بریلوی حضرات کی کتاب "زلزلہ" کا جواب	عکسی سفید بکس بورڈ
بدعت کیا ہے؟	چار مدلل مضامین کا مجموعہ	عکسی مجلد عمدہ
پردہ کے شرعی احکام	حضرت تھانویؒ کے دو اہم رسائل کا مجموعہ	عکسی سفید بکس بورڈ
تفسیر معارف القرآن	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ	کامل ۸ جلد مجلد
جہاد	〃 〃 〃	عکسی گلیز
حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سرکاری خطوط	پروفیسر خورشید احمد فاروق	عکسی عمدہ جلد مجلد
حضرت فاروق اعظمؓ کے سرکاری خطوط	〃 〃 〃	〃 〃 〃
حضرت عثمان غنیؓ کے سرکاری خطوط	〃 〃 〃	〃 〃 〃

حضرت شاہ ولی اللہ کے سیاسی خطوط	پروفیسر خلیق احمد نظامی	عکسی آفسٹ پیپر عمدہ جلد
حیاتِ شیخ الہندؒ	مولانا سید میاں اصغر حسینؒ	عکسی گلیز مجلد
حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام	مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ	عکسی سفید بکس بورڈ
حیاتِ خضر علیہ السلام	مولانا سید میاں اصغر حسینؒ	″ ″ ″
حدیثِ رسولؐ کا قرآنی معیار	حضرت مولانا قاری محمد طیب	″ ″ ″
حیات القلوب فارسی	حج کے مسائل پر اہم کتاب	عکسی سفید مجلد
خاتم النبیینؐ	حضرت مولانا قاری محمد طیب	عکسی سفید بکس بورڈ
ختمِ نبوت	″ ″ ″	″ ″ ″
دستِ غیب	میاں اصغر حسینؒ کے تین اہم رسائل	عکسی بکس بورڈ
دیوبند سے بریلی تک	مولانا ابوالوفا رضا رومی	″ ″ ″
روایات الطیب	حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب	عکسی سفید بکس بورڈ
رحمۃ القدوس ترجمہ و شرح (بخاری شریف کامل ۲ جلد)	مولانا ظفر احمد عثمانی	عکسی سفید مجلد کامل ۲ جلد
سیرۃ الصدیق	حضرت مولانا حبیب الرحمٰن شروانیؒ	عکسی سفید بکس بورڈ
سوانح مولانا رومؒ	حضرت مولانا سید میاں اصغر حسینؒ	″ ″ ″
سال بھر کے مسنون اعمال	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	″ ″ ″
سبیل الرشاد	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	″ ″ ″
سلاسل طیبہ	حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی	″ ″ ″
سلعۃ القربۃ	"نخبۃ الفکر" کا اردو ترجمہ (اصول حدیث)	″

فتاویٰ میلاد شریف مع طریقۂ میلاد شریف	حضرت گنگوہیؒ و حضرت تھانویؒ	عکسی سفید بکس بورڈ
فلسفۂ نعت و منقبت	مولانا قاری محمد طیب صاحب	مجلد عکسی
قانونِ وراثت (معین الوارثین)	حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ	عکسی سفید کاغذ
قواعد النحو	عربی زبان کے قواعد آسان زبان میں	بکس بورڈ
کیفیات	مولانا ذکی کیفی کا دلکش مجموعۂ کلام	عکسی اعلیٰ طباعت و جلد
کلمہ طیبہ مع کلمات طیبات	حضرت مولانا قاری محمد طیب	عکسی سفید بکس بورڈ
کلیاتِ سعدیؒ فارسی	شیخ سعدیؒ کی بیس کتابیں یکجا	طبع قدیم زرد کاغذ
گنجینۂ اسرار عملیات	حضرت انور شاہ کاشمیری	عکسی بکس بورڈ
		مجلد عمدہ
گاؤں میں جمعہ کے احکام	حضرت گنگوہیؒ و حضرت تھانویؒ	عکسی سفید بکس بورڈ
مکتوباتِ نبوی (ترتیب مولانا سید محبوب رضوی صاحب)	بارگاہِ نبویؐ سے جاری ہونے والے خطوط فرامین اور سیاسی معاہدات کا اہم ترین ذخیرہ	عکسی سفید عمدہ جلد
مسئلہ تقدیر	علامہ شبیر احمد عثمانی و مولانا محمد طیب	" " بکس بورڈ
مقالاتِ طیبہ	حضرت مولانا قاری محمد طیب	" " "
معجزہ کیا ہے؟	" " " "	" " "
ملفوظات امام مالکؒ و امام احمد بن حنبلؒ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع	" " "
مبادیاتِ فقہ	مفتی محمد اسمٰعیل صاحب	" " "
معین الوارثین	مولانا اصغر حسین	عکسی مجلد

مکتوبات امدادیہ	حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ	عکسی سفید بکس بورڈ
معارف گنگوہیؒ	ملفوظات حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	" " "
مجموعہ رسائل ثلاثہ	حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	" " "
مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ	مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ	" " "
منتہی الارب ۲ جلد	عربی فارسی کی اہم ترین مستند لغت	بڑا سائز عمدہ جلدیں
مسائل سجدۂ سہو	مفتی حبیب الرحمٰن صاحب	عکسی سفید بکس بورڈ
نصیحت نامہ	مولانا سید میاں اصغر حسینؒ	" " "
نیک بیبیاں	" "	" " "
نماز اور اسکے مسائل مترجم اُردو	مولانا محمد محترم فہیم عثمانی	" " "
" " " (انگریزی)	" " " "	" " "

ان کتب کے علاوہ آپ کو جس مستند دینی کتاب کی ضرورت ہو ہم سے طلب فرمائیں مفصل فہرست کتب بھی زیر طبع ہے۔

ملنے کا پتہ

اِدارۂ اسلامیات ۱۹۰۔ انار کلی ، لاہور